بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رحمۃ للعالمین

الحقائق فی الحدائق
المعروف
شرح حدائق بخشش

(جلد پنجم)

شمس المصنفین ،فقیہ الوقت،فیضِ ملّت ،مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کیئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

تاثرات

پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی صاحب (ایم اے) شکر گڑھ

اللہ تعالیٰ کیا ایماں فزا شرحِ حدائق ہے
بہر جانب کھلا گویا دبستانِ دقائق ہے
خمیر عشق و مستی میں گندھا ایک ایک حرف اس کا
نگاہِ فکر سے دیکھو تو تصویرِ حقائق ہے
بسر ہوتی ہے توصیف نبی میں زندگی جس کی
وہی عزت کے قابل ہے وہی عظمت کے لائق ہے
خدا اس کا خدا کی سب خدائی اس کی شیدائی
جو سلطانِ حرم کے ذکر کا سو جاں سے شائق ہے
دیا احمد رضا نے یہی درس اہلِ ایماں کو
مرا محبوب سب دنیا کے محبوبوں پہ فائق ہے
مبارک دے غلامِ مصطفیٰ حضرت اُویسی کو
یہ شہکارِ محبت رحمتِ ربِ خلائق ہے
یہ شرح لفظ و معنی کا محبت آفریں نغمہ
سرور انگیز جذبوں کا ابلتا دلنشیں نغمہ
رقم ہے شوکتِ اسلام کی ہر داستاں اس میں
نظر افروز ہے حسنِ ہدایت کا سماں اس میں
یہ ایماں کا ستارہ ہے یہ عرفاں کا خزانہ ہے
دلِ بیدار کی بیدار چاہت کا فسانہ ہے
خرد و الوفا والو، یقیں والو، خبر والو!
محبت کی نظر سے دیکھو اے نظر والو
خدا کے فضل سے ہر مرض دوراں کی دوا ہو گی
جنابِ احمد رضا کے فکر و عرفاں کی ضیاء ہو گی

نعت شریف

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

شرح

عیسیٰ علیہ السلام کے لبِ اطہر سے قم باذن اللہ نکلتے ہی مردے زندہ ہوجاتے۔ واقعی نرالی شان ہے لیکن اس سے بڑھ کر یہ کمال انوکھا ہے کہ کنکریوں سے کلمہ پڑھادیا اس میں ان تمام روایات معجزات کا اشارہ فرمادیا جس میں جمادات سنگریزوں کے بولنے کا ذکر ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

(ا) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ تشریف فرمانہ تھے میں نے خادم سے دریافت کیا اُس نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہیں انہوں نے فرمایا آپ باغ میں ہیں۔ میں وہاں آپ کی خدمت میں پہنچا آپ بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا مجھے اُس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسول کی محبت۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا نہ میں آپ سے کچھ پوچھتا تھا اور نہ آپ مجھ سے کچھ فرماتے تھے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا کہ حضرت ابوبکر صدیق جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ویسا ہی فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گئے پھر اسی طرح حضرت عثان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سات یا نو یا اس کے قریب سنگریزے لئے ان سنگریزوں نے آپ کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں ان سے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی (پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہوگئے) پھر آپ نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر حضرت ابوبکر کو دیئے۔ ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی پھر آپ نے وہ کنکر حضرت ابوبکر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر زمین پر رکھ دیئے وہ چپ ہو گئے اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے وہ چپ ہو گئے پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی آواز سنی) پھر آپ نے لے کر ان کو زمین پر رکھ دیا وہ چپ ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے۔ (رواہ الطبرانی والبزار وابونعیم والبیہقی، خصائص کبریٰ ومواہب)

فائدہ

ابن عساکر کی روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یوں مذکور ہے

ثم صیرن فی ایدینا رجلا رجلا فما سبحت حصاۃ منھن. (خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ ۷۵)

پھر حضور اکرم ﷺ نے ان سنگریزوں کو ہم میں ایک ایک کے ہاتھ میں رکھا مگر ان میں سے کسی سنگریزے نے تسبیح نہ پڑھی۔

انتباہ

سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس میں حضور اکرم ﷺ کو زیادہ قریب تھے آپ نے انہیں سنگریزے نہیں دیئے بلکہ چھوڑ کر اصحابِ ثلاثہ (یعنی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو دیئے اس میں اشارہ تھا کہ خلافت یونہی چلے گی اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ نہ تھے ہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں نہیں تھے اسی لئے ان کی خلافت کے متعلق کوئی فرق نہیں پڑتا۔ طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ میں علامہ ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ بھی موجود تھے اور ان کے ہاتھ پر بھی کنکریوں نے اسی طرح کلمہ کا ورد کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا اے ابوالفضل! کل تم اور تمہارے بیٹے اپنے مکان سے نہ جائیں یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ انہوں نے آپ کا انتظار کیا یہاں تک کہ آپ چاشت کے بعد تشریف لائے آپ نے فرمایا ''السلام علیکم'' انہوں نے جواب دیا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ نے فرمایا تم نے کیونکر صبح کی۔ انہوں نے عرض کی بحمداللہ ہم نے بخیریت صبح کی پس آپ نے ان سے فرمایا

نزدیک ہوجاؤ وہ ایک دوسرے سے نزدیک ہوگئے یہاں تک کہ جب آپ کے متصل ہوگئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے ان کو ڈھانپ لیا اور یوں دعا فرمائی اے میرے پروردگار یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے اور میرے اہل بیت ہیں تو ان کو دوزخ کی آگ سے یوں چھپا لینا جیسا میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا لیا ہے؟ اس پر گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے تین بار آمین کہی۔ (رواہ البیہقی وابن ماجہ وابو داؤد، ابو نعیم، مواہب لدنیہ)

ابوجہل کے سنگریزے

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

سنگھاز درکفِ بوجھل بود گفت دے احمد بگو تا چیست زود

کچھ پتھر ابوجہل کی ہتھیلی میں تھے ابوجہل نے کہا اے احمد جلدی بتایئے کہ یہ کیا ہے

گر رسولی چیست درمشتم نہاں چوں خبرداری زر از آسماں

اگر آپ رسول ہیں تو بتایئے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے کیسے خبر رکھتے ہیں آپ آسماں کے بھیدوں سے

گفت چوں خواھی بگو کا چھاست یا بگوید آنکہ ما حقیمِ راست

حضور نے فرمایا میں کہہ دوں یا یہ خود بولیں (یعنی پتھر) کہ ہم حق اور سچے ہیں

گفت بوجھل ایں دوم نادرست گفت آرے حق ازاں قادرست

ابوجہل نے کہا یہ دوسری بات عجیب تر ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ پر قادر ہے

گفت شش پارہ حجر دردست نشت بشنواز ھریك تو تسبیح درست

حضور ﷺ نے فرمایا چھ پتھر تیرے ہاتھ میں ہیں سن تو ہر ایک سے تسبیح صحیح

ازمیانِ مشت او ھر پارہ سنگ درشھادت گفتن آمد بیدرنگ

اس کی مٹھی سے ہر ٹکڑا پتھر کا بغیر تاخیر کے کلمۂ شہادت کہنے لگا

لاالہ گفت الا اللہ گفت گوھر احمد رسول اللہ صفت

لا الہ کہا الا اللہ کہا موتی احمد رسول اللہ کے پروئے

چوں شنید از سنگِ بوجھل ایں زدزخشم آں سنگ ھارا برزمیں

جب ابوجہل نے سنا تو غصہ سے پتھروں کو زمین پر دے مارا

گفت نبودے مثل تو ساحزو گر　　　ساحراں را بر توئی وتاج سر

کہا تجھ جیسا جادوگر کوئی نہیں بلکہ تو جادوگروں کا سر تاج ہے

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام ایک دسترخوان لائے جس میں بہشتی انار اور انگور تھے جب آپ نے تناول فرمانے کے لئے ان میں سے کچھ اُٹھایا تو اس میں سبحان اللہ کی آواز آئی۔(شفاء شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم البتہ بے شک طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے اس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔(رواہ البخاری)

حجر وشجر

(۱)حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا ایک روز ہم نے اس کے بعض نواح میں نکلے جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا"السلام علیک یارسول اللہ"(ترمذی جلد۲صفحہ۲۲۳)

(۲)حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب میری طرف وحی بھیجی گئی تو جس پتھر اور درخت سے میرا گذر ہوتا تھا وہ کہتا تھا "السلام علیک یارسول اللہ"(رواہ ابونعیم،مواہب لدنیہ)

(۳)حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک بادیہ نشین عرب آپ کے سامنے آیا وہ جب نزدیک ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو خدا کی وحدانیت اور اور محمد (ﷺ) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟اس نے کہا آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر کون شہادت دیتا ہے؟حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ درخت! پس آپ نے اسے بلایا حالانکہ وہ وادی کے کنارے پر تھا وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آ کھڑا ہوا آپ نے تین بار اس سے شہادت طلب کی اور اس نے تینوں بار شہادت دی کہ واقعی میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا پھر درخت اپنی جگہ چلا گیا۔(مشکوٰۃ باب المعجزات)

(۴)حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک بادیہ نشین عرب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا اور کہنے لگا میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔آپ نے فرمایا بتا! اگر میں اس درخت خرما کی شاخ کو بلالوں تو کیا تو میری رسالت کی گواہی دے گا اس نے عرض کیا ہاں۔پس آپ نے اس شاخ کو بلایا وہ درخت سے اترنے لگی یہاں تک کہ زمین پر گری اور پھدکنے لگی۔حافظ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کی طرف اس حال

میں آئی کہ سجدہ کررہی تھی اور اپنا سر اُٹھارہی تھی یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس پہنچ گئی اور آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس چلی جا پس وہ اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ یہ دیکھ کر اس اعرابی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ایمان لے آیا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۶)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمھارا

سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مُردوں کا زندہ کرنا عجیب ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا بے جانوں کو کلمہ و تسبیح پڑھانے کے علاوہ اپنی رسالت کی گواہی دلوانا عجیب تر ہے اس لئے کہ مردوں کی پہلے سے روح تھی جسے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے واپس لوٹا دی گئی اور یہاں تو روح تھی ہی نہیں لیکن ان سے وہ امور ظاہر کر دکھلائے کہ گویا بے جانوں میں جان پڑگئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے طور پر چند مُردے زندہ ہوئے اور یہاں یہ حال ہے کہ صرف بے جانوں کی بولی بولنے والے معجزات جمع کئے جائیں تو دفتر بھر جائیں۔

آپ کے لبِ اطہر خود لبِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نرالی شان بخشی کہ آپ کی بات لبِ اطہر سے نکلتے ہی پتھر اور کنکر بول پڑتے ہیں۔

بینواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریر دست
رہ گئیں جو پاکے جودِ لایزالی ہاتھ میں

حل لغات

بینواؤں، بینوا کی جمع بمعنی بے توشہ، بے سامان، فقیر۔تحریر، لکھنا، صاف کرنا، لکھت، دستاویز۔

خلاصہ

غریب و بے نوا لوگوں کی نگاہیں دیکھنے کو ترس رہی ہیں کہ وہ تحریر دست مبارک کہاں ہے کہ جس کی برکت سے ہم غریبوں اور بے نواؤں پر جودو کرم کی برسات ہو۔

کیا لکیروں میں یداللہ خطِ سرو آسا لکھا
راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

حل لغات

لکیر (اردو، مونث) لیک دھاری، لائن قطار، سطر۔یداللہ اللہ کا ہاتھ، "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (پارہ ۲۶،

سورۂ فتح ،آیت ۱۰) کی طرف اشارہ ہے۔خط (عربی) لکھت ،لکھا ہوا۔سرد (فارسی) ایک سیدھے مخروطی خوشنما درخت کا نام آسا، مانند،مثل۔

شرح

آپ کے یہ الٰہی ہاتھ میں وہ سیدھی لکیریں جوسرو کی طرح ہیں ان میں وہ راز و اسرار ہیں جواللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ مبارک میں لکھے۔

یَدُ اللّٰہ ،اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ نبی پاک ﷺ کے ہاتھ کو بتایا۔

قرآن مجید

(۱)اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ(پارہ ۲۶،سورۂ الفتح،آیت ۱۰)

وہ جوتمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور اپنے ہاتھوں کے لئے فرمایا

(۲)وَ قَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ ا غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ا بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ ا یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ ا

(پارہ ۶،سورۂ المائدہ،آیت ۶۴)

اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اشعارِ فارسی میں فرمایا

دست احمد عین دست ذوالجلال آمدہ دربیعت واندر قتال

حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے بیعت اور جنگ کے بیان میں دیکھ لو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۳)وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ا (پارہ ۹،سورۂ الانفال،آیت ۱۷)

اور اے محبوب وہ خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

(۴)لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (پارہ ۲۶،سورۂ الفتح،آیت ۱۸)

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی شانِ اقدس جتنی بھی تصور میں آسکتی ہے کم ہے۔ احادیث مبارکہ کی تفصیل سامنے رکھتے تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔

تلخیص الاحادیث

وہ مبارک ہاتھ جس نے چاند توڑ دیا، وہ ہاتھ مبارک جس نے چاند توڑ کر پھر جوڑ دیا، وہ ہاتھ مبارک جس نے ڈوبا سورج موڑ دیا، وہ ہاتھ مبارک جسے مس فرمایا اسے معطر کر دیا، وہ ہاتھ مبارک جس سے بے شمار امراض کو شفاء بخشی، وہ ہاتھ مبارک جس نے اندھوں کو نور بخشا۔

تفصیل الاحادیث

(۱) روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سمندر کے کنارے تشریف فرما تھے عکرمہ کہنے لگے اگر آپ نبی صادق ہیں تو سمندر کے اس پار جو پتھر ہے اسے بلائیے۔ وہ پتھر سمندر کو عبور کرے اور آپ کی تصدیق کرے مگر پانی میں نہ ڈوبے۔

فاشارالنبی ﷺ فانقلع الحجر عن مکانه وسبح حتی صاربین یدالنبی ﷺ وشهد له بالرسالة. (حجۃ اللہ صفحہ ۱۵)

حضور نے پتھر کی جانب اشارہ کیا وہ پتھر اپنی جگہ سے اکھڑا اور سمندر کو عبور کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں آ گیا اور اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ کشتی کا سمندر میں ٹھہر جانا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ پتھر کا حضور اکرم ﷺ کے حکم سے سمندر کو عبور کرنا اور رسالت کی گواہی دینا عجیب وغریب ہے۔

(۲) حضرت بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہو گئے تو میں روتا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا فرمایا کیوں روتے ہو

ماترضیٰ ان اکون انا اباک وعائشة امک فمسح علے راسی فکان اثر یده من راسی اسود و سائره ابیض وکانت فی لسانی عقدة فتفل فیها فانحلت وقال ماسمک قلت بجیر قال بل انت بشیر (خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۸۳)

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میں تمہارا باپ اور عائشہ تمہاری ماں ہوں پھر آپ نے میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اس کا یہ اثر ہوا کہ میرے سر کا وہ حصہ جہاں آپ نے ہاتھ رکھا سیاہ ہی رہا اور باقی بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا اور میری لکنت تھی

جس کی وجہ سے میں برابر بات نہیں کرسکتا تھا آپ نے اس پر تھوکا تو وہ گرہ اُسی وقت کھل گئی اور اس کے بعد فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا بحیر فرمایا نہیں بلکہ تم بشیر ہو۔

فائدہ

آپ کے لعابِ مبارک سے حضرت بشیر کی جو گرہ کھل گئی یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اس قسم کی عقدہ کشائیاں ہمیشہ ہوا ہی کرتی تھیں۔ آپ نے ان کا نام اس لئے بدل دیا کہ بحیر کے معنی بدی اور عیب کے ہیں اور آپ کو ایسا نام پسند نہ تھا جس کے معنی بُرے ہوں۔

(۳) حضرت ہلب بن یزید بن عدی حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہ گنجے تھے

فمسح النبیﷺ راسه فنبت شعره فسمی الهلب. (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۴)

تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا پس ان کے سر پر بکثرت بال اُگ آئے اسی وجہ سے ان کا نام ہلب ہو گیا۔

(۴) امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں

مسح رسول اللهﷺ علی راس صبینی به عاهة فبرا واستویٰ شعره

کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک گنجے بچے کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا تو اس کا گنجا پن جاتا رہا اور سارے بال برابر ہو گئے۔

(۵) حضرت ابو العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

عدت قتادہ بن لقمان فمر رجل

میں قتادہ کی طبع پرستی کے لئے گیا تو ایک شخص قتادہ کے پیچھے سے گزرا اور میں نے اس کی صورت قتادہ کے چہرہ میں دیکھ لی۔

فی موخر الدار فر ایة فی وجهه. (حجۃ اللہ صفحہ ۴۳۷)

فرماتے ہیں قتادہ کے چہرہ پر یہ چمک یہ دمک اس لئے تھی کہ

کان رسول اللهﷺ مسح وجهه. (حجۃ اللہ صفحہ ۴۳۷)

حضور اکرم ﷺ نے ان کے چہرہ پر اپنا دست مبارک پھیر دیا تھا۔

مدائنی نے اپنے رجال سے تخریج کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے اپنا نوری ہاتھ حضرت اُسید کے چہرہ اور سینہ پر

پھیر دیا جس کی وجہ سے اُسید کا چہرہ اس قدر روشن ہو گیا کہ

فکان اُسید یدخل البیت المظلم فیضئی. (حجۃ اللہ صفحہ ۴۳۸)

جب وہ اندھیری کوٹھڑی میں جاتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

دوسری چیزوں کو روشن و منور کرنے لگا۔ خیال تو کیجئے جس مقدس ہاتھوں نے حضرت اُسید کو ایسی بے مثل روشنی عطا فرمائی ایسے نوری ہاتھ والا کیسا روشن و منور ہو گا۔

لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے ہر مکان کا اُجالا ہمارا نبی

لا ریب دستِ کلیم منور ہے مگر سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دستِ اقدس تاریک قلوب کو روشنی بخشتا ہے اور قلوب ناس کو نورِ ایمان سے منور کرتا ہے دلوں کا ثبات علی الحق کا عطیہ فرماتا ہے۔

(٦) امام بیہقی حضرت علی سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی سرکار میں نا تجربہ کار ہوں قضا کے مفہوم کو نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے

فضرب بیدہ فی صدری ثم وقال اللھم اھد قلبہ وثبت لسانہ . (خصائص جلد ۲ صفحہ ۷۲)

اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا الٰہی ان کو احقاقِ حق کی توفیق دے اور ان کی زبان کو حق پر قائم رکھ۔

حضرت علی فرماتے ہیں اس وقت سے میں نے فریقین کے مقدمات کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہ کی

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

(۷) حضرت امام بخاری اپنی تاریخ میں حضرت حمزہ اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ سفر میں ہم حضور کے ہمراہ تھے اندھیری رات میں قافلہ کی روانگی کی تیاری ہوئی

فاضاء ت اصابعی حتی جمعوا علیھا ظھرھم وماسقط من متاعھم وان اصابعی لتنیر.

(حجۃ اللہ صفحہ ۱۷)

تو میری انگلی روشن ہو گئی اور اس کی روشنی میں صحابہ نے اپنا چھوٹا موٹا سامان ڈھونڈ کر اونٹوں پر لا دلیا اور میری انگلی روشنی کرتی رہی۔

فائدہ

حضرت حمزہ کی انگلی شرفِ صحبتِ نبوی کے باعث روشن ہو گئی اور اتنی روشن ہوئی کہ اس کی روشنی میں صحابہ نے اپنا

سامان تلاش کر کے اونٹوں پر لادلیا۔معلوم ہوا کہ حضورا کرم ﷺ کا ایسا روشن ہاتھ ہے جس نے صحابہ کے ہاتھوں کو ید بیضا بنادیا۔

(۸)ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ اندھیری رات میں حضورنمازِ عشاء کے لئے مسجد میں آئے تو راستے میں آپ کے لئے قدرتی شمع روشن ہوگئی پھر حضور نے حضرتِ قتادہ کو دیکھ کر فرمایا نماز کے بعد میرے پاس آنا مجھے تم سے کام ہے۔قتادہ نماز کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے پھر جب قتادہ اپنے گھر جانے لگے تو آپ نے انہیں کھجور کی ٹہنیاں عطا فرمائیں

فقال خذھذا یضئی لک امامک عشرا و خلفک عشرا(خصائص جلد ۲صفحہ ۸۰)

اورفرمایاانہیں اُٹھالودس (گز)تمہارے آگےاوردس (گز)تمہارے پیچھےروشن ہو جائیں گی۔

(۹)امام بخاری وبیہقی و حاکم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباد بن بشر واسید بن حضیر حضور کی خدمت میں بیٹھے اپنے مطلب کی باتیں کررہے تھے کہ رات ہوگئی اور سخت ظلمت چھا گئی پھر یہ دونوں اُٹھے اور اپنے گھر کو جانے لگےتو ایک صحابی کی لاٹھی روشن ہوگئی۔جب دونوں کی راہ جدا ہوئی تو

اضاء ت الاخری عصاہ فمشی کل واحد منھا فی ضؤء عصاء ہ حتی بلغ اھلہ . (حجۃ اللہ صفحہ ۱۷)

دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور یہ دونوں صحابی ان لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے گھر تک پہنچ گئے۔

(۱۰)امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حنین میں ہم نے حضور کی معیت میں جہاد کیا۔صورت ایسی پیش آئی کہ صحابہ کے قدا کھڑ گئے اور کافروں نے ہجوم کر کے حضورا کرم ﷺ کو گھیر لیا۔حضور ﷺ سواری سے نیچے تشریف لائے اور

ثم قبض قبضۃ من تراب ثم استقبل بہ وجوھھم. (خصائص جلد ۲صفحہ ۲۶۸)

ایک مشتِ خاک لے کر کافروں کے منہ پر ماری اور شاہت الوجوہ فرمایا۔

فائدہ

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کافر کی آنکھوں میں وہ کنکریاں بھر گئیں اور دشمن پیٹھ دکھا کر بھا گا۔سبحان اللہ!فتح وشکست حضور کے ہاتھ میں ہے حضور نے ایک مشتِ خاک سے کفار کے لشکرِ عظیم کو شکست اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ — جن سے اتنے کافروں کو دفعتۃً منہ پھر گیا

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ ان مقدس ہاتھوں سے مانگتے ہیں اور ایسی چیز مانگتے ہیں جو نہ محسوس و مبصر ہے نہ دکھتی ہے نہ اُٹھا کر دی جاسکتی ہے۔عرض کرتے ہیں

یارسول الله انی اسمع منک حدیثا فانساه فقال ابسط رداء ک فبسطت فغرف فیه ثم قال ضم فضمته فما نسیت حدیثا بعد. (بخاری)

حضور میں آپ سے حدیثیں سن کر بھول جاتا ہوں۔فرمایا اپنی چادر بچھا میں نے بچھائی آپ نے دو مٹھیاں بھر کر نہ معلوم کیا ڈال دیا پھر فرمایا سمیٹ لے میں نے چادر سمیٹ لی اس وقت سے میں کبھی کسی بات کو نہ بھولا۔

فائدہ

غرض کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو دافع البلاء و مشکل کشا ہیں، بلاؤں کو روکتے اور ہر مشکل میں دستگیری کرتے ہیں اور ہر مصیبت میں کام آتے ہیں۔مختصر یہ کہ وہ ہاتھ میں جو گرتوں کو اُٹھاتے، ڈوبتوں کو تراتے، بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں۔ یہ وہ مقدس ہاتھ ہیں جو پھوٹیں آنکھیں بینا، بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی فرماتے ہیں۔

(۱۲) ابن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ اُحد میں حضرت قتادہ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آپڑی

فردها رسول الله ﷺ بیده فکانت احسن علیه. (حجۃ اللہ صفحہ ۴۲۴)

تو حضور اکرم ﷺ نے دستِ مبارک سے ان کی آنکھ ٹھیک کر دی جو پہلی آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی۔

(۱۳) حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر

ان النبی ﷺ مسح راسه بیده وقال له بورک فیک قال الذیال فرایت حنظلة یؤتی بالشاة الوارم ضرعها والبعیر والانسان به الورم فیتفل فی یده ویمسح بصلعته ویقول بسم الله علی اثر ید رسول الله ﷺ فیمسحه ثم یمسح موقع الورم فیذهب الورم.

(خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۳، زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۱۸۶)

نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی۔حضرت ذیال فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم ہو جاتا تو اُس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور ''بسم الله علیٰ اثر ید رسول الله ﷺ'' اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اتر جاتا۔

فائدہ

یہاں یہ بات بہت یاد رکھیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حنظلہ کے بچپن میں ان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور اس کا اثر ان کی عمر بھر رہا اور وہ بھی کیسا کہ فقط وہی اس سے مستفید نہ تھے بلکہ دوسرے انسان وحیوان بھی اس سے فائدہ اور شفاء حاصل کرتے۔

دستِ مبارک کی برکت ان کے سر کے پوست پر قائم ہوئی اور جب وہ اپنا ہاتھ اس پر لگاتے تو ان کے ہاتھ میں آجاتی اور پھر وہ برکت بیمار تک پہنچتی اور وہاں جا کر یہ اثر کرتی کہ اس کو صحت ہو جاتی۔ یہ کیسی دیرپا وہ برکت تھی کہ اس کا سمجھنا عقول متوسطہ کے احاطۂ ادراک سے خارج ہے کیوں نہ ہو عقولِ متوسطہ کا تعلق جسمانیت سے ہے روحانیت سے ان کو کیا تعلق؟

جود شاہ کوثر اپنے پیاسوں کو جویا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں

حل لغات

شاہ کوثر، حضور اکرم ﷺ مراد ہیں کہ آپ ہی کوثر کے مالک ہیں۔ جویا، تلاش کرنے والا، کھوجی۔ عجب (عربی) انوکھا، نیا، عمدہ، نادر۔

شرح

حضور شہ کوثر ﷺ کا جود وکرم خود بخود پیاسوں کو تلاش کرتا ہے یہ بھی تعجب نہیں کہ پیاسے کو اس کے مانگے بغیر اس کے ہاتھ میں خود بخود پہنچ جائے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک برتن پانی کا لایا گیا

فو ضع یدہ فی الاناء فجعل الماء ینبع من بین اصابعہ فتوضا القوم قیل لانس کم کنتم؟قال ثلثماۃ

(بخاری شریف ومسلم شریف)

تو آپ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے جس سے تمام لوگوں نے وضو کیا۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ تم کتنے آدمی تھے؟ فرمایا تین سو۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے یہ کہہ کر فرمایا کہ ہم

ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے پانی ختم ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی تو فرمایا بچا ہوا تلاش کرو خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔

فجاؤ باناء فيه مآء قليل فادخل يده في الاناء ثم قال حيي على الظهور المبارك والبركة من الله وقلد رايت الماء ينبع من بين اصابع رسول الله ﷺ ولقد كنا نسمع تسبيح الطعام وهو يوكل. (بخاری شریف)

چنانچہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی حاضر کیا گیا آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا آؤ وضو کرو، پیو، یہ برکت والا، طیب وطاہر پانی اللہ کی طرف سے ہے اور بلاشبہ میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک انگلیوں میں سے پانی کے چشمے چل رہے ہیں اور جب ہم آپ کے روبرو کھانا کھاتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔

ابر نیساں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر
جمع ہیں شانِ جمالی و جلالی ہاتھ میں

حل لغات

ابر، بادل۔ نیساں، رومیوں کے ساتویں ماہ کا نام وہ ماہ جس میں بارشیں بکثرت ہوتی ہے۔ تیغ (فارسی) تلوار، شمشیر، خنجر۔ عریاں (عربی) ننگا، برہنہ۔

شرح

نبی پاک ﷺ اہل ایمان کے لئے بارشِ رحمت اور کفر کے لئے کھلی ہوئی تلوار ہیں کیسی شان والے ہیں کہ آپ کے ہاتھ شانِ جمالی بھی اور جلالی بھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ . (پارہ ۱۱، سورۃ التوبہ، آیت ۱۲۸)

اور کفار و مومنوں کے لئے فرمایا

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ. (پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲۹)

کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔

فائدہ

تفسیر مدارک میں ہے صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگے۔

کفار سے سختی کے نمونے

دورِ حاضر میں بعض سنی کہلوانے والے اور نیچری قسم کے لوگ کہتے ہیں کسی کو کچھ نہ کہو اور دلیل میں کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ دشمنوں کو چادر بچھا دیتے وغیرہ وغیرہ یہ ان کا دھوکہ وفریب ہے ہاں کفار و منافقین سے نرمی کا برتاؤ ہوا ضرور لیکن جب آیات ''سیف والقتال'' یعنی

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ا (پارہ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۹)

اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔

جیسی آیات کے نزول کے بعد کس طرح سختی کی گئی۔ غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک پھر اس کے بعد کے حالات سامنے ہوں تو پھر کسی کو کچھ نہ کہو کہنے کی جرأت نہ ہو۔ چند نمونے فقیر یہاں عرض کرتا ہے۔

(۱) امام فخر الدین رازی اسی آیۂ کریمہ میں ''سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ'' (پارہ ۱۱، سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۱) کے تحت فرماتے ہیں

روى السدى عن انس بن مالک ان النبیﷺ قام خطبنا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان انک منافق. (الحدیث)

سدی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا فرمایا نکل اے منافق۔

(۲) ابو سعود نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرمایا

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ان النبیﷺ قال خطبنا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانک منافق. (الحدیث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا نکل اے منافق۔

فائدہ

اسی طرح درمنثور میں امام سیوطی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس کی اس روایت کو ذکر کیا۔ سراج المنیر، معالم التنزیل، خازن ابن جریر، جمل اور صاوی ان سب نے اسی آیت کے تحت سدی کی اس روایت سے موافقت کی

ہےان کے علاوہ اور بہت سے جلیل القدر علماءِ فن نے بھی اس حدیث سے موافقت کی ہے اور سب کو چھوڑ یئے۔

دیوبند کے گھرکی گواہی

فرقۂ دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث سے دوجگہ موافقت کی ہے۔ایک صفحہ ٦٧٧ پر ''وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ'' کے تحت دوسری جگہ صفحہ ٢٦٨ پر ''سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ'' کے تحت لکھتے ہیں مثلاً ابن عباس کی ایک روایت کے موافق حضور نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہوکر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا

اخرج فانک منافق — یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔

منشائے ایزدی

حدیث شریف قدسی میں ہے۔تفسیر روح المعانی صفحہ ٣٥ میں حدیث قدسی منقول ہے

یقول اللہ تبارک وتعالیٰ عزتی لاینال رحمتی من لم یؤال اولیائی ویؤاد اعدائی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم جو شخص میرے دوستوں کے ساتھ دوستی نہیں کرتا اور میرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہیں کرتا وہ میری رحمت حاصل نہیں کرسکتا۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ ابو قحافہ کی زبان سے سید دو عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی سنی تو اُس کو ایک ایسا مکہ رسید کیا کہ وہ گر گیا۔جب حضور اکرم ﷺ نے پوچھا ''افعلت یا ابابکر'' اے ابو بکر تو نے ایسا کیوں کیا ہے۔عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ

قال لا تعد قال واللہ لو کان السیف قریبامنی

عرض کی یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کردیتا۔

دشمنِ احمد پر شدت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

قام رسول اللہ ﷺ یوم جمعة خطیبا فقال قم فلان فاخرج فانک منافق اخرج یافلان فانک منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم ولم یک عمر بن الخطاب شهد تلک الجمعة لحاجة کانت له فلقیهم

وهم يخرجون من المسجد فاختباء منهم استحياء انه لم يشهد الجمعة وظن ان الناس قد انصرفوا و اختباؤا هم منه وظنوا انه قد علم بامرهم فدخل المسجد فاذا الناس لم ينصرقوا فقال له رجل ابشر یاعمر فقد فضح الله تعالی المنافقین الیوم.

(تفسیر مظہری جلد۴صفحہ ۲۸۹،تفسیر ابن کثیر جلد۲صفحہ ۳۸۴،تفسیر روح المعانی جلد ۱۱صفحہ ۱۱،تفسیر خازن جلد۳صفحہ ۱۱۵،تفسیر بغوی علی الخازن جلد۳صفحہ ۱۱۵،تفسیر روح البیان جلد۳صفحہ ۴۹۳)

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن جب خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے فلان تو منافق ہےلہٰذا مسجد سے نکل جا۔حضور اکرم ﷺ نے کئی منافقوں کے نام لے کر نکالا اوران کوسب کے سامنے رسوا کیا اُس جمعہ کوحضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسجد شریف میں حاضر نہیں ہوئے تھے کسی کام کی وجہ سے دیر ہوگئی تھی۔ جب وہ منافق مسجد سے نکل کر رسوا ہو کر جارہے تھے تو سیدنا فاروقِ اعظم آرہے تھے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرم کی وجہ سے چھپ رہے تھے کہ مجھے تو دیر ہوگئی ہے لیکن منافق فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی رسوائی کی وجہ سے چھپ رہے تھے۔پھر جب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابھی جمعہ نہیں ہوا تھا بعد میں ایک صحابی نے کہا اے عمر تجھے خوش خبری ہو کہ آج اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو رسوا کر دیا ہے۔

گستاخانِ نبوت کو مسجدنبوی سے نکالاگیا

سیرت ابن ہشام میں عنوان قائم کیا ہے ”طرد المنافقون من مسجد رسول اللہ ﷺ“ اور اس کے تحت فرمایا کہ منافق لوگ مسجد نبوی میں آتے اور مسلمانوں کی باتیں سن کر ٹھٹھے کرتے، دین کا مذاق اڑاتے تھے۔ایک دن کچھ منافق مسجد نبوی شریف میں اکٹھے بیٹھے تھے آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کررہے تھے ایک دوسرے کے قریب بیٹھے تھے۔رسول اکرم ﷺ نے دیکھ کر کہا

فاخرجوامن المسجد اخراجا حنيفا رسول الله ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان منافقوں کو سختی سے نکال دیا جائے۔

صحابہ کرام کا عمل

حضرت ابوایوب خالد بن زید اُٹھ کھڑے ہوئے اور عمر بن قیس کو ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر پھینک دیا پھر حضرت ابوایوب نے رافع بن ودیعہ کو پکڑا اُس کے گلے میں چادر ڈال کر خوب بھینچا اس کے منہ پر طمانچہ مارا

اور اُس کو مسجد سے نکال دیا اور ساتھ ساتھ حضرت ابوایوب فرماتے جاتے

اف لک منافقاً   ارے خبیث منافق پر بہت افسوس ہے۔

اے منافق رسول اکرم ﷺ کی مسجد سے نکل جا اور اُدھر حضرت عمارہ بن حزم نے زید بن عمر کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور کھینچتے کھینچتے مسجد سے نکال دیا اور پھر اس کے سینے پر دونوں ہاتھوں سے تھپڑ مارا کہ وہ گر گیا۔ اُس منافق نے کہا کہ اے عمارہ تو نے مجھے بہت عذاب دیا ہے تو صحابی حضرت عمارہ نے فرمایا خدا تجھے دفع کرے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے عذاب تیار کیا ہے وہ اس سے بھی سخت تر ہے۔

فلا تقربن مسجد رسول الله ﷺ   آئندہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد مبارک کے قریب نہ آنا۔

سخت مارنا

بنو نجار قبیلہ کے دو صحابی ابو محمد جو کہ بدری صحابی تھے۔ ابو مسعود نے قیس بن عمرو کو گدی پر مارنا شروع کیا حتیٰ کہ مسجد سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جب سنا کہ حضور اکرم ﷺ نے منافقوں کو نکال دینے کا حکم فرمایا ہے۔ حارث بن عمر کو سر کے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر نکال دیا وہ منافق کہتا تھا اے ابن حارث تو نے مجھ پر بہت سختی کی ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا اے خدا کے دشمن تو اسی لائق ہے اور تو نجس ہے اور پلید ہے آئندہ مسجد کے قریب نہ آنا۔ اُدھر ایک صحابی نے اپنے بھائی زری بن حارث کو سختی سے نکال کر فرمایا افسوس ہے کہ تجھ پر شیطان کا تسلط ہے۔ (سیرتِ ابن ہشام صفحہ ۵۲۸)

مزید واقعات ''دشمن احمد (ﷺ) پہ شدت کیجئے'' میں آئیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ

درسِ عبرت

اہل انصاف کو ان واقعات سے عبرت حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ منشاءِ ایز دی اور تقاضائے حبِ رسول ﷺ یہی ہے بلکہ جملہ انبیائے کرام کی یہی سنت ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ

(پارہ ۲۸، سورۃ الممتحنہ، آیت ۴)

بیشک تمہارے لئے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بیشک ہم بیزار

ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لئے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

عقیدۂ منافقین اور ان پر سختی

مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ حجر سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک جگہ آپ کا ناقہ گم ہوگیا۔ زید بن بصیت قینقاعی منافق کہنے لگا محمد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور تم کو آسمان کی خبر دیتا ہے حالانکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کا ناقہ کہاں ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو باطلاع الٰہی یہ معلوم ہوگیا۔ آپ نے یہ فرمایا ایک منافق ایسا ایسا کہتا ہے خدا کی قسم میں وہی جانتا ہوں جو اللہ نے مجھے بتا دیا۔ چنانچہ خدا نے مجھے ناقہ کا حال بتا دیا ہے وہ فلاں درہ میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے اس سبب سے وہ رکا ہوا ہے تم جا کر لے آؤ۔ بتعمیل ارشادِ مبارک ناقہ اس درہ میں سے لائی حضور اکرم ﷺ کے ارشادِ مبارک کے وقت حضرت عمارہ موجود تھے۔ منافق مذکور حضرت عمارہ ہی کے ڈیرے میں تھا حضرت عمارہ اپنے ڈیرے میں واپس آکر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابھی ہم سے باطلاع الٰہی عجیب ماجرا بیان فرمایا کہ ایک شخص ایسا کہتا ہے۔ عمارہ کے بھائی عمرو بن حزم نے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے زید بن بصیت نے ایسا ہی کیا ہے یہ سن کر حضرت عمارہ نے زید کی گردن لکڑی سے ٹھکا دی اور کہا او دشمنِ خدا میرے ڈیرے سے نکل جا میرے ساتھ نہ رہ۔ کہا گیا ہے کہ زید مذکو بعد میں تائب ہوگیا تھا۔ (زرقانی علی المواہب)

حجر سے تبوک چار منزل ہے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی تبوک میں بیس روز حضور اکرم ﷺ کا قیام رہا۔ اہلِ تبوک نے جزیہ پر آپ سے صلح کر لی۔ ایلہ (یہ شہر بحیرۂ قلزم کے کنارے پر شام سے ملحق واقع ہے۔ وہ یہود جن پر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کا شکار سبت کے دن حرام کردیا تھا اسی شہر میں رہا کرتے تھے) کا نصرانی سردار یوحنہ بن روبہ حاضر خدمت اقدس ہوا اس نے تین سو دینار سالانہ جزیہ پر آپ سے صلح کر لی اور ایک سفید خچر پیش کیا آپ نے ایک چادر اسے عنایت فرمائی جربا ء اذرُح کے یہودیوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔

تبوک ہی سے حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو چار سو سواروں کا دستہ دے کر الیدر بن عبدالملک کندی نصرانی سردار دومۃ الجندل کے زیر کرنے کے لئے بھیجا اور فرمادیا کہ تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے۔ اکیدر دومۃ الجندل کے قلعہ میں رہا کرتا تھا جب حضرت خالد قلعہ کے پاس پہنچے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا چاندنی رات تھی کہ ایک نیل گائے جنگل سے آکر قلعہ کے دروازے پر سینگ مارنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کے لئے قلعہ سے اتر آیا۔

اثنائے شکار میں حضرت خالد کے دستہ نے اس پر حملہ کیا اور گرفتار کر کے مدینہ میں لے آئے اس نے بھی جزیہ پر صلح کرلی۔

فائدہ

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے علم غیب کا انکار منافقوں کو تھا اور ہے اور اقرار صحابہ کو تھا یا اب عشاقِ نبی ﷺ کو ہے۔

طریقۂ منافقین

منافق ہمیشہ اس امر کے در پے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دیں۔ اس غرض سے انہوں نے اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر فاسق جو انصار میں سے تھا عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ غزوۂ خندق تک حضور اکرم ﷺ سے لڑتا رہا۔ جب ہوازن بھاگ گئے تو وہ شام میں بھاگ گیا تھا اس نے وہاں سے ان منافقین کو کہلا بھیجا کہ تم مسجد قباء کے متصل اپنی مسجد بنالو اور سامانِ حرب تیار کرلو میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور رومیوں کی فوجیں لاتا ہوں تاکہ محمد اور اس کے اصحاب کو ملک سے نکال دیں۔ چنانچہ منافقوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد بنائی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر درخواست کی کہ ہم نے بیماروں اور معذروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپ قدم رنجہ فرما کر اس میں نماز پڑھائیں اور دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اب غزوۂ تبوک پر جا رہا ہوں واپس آ کر ان شاء اللہ حاضر ہوں گا چنانچہ جب آپ مہم تبوک سے واپس ہو کر موضع ذواوان میں پہنچے جو مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ہے تو یہ آیتیں نازل ہوئیں

وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفۡرًا وَّ تَفۡرِیۡقًۢا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ اِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَ لَیَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ لَا تَقُمۡ فِیۡہِ اَبَدًا ؕ لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡہِ ؕ فِیۡہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَہَّرُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُطَّہِّرِیۡنَ

(پارہ ۱۱، سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷، ۱۰۸)

اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں۔ اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا بیشک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیز گاری پر رکھی

گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہیے اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

پس حضور اکرم ﷺ نے حضرت مالک بن دخشم اور معن بن عدی عجلانی کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد ضرار کو گرا دو اور جلا دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ

یہ طویل مضمون ہے حضور سرورِ عالم ﷺ کی رحمت مخصوص امت بالخصوص اہل ایمان پر ڈھکی چھپی نہیں ایسے ہی صحابہ کرام اور اولیائے عظام کی بھی آپس میں محبت و شفقت مشہور و معروف ہے۔ یہاں صرف پہلے مضمون پر طوالت اس لئے کی گئی ہے کہ ہمارے دور میں صلح کلیوں کو زور ہوتا جا رہا ہے اور ہمارا تجربہ ہے کہ اعدائے اسلام سے صلح کُلی قسم کے لوگ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو اعدائے دین اور صلح کُلیوں کے فتنہ سے محفوظ و مامون رکھے۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

شرح

حضور نبی پاک ﷺ بظاہر تو کچھ اپنے پاس نہیں رکھتے لیکن دونوں جہانوں (جملہ عالمین) کی نعمتیں اپنے خالی ہاتھوں میں رکھے ہوئے ہیں۔

نعمتیں خالی ہاتھ میں

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے وہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کی دونوں جہانوں کی نعمتیں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔

احادیث مبارکہ

حضور سرورِ عالم ﷺ کے اختیارِ کُل کے متعلق اشعار کے تحت فقیر جلد اول و دوم میں تفصیل سے لکھ آیا ہے۔ یہاں شعر مبارک کی مناسبت سے چند روایات عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض اومفاتیح الارض.

(رواہ البخاری جلد۲صفحہ ۹۷۵،جلد۲صفحہ ۵۵۴،رواہ مسلم جلد۲صفحہ ۲۵)

بیشک میں زمین کے خزانوں یا زمین کی کنجیاں عطا کیا گیا ہوں۔

فائدہ

الارض سے صرف ایک زمین نہیں بلکہ ساتوں زمینیں مراد ہیں جیسے اصول کا قاعدہ ہے اس معنی پر بھی ہیں کیونکہ

محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا

(۲) حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے بعد ایک کہنے والا

یقول قبض محمد علی مفاتیح النصرة ومفاتیح الریح ومفاتیح النبوة بخ بخ قبض محمد ﷺ علیٰ الدنیا کلها لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضته. (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۸)

کہہ رہا تھا کہ محمد (ﷺ) نے نصرت کی کنجیوں اور نفع کی کنجیوں پر قبضہ فرمالیا ہے۔ واہ واہ محمد ﷺ نے ساری دنیا پر قبضہ کرلیا کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو آپ کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا

اعطیت الکنزین الاحمر والابیض. (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲)

مجھ کو دو خزانے اور سفید یعنی سونا اور چاندی عطاء فرمائے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اوتیت مفاتیح کل شئی. (مسند احمد، طبرانی، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۹۵)

مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اوتیت خزائن الارض فوضع فی یدی. (بخاری جلد ۲صفحہ ۱۰۴۲، مسلم جلد۲صفحہ ۲۴۴)

میں زمین کے تمام خزانے دیا گیا ہوں اور وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیئے گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاء نی بها جبریل علیه قطیفة من سندس.

(خصائص کبریٰ جلد۲صفحہ ۱۹۵، زرقانی علی المواہب جلد ۵صفحہ ۲۶۰، سراج المنیر جلد ا صفحہ ۴۳)

میں ساری دنیا کی کنجیاں دیا گیا ہوں۔ جبریل امین ان کو ابلق گھوڑے پر رکھ کر میرے پاس لائے اور ان کنجیوں پر ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی۔

مزید روایات و تحقیق و تفصیل فقیر کے رسالہ ''خزائن اللہ فی ید حبیب اللہ'' میں پڑھیئے۔

سایۂ افگن سر پر ہو پرچمِ الٰہی جھوم کر
جب لواءِ الحمد لے اُمت کا والی ہاتھ میں

حل لغات

پرچم، کپڑا جو نیزہ پر باندھتے ہیں (جھنڈا وغیرہ) جھوم کر، لہرا کر، خوب زور سے۔ لواء الحمد، حمد کا جھنڈا۔ امت کا والی یعنی حضور اکرم ﷺ۔

خلاصہ

قیامت کے دن جب حضور اکرم ﷺ لواءِ الحمد ہاتھ مبارک میں لے کر شفاعت کے لئے میدانِ حشر میں تشریف لائیں گے تو پھر رحمتِ الٰہی جوش میں آئیگی کہ پھر خود پرچمِ الٰہی خوب زور سے ہمارے سرورں پر سایہ فگن ہوگا۔

شرح

اس شرح میں امامِ اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ کی محبت (جو اسے رسول اللہ سے ہے) کا اظہار فرمایا ہے کہ پہلے تو اللہ غضب وقہر سے ہر ایک پر رحمت کے دروازے بند کئے ہوئے ہوگا لیکن جونہی حضور اکرم ﷺ شفاعت کے لئے جھنڈا جسے لواء الحمد کہا جاتا ہے اُٹھا کر میدانِ حشر میں نزولِ اجلال فرمائیں گے تو اللہ کی بے نیازو بے پرواہی رحمت سے یوں بدل جائے گی کہ خود اس کی رحمت کا پرچم جھوم جھوم کر ہم بیکاروں پر سایہ فگن ہوگا۔

فائدہ

اس میں جہاں شفاعت کا اثبات ہے وہاں یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور سرورِ عالم ﷺ کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ قیامت میں صرف اور صرف آپ کی ہی شان وشوکت کا بول بالا ہوگا۔

لواء الحمد

یہ بھی سرورِ عالم ﷺ کے مقاماتِ عالیہ میں سے ایک مقام ہے کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سمیت حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونگے اس مرتبہ اور مقام کا ذکر متعدد دفعہ خود

سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

احادیث مبارکہ

(۱) ''لوائے حمد'' میرے ہاتھ میں ہوگا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو کسی نہ کسی خصوصی دعا کا حق دیا گیا ہے جس کو اس نے اس دنیا میں پورا کرلیا مگر میں نے اپنی امت کے لئے شفاعت کی دعا محفوظ رکھی ہے۔قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا مجھے اس پر فخر نہیں میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا۔

وبیدی لواء الحمد و لا فخر ادم فمن دونه تحت لوائی و لا فخر. (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۸۱)

اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر مجھے فخر نہیں آدم اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام انبیاء پر مجھے چھ ایسی چیزوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئی۔ مجھے اگلے اور پچھلوں پر مغفرت کی بشارت دی گئی ہے مجھ پر مالِ غنیمت حلال کردیا گیا، میری امت کو تمام امم سے بہتر اور تمام روئے زمین کو میری خاطر مسجد بنا دیا گیا اور پاک کردیا گیا، مجھے حوضِ کوثر عطا کیا گیا، مجھے رعب و دبدبہ دیا گیا۔

والذی نفسی بیدی ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامة تحته ادم فمن دونه .

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۶۹)

قسم مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزِ قیامت تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء ہوں گے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لوگوں کو اُٹھایا جائے گا تو میں پہلا شخص ہوں گا جب لوگ اکٹھے ہوکر آئیں گے میں ان کا خطیب بنوں گا، لوگ جب مایوس ہوجائیں گے تو میں انہیں بشارت کے ذریعہ سہارا دوں گا۔

لواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد ادم علیٰ ربی ولا فخر

اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کی بارگاہ میں بنی آدم میں سب سے مکرم و معزز ہوں مگر مجھے اس

پر فخر نہیں۔

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا یہی ارشادِ گرامی ان الفاظ میں نقل ہے

بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبي یومئذ ادم فمن سواء الا تحت لوائی.

(الترمذی، کتاب المناقب)

حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔

لواء الحمد کے نیچے کون

تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کے طفیل ان کی امتیں بھی اور حضور اکرم ﷺ کی امت کو ایک خصوصی مقام حاصل ہوگا۔

احادیث مبارکہ

(۱) حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت عیسیٰ کا اپنا کلمہ وروح اور حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا۔ یارسول اللہ! "فماذا اعطیت انت؟" آپ کو کون سا خصوصی درجہ دیا گیا ہے؟

آپ نے فرمایا

ولد ادم کلھم تحت رایتی یوم القیامة وانا اول من تفتح له ابواب الجنة. (ابن عساکر ابو نعیم)

روزِ قیامت تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں جس کی خاطر جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دوسری روایت میں مومنین کا ذکر بھی ہے

وتحة ادم ومن دونه ومن بعدمن المومنین . (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ا صفحہ ۶۴)

اس کے نیچے آدم و دیگر انبیاء اور تمام مومن ہونگے۔

اس سے بڑھ کر کسی شخصیت کو کیا مرتبہ مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اس کے دامنِ رحمت کی پناہ میں ہوں گے۔

(۳) ابن جریر و ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت میں میں اور میری ایک امت ایک بلند ٹیلہ پر تمام مخلوق کا نظارہ کریں گے اس وقت ہر ایک کی یہی خواہش ہوگی کہ وہ ہم میں سے ہوتا۔ (الحدیث) (جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۶۵۱)

(۴) فرمایا قیامت کے دن جب اکٹھے ہونگے تو میں اور میری امت ایک اونچے ٹیلے پر ہونگے۔ (ایضاً)

انبیاء علیھم السلام لواء الحمد کے تلے کیوں

حضرت علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور اکرم ﷺ نبی الانبیاء ہیں اس لئے اللہ نے آپ کی تعظیم دنیا و آخرت میں ظاہر فرمائی آخرت میں تو اس طرح کہ اس دن تمام انبیاء علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کے پرچم تلے ہوں گے اور دنیا میں اس طرح کہ لیلۃ المعراج میں سب کی امامت حضور اکرم ﷺ نے کی۔

(جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۸۱۷)

ناامیدوں کی امیدیں بر لانے والا ﷺ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اذا یئسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی۔ (رواہ الدارمی مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴)

قیامت کے دن جب تمام لوگ ناامید ہو جائیں گے لیکن کرامت اور کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے ۔۔۔ محبوب کیا مالک کیا مختار بنایا

جنت کا دروازہ

وہ حضور اکرم ﷺ ہی ہیں جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور داروغۂ جنت عرض کریگا

بک امرت ان لا افتح لا حد قبلک

مجھے حضور اکرم ﷺ ہی کے لئے حکم تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

جنت و دوزخ کی کنجیاں

وہ حضور اکرم ﷺ ہی ہیں جن کے لئے عرصاتِ محشر میں جبکہ اولین و آخرین کا مجمع ہوگا عرش کے دائیں بائیں نور کے دو منبر بچھائے جائیں گے اور دوزخ و جنت کے خازن جنت و دوزخ کی کنجیاں حضور اکرم ﷺ کے سپرد کر دیں گے

اورعزت وکرامت کی کنجیاں حضورا کرم ﷺ کے ہاتھ میں ہوں گی۔

اعزاز وعزت

وہ حضورﷺ ہی ہیں جن کی ایک ممتاز حیثیت ہوگی تمام انبیاء کرام حشر کے میدان میں چار پاؤں پر سوار ہوکر آئیں گے اور

ابعث علی البرق　　　حضور براق پرجلوہ فرما ہوں گے

اور رضوانِ جنت صرف حضورﷺ ہی کی تعظیم کے لئے قیام کریگا اورعرض کریگا

لا افتح لاحد قبلک ولا اقوم لاحد بعدک

حضورا کرم ﷺ سے پہلے نہ کسی کے لئے جنت کا دروازہ کھولوں اور آپ کے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔

حضوراکرم ﷺ کا تخت

وہ حضورﷺ ہی ہیں کہ عرصاتِ محشر میں جن کا تخت سب کے تختوں سے اُونچا ہوگا

هو وامة علیٰ کوم فوق للناس

حضورا کرم ﷺ اور آپ کی امت روزِ قیامت سب سے اونچے مقام پر ہوگی۔

اور ہر نبی کے لئے ایک نور کا منبر ہوگا اور حضورا کرم ﷺ کے لئے سب سے زیادہ بلند نورانی منبر ہوگا جس پر حضورا کرم ﷺ تشریف فرما ہونگے۔

دیدارِ باری تعالیٰ

وہ حضورﷺ ہی ہیں جو سب سے پہلے دیدارِ باری تعالیٰ سے مشرف ہونگے جب آپ منبر سے اتر کر جنت میں تشریف لے جائیں گے تو رب تعالیٰ تجلی فرمائے گا

ولم یتجلی لشیئ　　　اور یہ تجلی حضورا کرم ﷺ سے پہلے کسی کے لئے نہ ہوگی۔

وہ حضورﷺ ہی ہیں جو سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

الجنة حرام علی الانبیاء حتی ادخلها وحرمت علی الامم حتی تدخلها

اور حضورا کرم ﷺ سے پہلے انبیاء کو اور حضورا کرم ﷺ کی امت سے پہلے اور امتوں کو جنت میں داخلہ حرام ہوگا۔

ہر خطِ کف ہے یہاں اے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں

حل لغات

کف، ہاتھ کی ہتھیلی۔ دست، ہاتھ۔ بیضا، سفید۔ کلیم، موسیٰ علیہ السلام۔ موجزن، اسم فاعل ترکیبی ہے، موج مارنے والا، موج بمعنی پانی کی لہر، اب معنی ہوا لہراتا ہوا موج مارنے والا۔

خلاصہ

اے کلیم خدا کے ید بیضاء تیرا کمال بھی سبحان اللہ لیکن ہمارے نبی پاک ﷺ کا کمال بے مثال ہے کہ آپ کے ہاتھ کی ہر لکیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت رکھی ہے کہ اس کی ہر لکیر سے دریائے نور موجزن ہے۔

شرح

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ید بیضاء مشہور ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے

وَّ نَزَعَ یَدَہٗ

اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا

ھِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ

تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۰۸)

اور ''خرقا للعادۃ'' ہاتھ مبارک سے نور کی شعاعیں تھیں۔

فائدہ

مروی ہے کہ جب فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ دکھایا تو اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ یہ آپ کا ہاتھ ہے پھر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو ایسا نورانی تا کہ اس کے نور کے شعاع سے سورج بے نور ہو گیا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ والے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا یدبیضاء

موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ مبارک نورانی تھا لیکن نور گر نہ تھا اور حضور اکرم ﷺ کے ید بیضاء کا کمال یہ تھا کہ دوسروں کو نور علیٰ نور بنا دیا۔ اس کا شاہد قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صفت ''سِرَاجًا مُّنِیۡرًا'' بخشی ہے ''مُّنِیۡرًا'' بمعنی نور عطا

کرنے والا اوراس کی شواہدا حادیث میں بے شمار ہیں چند نمونے عرض ہیں۔

(۱) احد میں حضرت قتادہ کی آنکھ ضائع ہوگئی حتی کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو اس جگہ پر رکھ کر اپنے دستِ اقدس سے ٹھیک کر دیا۔ عاصم بن عمر بن قتادہ کہتے ہیں

فکانت احسن عینیه واخذهما وان قتادة کان حدیث عهد بعرس. (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۶)

یعنی حضرت قتادہ کی دونوں آنکھوں میں سے وہ آنکھ زیادہ خوبصورت تھی جسے حضور ﷺ نے جوڑ کر ٹھیک کر دیا تھا اور حضرت قتادہ کی ان دنوں نئی شادی ہوئی تھی۔

(۲) حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہورہی تھی دیر تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔

وقال انطلق به فانه سیضیٔ لک من بین یدیک عشرا ومن خلفک عشرا فاذا دخلت بیتک فستریٰ سوادا فاضی به حتی یخرج فانه الشیطان فانطلق فاضاء له العرجون حتی دخل بیته ووجد السواد فضی به حتی خرج . (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۲۱۹، زرقانی علی المواهب جلد ۵ صفحہ ۱۹۵)

اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لئے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہوگے تو تم ایک سیاہی کو دیکھو گے تو اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ پھر حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئے اور اندر جاتے ہی انہوں نے اس سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

(۳) دستِ مبارک کی برکت سے شاخ کا روشن ہوجانا اور اس کے مارنے سے شیطان کا گھر سے نکل جانا بظاہر تعجب خیز ہے مگر جب ایمانی نگاہ سے دست مبارک کی برکتوں اور تاثیروں کو دیکھا جائے تو کوئی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ حضور ﷺ کا دست مبارک دست قدرت ہے اور اس دست مبارک میں ہر قسم کی قدرت عطاء کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ جس ارادہ سے دست مبارک کو عمل میں لاتے دست مبارک سے فوراً اس کا ظہور ہو جاتا۔

فائدہ

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں کے کس قدر خیر خواہ ہیں کیونکہ حضرت قتادہ نے کوئی شکایت نہیں کی کہ میرے گھر میں شیطان یا آسیب ہے حضور اکرم ﷺ نے خود ارشاد فرما کر اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی

بتلا دی بلکہ ایسی چیز ان کوعطا فرمائی جس کے استعمال سے شیطان خود ہی بھاگ جائے۔

(۴)حضرت عائذ بن سعید جسری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ میرے چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیجئے اور دعائے برکت فرمائیے۔حضور اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا اس وقت سے حضرت عائذ کا چہرہ تروتازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔

وہ گراں سنگی قدر مس وہ ارزانی جود

نوعیہ بدلا کئے سنگ ولآلی ہاتھ میں

حل لغات

مس (بالکسر فارسی) تانبہ جومشہور دھات ہے۔ارزانی (فارسی) کثرت اور ستاپن۔نوعیہ از نوع ڈھنگ،شکل لآلی لؤلؤ کی جمع ہوتی ہے،موتی،گوہر۔

شرح

وہ سخت پتھر جیسے ہی ہو آپ صرف تھوڑی سی جودوسخا کی دھات سے اس پر نوازش فرمائیں تو پھر اس کے ڈھنگ دیکھیں کہ وہ آپ کے دستِ اقدس کی برکت سے موتی اور جوہر کی حالت میں تبدیل ہو جائیں گے۔

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سونے کا ڈھیلا

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مہر نبوت و دیگر آثار سے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہوئی تو عرض کی یارسول اللہ دوسو سال کے متلاشی حق کو سکینت نصیب ہوگئی۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مالک ظالم وسخت گیر تھا ان کو عبادت کرنے یا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کی مہلت ہی نہ دیتا تھا۔انہوں نے بارگاہِ رسالت میں رورو کر اپنی داستان کہہ سنائی ارشاد ہوا اپنے مالک سے مکاتبت کرلو۔حضرت سلمان نے مالک سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اس نے چند اوقیہ (ایک پیمانہ) سونا اور تین سو کھجور کے درختوں کے باغ لگانے کی شرط پیش کی۔حضرت سلمان نے حضور ﷺ کی خدمت میں شرائط معاہدہ بیان کر کے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اتنی مقدار میں سونا کیسے فراہم کرسکوں گا اور کھجور ۱۳ سال بعد پھلتا ہے اس طرح غلامی سے تیرہ برس تک تو نجات ہی نہ ملے گی آپ نے فرمایا ساری شرائط قبول کرلے۔

اسی دوران کسی نے کبوتر کے انڈے کے برابر سونا بارگاہِ رسالت میں پیش کیا آپ نے قبول فرما کر سلمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کردیا اور پہلی قسط تو ادا کرو اور باغ کے سلسلے میں گڑھے کھود کر تیار رکھنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا میں خود درخت اپنے ہاتھوں سے لگاؤں گا۔ اوقیہ (سونا) حضرت سلمان نے مالک کے دیکھ کر فرمایا اسے تول لیجئے آپ کی شرط سے کم ہوا تو کمی پوری کردوں گا اس نے سونا تولا تو حضور اکرم ﷺ کی برکت سے ہر وزن سے وہ سونا زائد نکلا۔ دوسری شرط کے لئے حضور ﷺ کے حکم پر صحابہ نے درخت مہیا کر دیئے گڑھے کھود کر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی۔

حضور اکرم ﷺ نے ہر گڑھے میں اپنے دست مبارک سے درخت لگائے قدرتِ الٰہی ایک سال میں بار لے آئے اس طرح سے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت مجاہدات کے بعد آزادی نصیب ہوئی۔

(آئینہ حرم صفحہ ۱۸۲،۱۸۳ او خصائص کبریٰ للسیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

۱۹۶۸ء میں مصنف آئینہ حرم نے صفحہ ۱۸۳ میں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے لگائے ہوئے درختوں کے بچوں کے بچے دو درخت آج بھی موجود ہیں اور ان درختوں کے کھجور فی ریال دو عدد کے حساب سے فروخت کرتا ہوں۔

باغِ سلمان فارسی کے پھل بازار لے جانے کی نوبت نہیں آئی بلکہ زائرین کے ہاتھوں پوری فصل بک جاتی ہے۔

فقیر اُویسی غفرلہ ۱۳۹۹ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا باغ میدان بن چکا تھا کوئی پھل دار کھجور درخت وغیرہ نہ تھا۔ سنا گیا کہ اس سال ایک کھجور مبارک تھا جسے نجدیوں نے تبرک کے خطرہ سے کٹوا کر کہیں پھینکوا دیا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

دستگیر ہر دوعالم کر دیا سبطین کو
اے میں قربان جانِ جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں

حل لغات

دستگیر، مدد کرنے والا۔ سبطین، سبط کا تثنیہ بکسر السین (عربی) اولاد کی اولاد زیادہ تر نواسے کے لئے مخصوص ہے جیسے پوتے کے لئے۔ کیا، استفہام لی، پکڑی، یعنی کیا خوب انگلی پکڑی۔

خلاصہ

اے نبی پاک ﷺ آپ نے دونوں صاحبزادوں یعنی حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دونوں جہانوں کا دستگیر بنادیا آپ پر قربان جاؤں آپ نے ان دونوں کی ان کے بچپن میں انگلی پکڑی اور کیا خوب پکڑی کہ انہیں کونین کا دستگیر بنادیا۔

شرح

دستگیر ہر دو عالم میں حضور اکرم ﷺ کے مختار کُل ہونے کے عقیدہ کا اظہار ہے اور یہی عقیدہ سیدہ عالم خاتونِ جنت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں شہزادوں کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کی یارسول اللہ ﷺ

قال نعم اما الحسن فقد نحلة علمي وهيئتي واما الحسين فقد نحلة شجاعتي وجودي.

(ابن عساکر)

یارسول اللہ ان دونوں کو کچھ عطاء فرمایئے فرمایا ہاں حسن کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

جب حضور اکرم ﷺ کا جس مرض میں وصال ہوا تو خاتونِ جنت دونوں شہزادوں کو لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا

هذا ابناى فور لهما شيئا قال اما حسن فله هيئبتي وسروری واما حسين فل جرأتي وجودی. (الطبرانی الکبیر)

یہ میرے دو بیٹے ہیں انہیں کچھ عطا فرمایئے آپ نے فرمایا حسن اپنی ہیبت وسرور بخشا اور حسین کو جرأت وجود وسخا عطا کیا۔

فائدہ

احمد رضا قدس سرہ نے یہ احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حلم ومحبت وجود وشجاعت اور رضا ومحبت کچھ اشیائے محسوسہ واجسامِ ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اُٹھا کر دیئے جائیں اور بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال بصیغہ عرض ودرخواست تھا کہ حضور انہیں کچھ عطاء فرمائیں جسے عرف نحاۃ (نحویوں) میں صیغۂ امر کہتے ہیں اور وہ زمان استقبال کے لئے خاص ہے کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانہ حال منقضی (ختم) ہو جائیگا کے بعد قبول ووقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آ جائیگا اگر چہ بحالت فورواتصال اسے عرفاً زمانہ حال کہیں بہرحال درخواست وقبول کو زمانہ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں۔

اب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "نعم" ہاں دونگا لاجرم یہ قبول زمانہ مستقبل کا وعدہ ہوا

فان السوال معاد في الجواب اى نعم انحلهما

اس لئے کہ سوال جواب میں لوٹایا گیا یعنی کہا گیا ہے کہ ہاں میں انہیں عطاء کرونگا کے متصل ہی فرماتے ہیں (ﷺ) کہ میں نے اپنے اس شہزادے کو یہ نعمتیں دیں اور اس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں۔ یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں اور اس سے زبان وعدہ تھا اور زبان وعدہ عطاء نہیں کہ وعدہ عطاء پر مقدم ہوتا ہے۔ لا جرم یہ صیغے اخبار کے نہیں بلکہ انشاء ہیں جسے بائع ومشتری کہتے ہیں۔ ''واشتــــــریــــــت'' نے بیچی میں نے خریدی یہ صیغے کسی گذشتہ خرید وفروخت کے خبر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ انہیں سے بیع وشرا پیدا ہوتی ہے انشاء کی جاتی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ نے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اسے یہ دیا اسے یہ دیا علم ہیبت وجود وشجاعت ورضا ومحبت کی دولتیں شہزادوں کو بخش دیں یہ نعمتیں خاص وائن ملک السموات والارض کی ہیں۔ جل جلالہ

ایں سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تو وہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس کے فرمانے سے ہی وہ نعمتیں حاصل ہو جائیں قطعاً یقیناً وہی کرسکتا ہے جس کا ہاتھ وہاب رب الارباب پر پہنچتا ہے جسے اس کے رب الارباب جل وعلا نے عطاء فرمانے کا اختیار دیا ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جوہر منظم میں فرماتے ہیں

هو ﷺ خليفة الله الاعظم الذى جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وارادته يعطى من يشاء . (الامن والعلی صفحہ ۹۰،۹۱)

آپ ﷺ ہیں اللہ کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں میں مطیع، اے کے ارادے کے زیر فرمان کر دیئے جسے چاہتے ہیں عطاء فرماتے ہیں۔

تعارف امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نصف رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے حضور سرورِ عالم ﷺ نے آپ کا حسن نام رکھا ساتویں دن عقیقہ کیا اور فرمایا کہ بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔

فضائل از احادیث مبارکہ

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ نے ایک دن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاندھے پر بٹھا رکھا تھا کسی نے کہا اے بچے تو اچھی سواری پر سوار ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ سوار بھی تو اچھا ہے۔

(۲) حضور اکرم ﷺ نے امامِ حسن کی نسبت فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث

دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرا دے۔ (بخاری شریف جلد ۴ صفحہ ۲۲۹)

علم غیب

اس حدیث شریف میں جیسے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم منقبت ہے اس سے حضور سرورِ عالم ﷺ کے علم غیب کا ثبوت بھی ہے کہ جیسے فرمایا ویسے ہوا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوجِ جرار جانثاران کے ساتھ عین میدان میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور صلح کو ترجیح دی باوجودیکہ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی تھے جنہوں نے ان سے موت پر بیعت کر رکھی تھی۔

(۳) امام احمد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور ہونٹوں کو چوستے تھے اور اللہ تعالیٰ اس زبان اور ان لبوں کو کبھی عذاب نہیں دیگا جن کو حضور اکرم ﷺ نے چوما ہو۔

(۴) شیخ علی القاری نے شرح مشکوۃ میں عبداللہ بن بریدہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں آپ کو ایسا ہدیہ دوں گا جو نہ آپ سے پہلے کسی کو دیا اور نہ آپ کے بعد کسی دونگا چنانچہ چار لاکھ نقد ہدیہ دیا جو آپ نے قبول فرمالیا۔

امام حسن کا وظیفہ اور زیارتِ رسول ﷺ

حاکم اور بخاری نے بروایت ہشام بن محمد ان کے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ تھا ایک سال وہ وظیفہ رک گیا آپ کو شدید تنگی پیش آئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے قلم دوات منگوائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر یاددہانی کراؤں لیکن پھر میں رک گیا خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی فرمایا حسن! کیسے ہو۔ عرض کیا ابا جان خیریت سے ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت بھی عرض کی فرمایا قلم دوات منگوا کر تم اپنی جیسی مخلوق کو یاددہانی کا خط لکھنے لگے تھے؟ عرض کیا ہاں یارسول اللہ! تو میں کیا کروں؟ فرمایا یہ دعا پڑھ۔

دعائے حل المشکلات

اللھم اقذف فی قلبی رجاء ک و اقطع رجائی عمن سواک حتی لاارجو ا احدا غیرک اللھم وما ضعفت عنه قوتی وقصی عنه عملی ولم تنته الیه رغبتی ولم تبلغه مسالتی ولم یجر علی لسانی مما

اعطیت احدا من الاولین والاخرین عن الیقین فخصنی به یا رب العالمین.

اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے ماسوا کی امیدیں کاٹ دے یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے کچھ امید نہ رکھوں۔ اے اللہ! جس یقین سے میری قوت کمزور ہے جس سے میرا عمل کوتاہ ہے جس کی طرف میری رغبت نہیں پہنچ سکتی نہ میرا سوال اس کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہوسکتا ہے ایسا یقین جو تو نے اولین وآخرین میں سے کسی کو عطاء فرمایا مجھے اس کے لئے مخصوص کر دے اے رب العالمین۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے ابھی ایک ہفتہ بھی یہ دعا نہیں کی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پندرہ لاکھ کا عطیہ موصول ہوا میں نے کہا اس اللہ کا شکر ہے جو اپنی یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا اور اپنے سے مانگنے والے کو نامراد نہیں رکھتا۔

مجھے خواب میں دوبارہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا حسن کیسے ہو؟ عرض کیا الحمد للہ خیریت سے ہوں اور اپنا قصہ عرض کیا۔ فرمایا بیٹا جو شخص خالق سے امید وابستہ کرے اور مخلوق سے امید نہ رکھے اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ ہوتا ہے۔

سیرتِ امام حسین

حسین نام، ابوعبداللہ کنیت، سید شباب اہل جنت و ریحانت النبی لقب، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم والد اور بتول زہرہ جگر گوشۂ رسول اللہ ﷺ آپ کی والدہ محترمہ ہیں۔

خوابِ ولادت

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی ایک روایت میں آتا ہے کہ ابھی آپ شکمِ مادر میں تھے کہ حضرت حارث کی صاحبزادی نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم کا ٹکڑا کاٹ کران کی گود میں رکھ دیا گیا تھا۔ وہ نیند سے بیدار ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں داخل ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک ناگوار اور ڈراؤنا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے بیان تو کرو انہوں نے عرض کی کہ وہ اتنا بھیانک خواب ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں تم اپنا خواب بیان کرو۔ رسول اللہ ﷺ کے اصرار پر خواب بیان کیا گیا آپ نے فرمایا اس میں پریشانی اور اضطراب کی کون سی بات ہے یہ تو بڑا مبارک خواب ہے اللہ تعالیٰ حضرت فاطمۃ الزہرہ کولڑکا عطاء کریگا اور تم اسے گود میں لے کر کھلاؤ گی۔

اس خواب کی تعبیر ۵ شعبان ۴ھ کو ظاہر ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کاشانہ ولایت میں حضرت حسین پیدا ہوئے۔

حسین کے کان نبوی اذان

حضورا کرم ﷺ کو جب اس مولودِ مسعود کا علم ہوا تو آپ خوشی خوشی تشریف لائے اور فرمایا کہ بچے کو لاؤ میں اسے دیکھوں بچہ حاضر کیا گیا آپ ﷺ نے اس کے کان میں اذان کہی گویا امام حسین کے کان میں توحید الٰہی کی پہلی آواز زبانِ وحی والہام سے پہنچی۔

عقیقہ

اذان سے فارغ ہونے کے بعد حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کہ بچہ کا عقیقہ کرو اور اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرو۔ جنابِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والدمحترم کے ارشاد کے بموجب بچہ کا عقیقہ کیا اور اس کے سر کے بالوں کے برابر تول کر چاندی خیرات کر دی۔

حالاتِ حسین

حضرت حسین کے بچپن کے حالات بہت کم ملتے ہیں البتہ یہ یقینی امر ہے کہ آپ والدین کے بہت لاڈلے اور پیارے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ آپ سے محبت کرتے تھے اور تقریباً ہر روز حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھنے کے لئے حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لے جاتے اور دونوں کو بلا کر پیار کرتے اور کھلاتے تھے دونوں بھائی آپ سے بہت مانوس بلکہ شوخ ہو گئے تھے آپ ان کی شوخیاں دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے کہ ناگہاں حضرت حسن اور حضرت حسین نمودار ہوئے دونوں کے کُرتے سرخ رنگ تھے اور صغرسنی کی وجہ سے چلنے میں لڑکھڑاتے تھے آپ نے ان کو دیکھا خطبہ موقوف کر دیا۔ منبر سے اُتر کر دونوں کو گود میں لے لیا اور اپنے پاس منبر پر بٹھالیا۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حسین کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا جس نے مجھے دوست رکھا اس نے حق تعالیٰ کو دوست رکھا جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت حسین کی عمر چھ سات سال زیادہ نہ تھی جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اس واسطے انہیں رسول اللہ ﷺ

کی صحبت سے پورا پورا فیضان حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بھی آپ کم سن ہی تھے اس لئے اس دور کے جہادوں میں آپ شرکت نہ فرما سکے البتہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے سچے عاشق اور جانثار تھے اس واسطے خانوادۂ رسول ﷺ سے آپ کا محبت رکھنا ایک فطری امر تھا۔ جب آپ وفات پا گئے اور دورِ فاروقی کا آغاز ہوا تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ پر بہت شفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے چنانچہ جب بیت المال سے مسلمانوں کے وظیفے مقرر ہوئے تو آپ کا وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر کیا حالانکہ اصحابِ بدر کے لڑکوں کے وظیفے دو ہزار سے زیادہ نہ تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ توجہ آپ کے حال پر تھی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ یمن کے عامل نے کچھ حلے مدینہ منورہ بھیجے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں تمام صحابہ میں تقسیم کر دیا چنانچہ لوگ حلے پہن پہن کر شکریہ ادا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اسی اثناء میں حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنابِ سیدہ کے گھر سے باہر نکلے۔ حضرت عمر کی نظران پر پڑی دیکھا کہ ان کے جسم حلوں سے خالی ہیں آپ بے قرار ہو گئے اس پریشانی کے عالم میں آپ کی جبین عدالت پر شکن نمایاں ہوئے۔ صحابہ کو فرمایا تم دیکھتے نہیں کہ ان لڑکوں کے جسم حلوں سے خالی ہیں یہ کہہ کر اُسی وقت یمن کے عامل کو فرمان لکھا کہ وہ فی الفور دو حلے اور بھیجے جب وہ آ گئے تو حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنائے اور انہیں حلوں میں ملبوس دیکھ کر فرمایا اب طبیعت کا انقباض رفع ہوا ہے اور روح کو حقیقی مسرت اور سچی خوشی حاصل ہوئی ہے۔

فائدہ

ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ پہلے حلے حسنین کے قابل نہ تھے اس لئے امیر المومنین نے ان کے لئے خاص حلے یمن سے منگائے۔

فاروق اعظم

ایک مرتبہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے منبر پر پہنچ کر فرمایا میرے باپ رسول اللہ ﷺ کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔ فاروقِ اعظم نے یہ سن کر فرمایا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہ تھا یہ کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا جب خطبہ ختم ہوا اور آپ گھر جانے

لگے تو راستہ میں دریافت فرمایا یہ تم کو کس نے سکھایا تھا؟ بولے واللہ کسی نے بھی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کبھی کبھی آیا کرو۔ حضرت حسین نے وعدہ کیا اور ایک مرتبہ تشریف بھی لائے اُس وقت آپ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تنہائی میں کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر دروازہ پر کھڑے تھے آپ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ کچھ عرصہ انتظار کیا پھر ملاقات کئے بغیر ہی واپس چلے گئے چند یوم کے بعد جب امیر المومنین سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو آپ نے اتنی مدت نہ ملنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت حسین نے فرمایا امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا مگر آپ امیر معاویہ سے محو گفتگو تھے اس لئے میں عبداللہ کے ساتھ کھڑا رہا اور پھر انہی کے ساتھ واپس چلا گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا تمہیں عبداللہ کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی تم ان سے زیادہ حقدار ہو تمہارے لئے کوئی ٹوک نہیں ہے خدا کی قسم جو کچھ ہماری عزت ہے وہ خدا کے بعد تم ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے۔

حضرت عمر حسنین کو اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے زیادہ محبت کرتے اور عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

حضرت عثمان

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ پورے جوان ہو چکے تھے اس لئے آپ نے ۳۰ھ کے جہاد میں پہلی مرتبہ حصہ لیا۔ یہ جہاد طبرستان کے خلاف تھا ایران اس موقع پر پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے میں نکلا یہ ایرانی شہنشاہت کی میدانِ جنگ میں آخری کوشش تھی اس کے بعد اس نے میدانِ جنگ کو چھوڑ کر اور طریقوں سے قادسیہ، نہاوند وغیرہ کی جنگوں کا انتقام لینا شروع کیا۔

خلافتِ عثمان کے آخری لمحات

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری خلافت میں ایک زبردست انقلاب برپا ہوا۔ اس انقلاب کا بانی عبداللہ بن سبا تھا جس نے اپنے دامِ تزویر میں بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو پھنسا کر ان کو باہم اس طرح لڑایا کہ فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ اختلافات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا اور آخر میں مظلوم اور بے گناہ خلیفۃ اللہ یعنی حضرت عثمان کو ان کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ سبائی فتنہ دراصل ایسا فتنہ ہے جس کی روک تھام اگر ابتداء میں کر لی جاتی تو شاید رک جاتا جس وقت یہ سیلاب کی صورت میں بڑھنا شروع ہوا تو اس کا روکنا تقریباً ناممکن ہو گیا۔

حسنین کا پہرہ

اس فتنہ کے موقع پرحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی جان بچانے کے لئے کوشش کی۔ جب حضرت عثمان قصر خلافت میں گھر گئے اور سبائیوں نے اسے چاروں طرف سے محصور کرلیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسنین کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت پر مامور کیا کہ باغی آپ کے مکان میں داخل نہ ہوسکیں۔انہوں نے اپنے فرض کو پورے طور پر ادا کیا اور جب باغی مکان کے پچھلی طرف سے دیوار پھاند کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے سخت باز پرس کی انہوں نے اپنا عذر پیش کیا جس سے ثابت ہوا کہ آپ بالکل بے قصور ہیں۔

حسنین کی گواهی

جنگِ صفین میں حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان معاہدہ ہوا تو آپ نے بطورِ شاہد کے اس پر دستخط ثبت کئے۔

جنگِ صفین کے بعد مسلمانوں میں خوارج کا گروہ پیدا ہوا انہوں نے جا بجا ملکی امن و امان کو مختل کیا اور اپنے اصولوں کی خاطر سخت سے سخت اور کڑے سے کڑے امتحان میں لوگوں کو مبتلا کیا۔ان کی اجتماعی قوت کا انتشار جنگ نہروان میں ہوا اس جنگ میں بھی حضرت حسین نے بڑے استقلال اور بہادری کا ثبوت دیا۔

وصیت حضرت علی رضی الله تعالیٰ عنه

۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے آپ نے اس موقع پر حسنین کو وصیت کی کہ وہ محمد بن حنیفہ کے ساتھ حسن سلوک روا رکھیں۔آپ کے شہادت کے بعد ایک جماعت نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور دوسرے لوگوں نے امیر معاویہ کی خلافت کا اعلان کردیا۔خلافت کے مسئلہ پر ایک دفعہ پھر مسلمانوں میں تلواریں کھینچی گئی اور وہ وقت دور نہ تھا جب حق پرستوں کا خون پانی کی طرح بہہ جاتا کہ ۴۱ھ میں حضرت حسن نے دست برداری کا اعلان کردیا۔

دورِ معاویه

حضرت امیر معاویہ کی خلافت کا اہم واقعہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا حملہ ہے رومیوں کی سلطنت کا زور تو فاروقِ اعظم کے وقت میں ٹوٹ چکا تھا مگر اس میں اب تک اتنی سکت ضرور باقی تھی کہ وقتاً فوقتاً اپنی یورشوں اور حملوں سے مسلمانوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بارہا ایسا ہوا۔ ۴۲ھ میں انہوں

نے پھر سر اُٹھایا مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں شکست فاش دی۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحری بیڑے کا بڑا شوق تھا اس بیڑے کی بدولت مسلمانوں کو بحر روم میں اچھا خاصا بحری اقتدار حاصل ہوا۔ رومیوں کی بار بار کی بدعہدیوں نے امیر معاویہ کو اس بات کے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ بحیرۂ روم کے تمام جزائر کو اپنے قبضہ میں لے کر ایشیائے کوچک، شام اور اناطولیہ کے مغربی ساحل کو محفوظ کر لیں تاکہ ایشیا اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات جو ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہیں رومیوں کے حملوں سے مصئون و مامون ہو جائیں۔

ان ایام میں قسطنطنیہ روما میں ایک زبردست سیاسی اہمیت رکھتا تھا وہ مشرقی یورپ کا قلب تھا اگر اس پر کاری ضرب پڑے تو تمام یورپ کا مضطرب ہو جانا ضروری امر تھا۔ امیر معاویہ نے یہ باتیں دیکھ کر ۴۹ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی اس حملہ کی کمان صفیان بن عوف کے ہاتھ میں تھی اس میں صحابہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ ان سرفروشوں میں میزبانِ رسول حضرت ایوب انصاری، حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور حضرت حسین بھی شامل تھے۔ ان سب کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی وہ بشارت تھی کیا ہی اچھی وہ فوج تھی اور کیا ہی اچھا وہ امیر ہوگا جو ہرقل کے شہر پر حملہ آور ہوگا یہ سب بزرگ اس ارشاد کے بموجب سعادتِ دارین حاصل کرنے کے لئے فوج میں شامل ہوتے۔ بحری بیڑا اور فونِ باسفورس میں داخل ہوئی رومیوں نے مدافعت کا پورا پورا سامان کیا ہوا تھا انہوں نے بڑے زور سے مقابلہ کیا سخت خون ریزی ہوئی۔ مسلمانوں نے بڑی بے جگری سے حملہ کیا عبدالعزیز بن زرارہ کلبی کی یہ حالت تھی کہ وہ جوشِ شہادت میں آپے سے باہر ہو رہے تھے، رجز پڑھتے، شہادت کی تمنا میں بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے مگر ناکام رہ جاتے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل نہیں ہو رہی تو شہادت کا جام نوش کرنے کے لئے بے دھڑک قریب کی رومی صف میں گھس گئے رومیوں نے اپنے نیزوں سے انہیں چھید کر شہید کر دیا۔

وصال ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری نے بھی اس مہم میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے بعض صحابہ نے پوچھا آپ کوئی وصیت ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا دشمن کی سرزمین میں جہاں تک لے جا سکو مجھے وہاں تک لے جا کر دفن کرو۔ آپ کی اس وصیت پر پورا پورا عمل ہوا آپ کی لاش کو رات کے وقت مشعلوں کی روشنی میں قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے لے کر دفن کیا گیا۔ صبح رومیوں نے دریافت کیا تم لوگ رات کو کیا کر رہے تھے؟ مسلمانوں نے جواب دیا اپنے آقا و مولیٰ رسول اللہ ﷺ کے ایک بہت بڑے ساتھی اور دوست کو دفن کر رہے تھے مگر اے لوگو! تم ذہن نشین کر لو کہ اگر تم نے ان کی قبر کو

گزند پہنچایا یا نعش کی بے حرمتی کی تو عرب میں کبھی ناقوس نہ بچ سکے گا۔

شھادتِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مہم بغیر کسی قسم کی کامیابی حاصل کئے واپس آ گئی۔ اسی سال حضرت حسن شہید ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو وظیفہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر تھا وہ جاری رہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر معاویہ سے تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ ۵۶ھ میں امیر معاویہ کی بیعت کا خیال پیدا ہوا چند مخصوص بزرگوں کے سوا باقی تمام اہل مدینہ نے بیعت کر لی حضرت حسین نے بیعت سے انکار کر دیا مگر امیر معاویہ نے اس پر کسی قسم کا اصرار نہ کیا۔

وصیت امیر معاویہ

۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ کا انتقال ہوا آپ نے وفات سے پہلے یزید کو وصیت کی کہ وہ حضرت حسین کے ساتھ اچھا سلوک کرے مگر یزید نے ایسا نہ کیا بلکہ آپ کو بیعت کے لئے مجبور کیا جس کا نتیجہ کربلا کے خوں چکاں واقعہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے۔

اخلاق حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہت کم موقعہ ملا۔ ابھی آپ کم سن تھے کہ سرکار دو عالم ﷺ اس دارِ فانی سے تشریف لے گئے تاہم انہیں دنیا اور انسانیت کے سب سے بڑے معلم اور مہتمم اخلاقِ حسنہ کی آغوش میں آنکھ کھولنے کا موقعہ ضرور ملا اور جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی توجہ اور تربیت نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا سکھا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مورخ آپ کے ذاتی کمالات کے معترف ہیں اور بڑے پُر زور الفاظ میں آپ کے محاسن بیان کرتے ہیں ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل تھے اور آپ کا کوئی فعل سنت کے خلاف نہ تھا۔ آپ کے اخلاق کے غیر فانی نقوش اب بھی عرب و عجم بلکہ تمام دنیائے اسلام میں ہر مسلمان کے دل پر موجود ہے ہم ان کا مجمل سا خاکہ ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ حضرت حسین کی محبت کا دم بھرنے والے کچھ مدت کے لئے آہ و بکا اور گریہ و شیون کی ہنگامہ آرائیوں سے فرصت پا کر ان پر غور کریں کہ حضرت امام عالی مقام کی عظمت کا راز کیا تھا اور ہم ان کی سیرت کے ان روشن خدو خال کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ آپ کی سیرت کا سب سے نمایاں نقش ایک مورخ نے ان الفاظ میں پیش کیا

كان الحسين كثير الصلوٰة والصوم والحج والصدقة وافعال الخير جميعا

یعنی حضرت حسین بڑے نمازی، روزہ دار، بہت حج کرنے والے، کثرت سے صدقہ دینے والے اور تمام افعالِ حسنہ کو کثرت سے اختیار کرنے والے تھے۔

ان مختصر سے الفاظ میں آپ کی پوری سیرت ہمارے سامنے آجاتی ہے جسے ہم ایثار کہتے ہیں وہ انہی اعمالِ حسنہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی کا نام تقویٰ رکھا جا سکتا ہے۔ اسلام نے عبادت کو تمام اعلیٰ اخلاق کا سرچشمہ قرار دیا ہے اس کے بغیر عبد و معبود کے تعلقات ادھورے رہ جاتے ہیں بندہ اپنے مالک تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی دل میں خشیت الٰہی پیدا ہو سکتی ہے عبادت کی اصل نماز ہے حضرت حسین کا معمول تھا کہ وہ نماز بڑے ذوق و شوق سے ادا کرتے تھے اور ایک دن رات میں ایک ہزار نوافل پڑھتے تھے۔

۹ محرم ۶۱ھ کو جب میدانِ کربلا میں مصالحت کی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا، جنگ کے خونیں بادل سر پر منڈلانے لگے تو حضرت حسین نے حریف سے رات بھر کی مہلت مانگی تاکہ وہ دل کھول کر عبادت و استغفار کر لیں چنانچہ عزم و استقلال کے پیکر حسین نے وہ رات اپنے رب کی یاد میں اس طرح بسر کی جیسے کل کچھ ہونے والا ہی نہیں۔

عبادتِ حسین

حضرت حسین کی زندگی کا یہ پہلو محبانِ حسین نے اپنے سامنے رکھنے کی کبھی کوشش نہیں کی شاید وہ اپنے آپ کو اس سے بے نیاز خیال کرتے ہیں، نماز کا وقت آتا ہے گزر جاتا ہے مگر وہ محسوس نہیں کرتے کہ یہ فرض ان سے فوت ہو رہا ہے۔

نماز کے علاوہ حضرت حسین کو روزے بھی مرغوب تھے آپ بکثرت روزے رکھا کرتے تھے آپ نے حج بھی بہت کئے بعض روایتوں کے بموجب آپ نے پچیس پا پیادہ حج کئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حسین کتنی سختی سے شعائرِ اسلام کی پابندی کرتے اور کسی سنت کو ترک نہ ہونے دیتے تھے۔

سخاوتِ حسین

عبادات کے بعد اللہ کی راہ میں مال و دولت کا صرف کرنا بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ صحابہ نے خوب جی کھول کر اپنی دولت اللہ کے راستے میں صرف کی۔ اس سلسلہ میں وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ حضرت حسین کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بکثرت عطاء فرمائی تھی اور آپ مال و دولت اللہ کے راستے میں صرف کرنے میں ذرہ بھر پس و پیش نہ کرتے تھے۔

علامہ ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت حسین اللہ تعالیٰ کی راہ میں بکثرت خیرات کرتے تھے اور کوئی سائل آپ

کے دروازہ سے محروم نہ جاتا تھا۔

حکایت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نماز میں مشغول تھے ایک سائل مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومتا ہوا آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوا خیرات کے لئے صدا کی ۔ یہ صدا آپ کے کانوں تک پہنچی آپ نے نماز کو جلدی ختم کیا گھر سے باہر تشریف لائے سائل کی طرف دیکھا اس کے چہرے سے افلاس اور فاقہ کے نشان نمایاں تھے ۔ یہ دیکھتے ہی آپ نے قنبر کو آواز دی وہ حاضر ہوا پوچھا ہمارے خرچ کی رقم سے کچھ باقی ہے۔قنبر نے جواب دیا دوسو درہم جو آپ نے اہل بیت میں تقسیم کے لئے مجھے دیئے ہیں وہ ابھی تک تقسیم نہیں ہوئے بس یہی رقم موجود ہے آپ نے فرمایا اسے لے آؤ کیونکہ یہ شخص اہل بیت سے زیادہ مستحق ہے اور اب یہ اسی کا حصہ ہے۔اسی وقت دوسو درہم منگوا کر سائل کے حوالے کر دیئے اور ساتھ ہی معذرت کی کہ ہمارے پاس اس وقت یہی رقم ہے اگر اس سے زیادہ رقم ہوتی تو زیادہ خدمت کرتے ۔

حکایت

کشف المحجوب میں شیخ علی ہجویری بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اس نے عرض کی میں بہت درماندہ ہوا اور کثیر العیال ہوں آپ نے اسے ٹھرالیا اتنے میں دیناروں کے پانچ توڑے حضرت امیر معاویہ نے آپ کے پاس بھیجے آپ نے وہ پانچوں کے پانچوں توڑے اس شخص کو عطا کر دیئے اور عذر کیا کہ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑی اور وہ بھی ان چند توڑوں کے لئے یہ تکلیف مجھے معاف کر دیجئے۔

جتنے آپ فیاض میں ضرب المثل تھے اتنے ہی سیر چشمی میں مشہور تھے کسی شخص نے آپ کو پریشان اور آزردۂ خاطر نہیں دیکھا آپ کو بہترین ادب ورثہ میں ملا تھا اچھے شعروں پر شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے۔آپ کا یہ مقولہ تھا کہ بہترین مال وہ ہے جس سے آبرو بچائی جا سکے۔

مقامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسین کی سیرت کا ایک اور پہلو بھی قابل غور ہے۔آپ اپنے وقار، خدداری اور تمکنت کو ہر حالت میں برقرار رکھتے تھے۔تسکین قلب کی یہ حالت تھی کہ بڑی سے بڑی مصیبت بھی آپ کو پریشان نہ کر سکتی تھی کربلا کے خوں چکاں واقعات اس کی حجت گویا ہیں۔آپ کی مجلس، متانت اور وقار کا نقشہ ہوتی تھی۔امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ایک شخص نے حضرت حسین کا مقام دریافت کیا امیر معاویہ نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں داخل ہو گے تو لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئیگا اس حلقہ کے لوگ ایسے سکون اور خاموشی سے بیٹھے ہوئے ہوں گے گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں یہ حضرت ابوعبداللہ حسین بن علی کا حلقہ ہوگا۔

وقار اور تمکنت کی تو یہ حالت تھی انکسار اور تواضع کا یہ درجہ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کو بے تکلف ہو کر ملتے اس کی دلجوئی کرتے تسلی دیتے۔اس وقت آپ کی کسی حرکت میں خودی اور غرور کا نام تک بھی نہ ہوتا بلکہ آپ کا حلم، تحمل ،تواضع اور انکساری کی مجسم تصویر نظر آتے۔

حکایت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے آپ نے راستہ میں دیکھا کہ کچھ فقیر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے ہیں انہوں نے آپ کو دیکھا اور کھانے کی دعوت دی۔حضرت حسین ٹھہر گئے ان کی درخواست پر سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شریک ہو گئے۔جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تکبر نہ کرنا کیونکہ تکبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔

حکایت

ایک دن حضرت حسین چند مہمانوں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے خادم شوربا کا پیالہ لایا۔اتفاقاً پیالہ اس کے ہاتھوں سے نکل گیا اور آپ کے فرقِ مبارک پر گر پڑا۔آپ نے تادیب کی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔غلام نے کہا ''وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ''حضرت حسین نے فرمایا میں غصہ کو پی گیا۔غلام نے عرض کیا''وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ''آپ نے فرمایا تیرا گناہ معاف کیا۔خادم نے پھر عرض کیا ''وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ''آپ نے فرمایا میں نے تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔

حضرت حسین کے ایثار اور حق پرستی پر شہادتِ کربلا کا واقعہ گواہ ہے یزید کی بیعت سے آپ کو کیا کچھ نہیں مل سکتا تھا۔زرخیز سے زرخیز صوبے کی نظامت ،بڑے سے بڑا اعزاز ،مال و دولت کے انبار مگر حق پرست حسین کی نگاہ میں یہ کوئی وقعت نہ رکھتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ مومن کی شان کے خلاف ہے کہ دینوی مال و منال کی خاطر حق کے راستے کو چھوڑ دیں اس واسطے انہوں نے اپنے لئے حق کا راستہ اختیار کیا اس راستے میں انہوں نے ایثار کی وہ مثال قائم کی کہ دنیا آج تک حیرت بداماں ہے اور ریگ زار کربلا کا ہر ذرہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے ایثار کا نام لینے والو!حق پرستی کا دم بھرنے والو!ان

کا سبق حضرت حسین سے پڑھو جب تک حق کی خاطر اپنے بچوں کو، رشتے داروں کو، دوستوں کو اور پھر اپنے آپ کو تشدد، جبر اور ظلم کی قربان گاہ پر نثار نہیں کر سکتے تمہیں ان کا نام لینے کا حق نہیں پہنچتا۔

فقیہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسین نہایت صائب الرائے تھے وہ فقہ کے زبردست عالم تھے یہ چیز آپ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کے اکثر معاصر فقہ کے پیچیدہ مسائل سمجھنے کے لئے آپ ہی کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر حاضر ہوئے اور قیدی کی رہائی کے بارے میں رائے عالی دریافت کی اور کہا کہ اس کی رہائی کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے آپ نے فرمایا یہ تو انہی لوگوں پر فرض ہوگا جن کے لئے وہ لڑتا رہا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے متعلق آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا پیدائش کے بعد جونہی بچہ آواز نکالے وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔

ملفوظات

آپ کے حکیمانہ اقوال بھی مشہور ہیں جن سے آپ کے تدبر اعلیٰ سیرت اور معاملہ فہمی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں سچائی عزت ہے اور جھوٹ عجز، راز داری امانت ہے، حق جوار قربت ہے، امداد دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسنِ خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل فقر ہے، سخاوت دولت مندی ہے۔

فضائل

حضرت حسین کے فضائل حدیث کی کتابوں میں اکثر ملتے ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دل سے محبوب تھے اس واسطے اکثر حدیثوں میں دونوں بھائیوں کا ذکر اکٹھا ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے تمام اہل بیت میں حسنین کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل بیت میں مجھے حسن اور حسین سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس محبت کی بناء پر آپ اللہ تعالیٰ سے ان پیاروں کے لئے محبت کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قینقاع کے بازار میں گیا۔ جب واپس آیا تو آپ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے آپ نے فرمایا خداوند! میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والوں کو بھی محبوب رکھ۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ مسجد سے تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ میری آواز سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کون کہاں ہے، حذیفہ؟ میں نے عرض کیا جی حضور! آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اس کو خدا نے اجازت دی ہے کہ وہ مجھے سلام کہے اور بشارت دے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں اور حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقفِ سنگِ در جبین روضہ کی جالی ہاتھ میں

حل لغات

آہ (فارسی) افسوس، ہائے۔ عالم (بفتح اللام) دنیا، جہاں تمام مخلوقات، یہاں طور طریقہ مراد ہے۔ وقف، ٹھہراؤ، قیام وغیرہ۔ سنگ، پتھر، بوجھ، وقار یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ جبین، ماتھا، پیشانی۔ روضہ، باغیچہ، سبزہ زار، مزار یہاں یہی مراد ہے۔ جالی، خامہ در، کپڑا یا کوئی چیز، کڑھا ہوا کپڑا جس میں بہت سے خانے ہوا کرتے ہیں یہاں گنبد خضراء کی سنہری جالی مراد ہے۔

شرح

ہائے وہ طور طریقہ نصیب ہو کہ آنکھیں بند اور درود شریف کا ورد زبان پر جاری ہو اور آستانہ حبیب ﷺ پر پیشانی رکھی ہو اور گنبد خضراء کی سنہری جالی ہاتھ میں ہو۔

تاریخ تعمیراتِ گنبد خضراء

جس گنبد خضراء میں جالی مبارک ہے اس کی تاریخ ملاحظہ ہو۔ گنبد خضریٰ شریف اب تک نو تعمیری مراحل طے کر چکا ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

پہلا مرحلہ

سب سے پہلے تعمیر قبہ کی سعادت ملک منصور قلاودن نے ۶۷۸ھ میں حاصل کی۔

دوسرا مرحلہ

ملک ناصر حسن بن محمد قلاودن نے تجدید کی پھر ملک اشرف شعبان نے اسے مضبوط کیا یہ تعمیر ۷۶۵ھ میں ہوئی۔

تیسرا مرحلہ

ملک عادل زین العابدین نے مقصورہ شریف میں جالی اور کھڑکیاں بنوا کر مسجد شریف کی چھت تک اونچا کیا یہ مرحلہ ۶۹۶ھ میں طے ہوا۔

چوتھا مرحلہ

ریاض الجنۃ کی طرف بھی روضۂ انور کا ایک دروازہ کھلتا تھا ۷۲۸ھ میں قاضی النجم ابن الجی نے یہ دروازہ بند کرادیا۔

پانچواں مرحلہ

۸۴۳ھ میں ملک اشرف برسبائی نے روضۂ انور کے دروازوں کو کیل لگا کر بند کردیا بعض لوگ حجرۂ انور کی دیواروں سے تبرک حاصل کرنے کے لئے پیٹھ لگایا کرتے تھے۔

چھٹا مرحلہ

۸۸۱ھ میں لکڑیوں میں کچھ خلل واقع ہوا تو متولی شمس ابن زین نے نئی لکڑیاں بدل کر تجدید کی مشرقی جانب کی شکستہ دیوار کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا حجرہ شریف کے ستونوں اور دیوار میں پڑے ہوئے شگافوں کے متعلق مدینہ منورہ کے اکابرین نے مشورہ کیا کہ درستگی میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ تعمیر کی توڑ پھوڑ میں حضور سید عالم ﷺ کے دربار میں آوازوں سے بے ادبی نہ ہو جائے اس موقع پر شیخ سعید کو بھی مدعو کیا گیا۔ آپ باہر کھڑے تلاوت کرتے رہے۔ ۲۵ شعبان ۸۸۱ھ کو یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

ساتواں مرحلہ

۸۸۶ھ میں روضۂ انور کے قریبی مینار پر بجلی گرنے سے شدید نقصان ہوا تو ملک اشرف قائت بائی نے سنقر الجمالی کو مدینہ منورہ روانہ کیا تعمیراتی سامان کے ساتھ ایک سو انجینئر بھیجے جنہوں نے حجرۂ اقدس کی دیواروں پر گنبد بنایا۔ اُس وقت روضۂ اطہر کا رنگ سفید تھا اور قبہ البیضا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

آٹھواں مرحلہ

۹۸۵ھ میں سلطان سلیم ثانی نے مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں دلچسپی لی۔ حجرۂ انور کا گنبد شریف بھی بنوایا جو بے حد خوبصورت تھا اسے منقش کیا اور رنگین پتھروں سے مزین کیا آب زر سے گلکاری کرائی اور ایک کونہ پر اپنا نام بھی کندہ کرایا۔

نواں مرحلہ

۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود غزنوی نے گنبد کواز سرِ نو تعمیر کرایا۔ گنبد پاک پر سبز رنگ کرایا اسی وجہ سے اس کا نام گنبد خضریٰ کہا جاتا ہے۔

جالی مبارک تاریخ کے آئینہ میں

۵۵۷ھ میں ایک عیسائی بادشاہ نے سازش کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو قبر شریف سے نکال لانے کے لئے دو عیسائی بھیجے جو مسلمانوں کے بھیس میں مدینہ منورہ آ کر مسجد نبوی کے قریب رباط عثمان میں ٹھہرے اور وہاں سرنگ کھودنی شروع کی۔ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی ان دونوں شخصوں کی صورت دکھا کر فرمایا کہ مجھے ان کے شر سے بچاؤ۔ سلطان یہ خواب دیکھ کر تیز اونٹوں پر اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ۱۶ دن میں مصر سے مدینہ پہنچا اور ان سازشیوں کو گرفتار کر کے واصلِ جہنم کیا۔ جب سلطان نے اس سرنگ میں جا کر دیکھا تو وہ سرنگ عین قدمین شریفین تک پہنچ گئی تھی سلطان نے قدمین شریفین کو بوسہ دیا، سرنگ بند کرائی، پنج گوشہ عمارت کے چاروں طرف زمین کو اتنا کھدوایا کہ پانی نکل آیا، پھر لاکھوں من سیسہ پگھلا کر اس میں ڈالا گیا اور اس طرح سطح آب سے زمین تک قبر مبارک کے اردگرد سیسہ کی ایک زائد دیوار قائم ہوگئی۔ یہ سیسہ جس مکان میں پگھلایا گیا وہ آج بھی ''دارالرصاص'' کے نام سے مشہور ہے جو باب السلام سے باہر جنوب مشرقی کونہ میں واقع ہے۔ روضہ مبارک کے گرد جو جالی ہے سیسہ کی دیوار وہاں تک ہے پہلے یہ جالی لکڑی کی تھی بعد میں پیتل اور تانبے کی جالی بنوائی گئی جو اب تک موجود ہے۔

مزارات تیندیواروں کے اندر دو گنبدوں کے نیچے اور ایک جالی سے محیط ہیں اور اس ساری عمارت کو مقصورہ شریف کہتے ہیں۔

اسی مقصورہ شریف کے شمال جانب ایک چبوترہ ۴۰ فٹ لمبا اور ۴۰ فٹ چوڑا اور زمین سے دو فٹ اونچا بنا ہوا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ مسکین و نادار صحابہ کرام قیام فرمارہے تھے جن کے نہ گھر تھے نہ در اور جو شب و روز ذکر و تلاوت اور حضور اکرم ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ چبوترہ کے تین طرف پیتل کا خوبصورت کٹہرا لگا ہوا ہے اس کے آگے خدام حرمِ نبوی بیٹھے رہتے ہیں مقصورہ شریف میں جالی کے اندر یہی خدام جا کر صفائی کرتے ہیں، دھونی دیتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں۔ صفۂ مبارکہ پر زائرین تلاوتِ قرآن کرتے اور نمازیں پڑھتے ہیں اگر موقعہ مل جائے تو وہاں بھی

نوافل پڑھئے تلاوت کیجئے اور درود شریف کا ورد کیجئے دعائیں مانگئے۔

روضۂ مبارک پر حاضری

اگر راستہ میں غسل نہیں کیا ہے تو مدینہ منورہ میں پہنچ کر اسباب وغیرہ رکھ کر غسل کریں یا وضو کریں صاف وعمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگائے اور مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہو بابِ جبریل سے داخل ہو تو اچھا ہے ورنہ باب السلام، باب الرحمۃ یا باب الصدیق یا کسی بھی دروازہ سے داخل ہو۔ مسجد میں نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ تحفۂ درود وسلام پیش کیجئے۔

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قربان رہا
ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں

حل لغات

بیعت، مرید ہونا، عہد باندھنا۔ بہار، نسبت، پھول کھلنے کا موسم، خوشی، شباب، تماشا۔

شرح

جس نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور آپ کی غلامی میں داخل ہوا تو وہ آپ کے حسن کی بہار پر قربان ہو گیا۔

تسخیرِ جمالی کے نقش کی لکیریں آپ کے ہاتھ میں ہیں کہ جو بھی ہاتھ ملاتا ہے وہ آپ کا قیدی بن جاتا ہے۔

اس میں حضور اکرم ﷺ میں اس روحانی کشش کا بیان ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غلام اور نیاز مند بنایا۔

بخاری شریف کی حدیث ابوسفیان میں ہے کہ ہرقل نے ان سے ایک سوال یہ بھی پیش کیا کہ

ایزیدون ام ینقصون

کیا اس کے متبعین روز بروز بڑھتے جارہے ہیں یا گھٹتے جارہے ہیں۔

ابوسفیان نے جواب دیا

بل یزیدون — بلکہ بڑھتے جارہے ہیں

پھر اس نے سوال کیا

فھل یرتداحد منھم سخطۃ لدنیہ

کیا اس کے دین کو بُرا سمجھ کر اس کا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے (مرتد ہوجاتا ہے)

ابوسفیان نے کہا نہیں۔(بخاری شریف کتاب الایمان)

فائدہ

یہی دلیل ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل بیچنے کی

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قربان رہا

بیعت کے بعد

بیعت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا کہ جان کی پرواہ تک نہ تھی کفار و مشرکین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ظلم و ستم کرتے لیکن صحابہ کرام میں امرِ موفرق نہ پڑتا۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امیہ بن خلف کے غلام تھے تو صرف ایک حبشی غلام تھے مگر جب حضور اکرم ﷺ کی آغوشِ رحمت میں آگئے تو مسلمانوں کے آقا اور سردار بن گئے۔ آپ کا مسلمان ہونا امیہ کو قطعاً گوارا نہ تھا اس نے آپ پر جور و ستم کی حد کر دی تھی۔ گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں گرم گرم ریت پر آپ کو ننگے بدن لٹا دیا جاتا اور جلادوں سے پٹوا دیا جاتا۔ اتنے المناک ستم سہنے کے باوجود پختگی ایمان کا یہ عالم تھا کہ زبان سے احد احد کے نعرے جاری رہتے گویا دل ہی دل میں یوں فرماتے

حلق پہ تیغ رہے سینے پہ جلاد رہے ۔۔۔ لب پہ تیرا نام رہے دل میں تیری یاد رہے

ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کے پاس سے گذر ہوا اس حالت میں آپ پٹ رہے تھے اور ہنس بھی رہے تھے۔ یہ پُر ستم منظر دیکھ کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ بلال زدوکوب ہو کر ہنسا کیسا؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اسے یوں سمجھئے کہ یہ دستور ہے کہ جب کبھی خریدار کو مٹی کا پیالہ خریدنا ہوتا ہو تو وہ اُسے ٹھوک بجا کر ہی خریدتا ہے۔ بقول شاعر

پہلے تو ٹھونکے بجائے گا اسے وہ بالیقیں ۔۔۔ کہ یہ کچا تو نہیں ہے اور ٹوٹا تو نہیں ہے

میں بھی ہوں مٹی کا پتلا عشق کے بازار میں ۔۔۔ آ گیا ہوں میں پسند اس دم نگاہ یار میں

گویا بازارِ عشق میں آپ کو پرکھا جا رہا تھا کہ آپ کا ایمان کیسا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف کو گراں قدر رقم دے کر بلال کو ہمیشہ کے لئے غلامی کی زنجیروں سے نجات دلائی۔

جب صفوان کا غلام قطاس حضرت زید بن وثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے لگا تو ابوسفیان نے اسے روکا اور زید سے پوچھا کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اس وقت تمہاری جگہ تمہارا نبی ہوتا اور تم مزے سے اپنے گھر بیٹھے ہوتے مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشقِ مصطفیٰ کی حلاوت سے تر زبان سے یوں فرمایا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جان کے بدلے محبوبِ خدا کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

اس پر ابوسفیان کی حیرانگی کی حد نہ رہی اور یوں پکار اُٹھا ان لوگوں میں اپنے نبی سے ایسی عقیدت ہے جس کی مثال نہیں۔

حضرت حارث بن عمرو السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

اتیت رسول اللہ وھو بمعنی وقد اطاف بہ الناس قال فتجئی الاعراب فاذا راؤ وجھہ قالوا ھذا وجہ مبارک (رواہ ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۴۳)

کہ میں منیٰ کے مقام پر اپنے آقا ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کی زیارت کے لئے مختلف لوگ آرہے تھے میں نے دیکھا کہ جب بھی کوئی دیہاتی آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہوتا تو وہ پکار اُٹھتا کہ یہ چہرہ انوارِ الہیہ کا مظہرِ اتم ہے۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ　　　یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

طارق بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارا قافلہ مدینہ منورہ کے باہر آرام کے لئے رکا۔ اتنے میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اس وقت ہم آپ سے شناسا نہ تھے ہمارے پاس سرخ رنگ کا اونٹ تھا جو حضور اکرم ﷺ کو پسند آ گیا۔ آپ ﷺ نے اونٹ کے مالک سے اونٹ خریدنے کا اظہار کیا اور بالآخر سودا طے پا گیا لیکن چونکہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس اس کی قیمت نہیں تھی آپ نے قیمت بھجوانے کا وعدہ کیا اور اونٹ لے کر چل دیئے۔ جب آپ روانہ ہو چکے تو اہلِ قافلہ کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ کسی نے اس شخص کا نام تک نہیں پوچھا مبادا یہ شخص وعدہ پورا نہ کرے وہ اس نوعیت کی قیاس آرائیاں کر ہی رہے تھے کہ قافلہ سالار کی بیوی اہل قافلہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی

واللہ لقد رایت رجلا کان وجھہ قطعۃ القمر لیلۃ البدر انا ضا منۃ لثمن جملکم لا یغدر بکم فلما کان العشی اتانا رجل فقال انا رسول اللہ ﷺ الیکم ھذا تمرکم فکلوا واشبعوا واکتالوا واستوفوا فاکلنا حتی شبعنا واکتلنا. (زرقانی جلد ۴ صفحہ ۴۹)

خدا کی قسم میں نے اس شخص کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند پایا ہے ایسا شخص ہرگز دھوکہ نہیں دے سکتا میں تمہارے اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں۔ جب شام کا وقت آیا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں یہ کھجوریں ہیں خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو تو ہم نے خوب کھالیا اور قیمت بھی پوری کر لی۔

ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر جو یمامہ کے سربراہ ثمامہ بن ثلال کے گرفتار کر کے لایا حضور اکرم ﷺ نے اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیا۔ تین دن تک وہاں بندھا رہا روزانہ آپ ﷺ اس سے گفتگو فرماتے جب تیسرے دن آپ ﷺ اس سے فارغ ہوئے تو آپ نے اسے کھول دینے کا حکم صادر فرمایا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اسے کھول دیا تو وہ مسجد نبوی کے قریب ایک کھجوروں کا باغ تھا وہاں چلا گیا غسل کیا اور پھر فی الفور واپس آ کر آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا اور یوں عرض کرنے لگا

یامحمد واللہ ماکان علی وجہ الارض وجہ البغض الی من وجھک فقد اصبح وجھک احب الوجوہ کلھا الی واللہ ماکان من دین ابغض الی من دینک فاصبح دینک احب الدین کلہ الی وواللہ ما کان من بلد ابغض الی من بلدک فاصبح بلدک احب البلاد کلھا الی

اے محمد ﷺ اللہ کی قسم مجھے اس روئے زمین پر آپ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی شے مبغوض نہ تھی مگر (زیارت کے بعد) اب آپ کے چہرۂ اقدس سے بڑھ کر مجھے کوئی شے محبوب نہیں۔ اللہ کی قسم آپ کا دین میرے ہاں سب سے مبغوض تھا لیکن اب تمام ادیان سے پسندیدہ ہے اللہ کی قسم آپ کے شہر سے بڑھ کر کوئی شہر ناپسند نہ تھا مگر اب یہ شہرِ مدینہ تمام شہروں سے محبوب تر ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے رُخِ انور سے پھوٹنے والی نورانی شعاعوں کو دیکھ کر بے اختیار پکار اُٹھا

انک الیوم احب والدی ومن عینی ومنی وانی لا جک بداخلی وخارجی وسری وعلانیتی

(البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹)

آپ ﷺ مجھے والدین حتیٰ کہ خود اپنی ذات سے زیادہ محبوب ہیں بلکہ میرے اندر باہر ظاہر و باطن میں آپ ﷺ ہی کی محبت کی حکمرانی ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار قریش نے سفیر بنا کر آپ کی خدمت میں بھیجا جب انہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تو دل کی حالت بدل گئی عرض کرنے لگے اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا۔ آپ ﷺ مجھے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اس طرح قاصد کا رہ جانا مجھے پسند نہیں آپ واپس جائیں اگر یہی کیفیت باقی رہی تو واپس آنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے لیکن پھر واپس آگئے اور اسلام قبول کرلیا۔ ابورافع اپنی کہانی یوں بیان کرتے ہیں

بعثنی قریش الی رسول اللہ ﷺ فما رایت رسول اللہ ﷺ القی قلبی الاسلام فقلت یارسول اللہ ﷺ انی واللہ لاارجع الیھم ابداً

مجھے قریش نے آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں بھیجا۔ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی اسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اب میں لوٹ کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا بلکہ ہمیشہ آپ کے قرب میں ہی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔

میری گفتگو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا

وانی اخیس بالعھد ولا اجلس البرد ولکن ارجع فان کان فی نفسک الذی فی نفسک الان فارجع

میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور نہ ہی قاصد کو اپنے پاس روک لینا میرا طریقہ ہے آپ ان کفار کی طرف جائیں اگر یہ محبت قائم رہے تو واپس آجائیں۔

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ میں آپ کے حکم پر واپس تو چلا گیا لیکن اب وہاں جی نہ لگا

ثم اتیت النبی ﷺ فاسلمت. (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴۷)

میں واپس آگیا اور اسلام قبول کرلیا۔

کاش ہوجاؤں لبِ کوثر میں یوں وارفتہ ہوش
لے کر اس جانِ کرم کا ذیلِ عالی ہاتھ میں

آنکھ محوِ جلوۂ دیدار دل پر جوشِ وجد
لب پر شکرِ بخششِ ساقی پیالی ہاتھ میں

حل لغات

وارفتہ ،شیفتہ،مفتون ازخود رفتہ ،آپے سے باہر۔ذیل ، نیچے کا حصہ، نیچے دامن ،گروہ یہاں دامن مراد ہے۔

شرح

کاش لب کوثر میں یوں ہوش گنوا کرآپے سے باہر ہوجاؤں کہ آنکھ محوجلوۂ دیدار ہو دل وجد میں پُرجوش ہو لب پر شکر بخشش ساقی اور پیالی ہاتھ میں ہو۔

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضؔا
لوٹ جاؤں پاکے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

حل لغات

وارفتگی (فارسی) بیخودی ۔ لوٹ جاؤں ، مچل جاؤں ،لڑکنیاں کھانے لگوں ، غش ہوجاؤں ، عاشق ہوجاؤں ، پھڑک جاؤں،بِھر جاؤں،نہایت خوش ہوجاؤں۔دامانِ،دامن ۔

خلاصہ

اے رضا (امامِ اہل سنت) حشر میں بے خودی کا کیا کیا مزے لوں بس دامن عالی ہاتھ میں پالیا تو خوشی سے مچل جاؤں۔

شرح

اے رضا (امام محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حشر میں بیخودی کے کیا کیا مزے لوں جب حضورﷺ کا بلند قدر دامن ہاتھ میں آجائے تو پھر میں پھڑک جاؤں پھر خوشی کا حساب مت پوچھو۔اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ میدانِ حشر کی سختیاں مشہور ہیں لیکن جسے دامن مصطفیٰﷺ نصیب ہوگیا اس کے لئے وہ سختیاں صدرراحتوں اور ہزار مسرتوں سے بدل جائیں گی۔

نعت شریف ۲۸

راہ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفیٰ ہے مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

ہوں مسلماں گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو
ماہیت پانی کی آخریم سے نم میں کم نہیں

حل لغات ۱

عرفاں، واقفیت، خداشناسی۔محرم (عربی) بہت قریب کا رشتہ دار، بھید جاننے والا یہی مراد ہے۔

خلاصہ ۱

خداشناسی کی راہ اگر ہم نادیدہ رُولوگ بھید نہیں جاننے والے تو کچھ غم نہیں جبکہ مسند ارشاد پر حضور اکرم ﷺ ہیں وہ کریم ہیں ہماری نااہلی سے صرفِ نظر فرما کر خود ہی ہمیں سنبھال لیں گے۔

حل لغات ۲

ماہیت (عربی) حقیقت، کیفیت، مادہ۔ جو ہریم، دریا، سمندر۔نم (فارسی) تر ی، گیلا پن، تر، گیلا۔

خلاصہ ۲

میں الحمدللہ مسلمان ہوں اے کامل لوگو مجھے اپنے مسلمان ہونے پر ناز ہے اگر چہ ناقص ہی سہی لیکن میرے مسلمان ہونے میں نقص نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ پانی اصل مادہ میں تر ی میں سمندر کی تر ی سے کم نہیں۔ علیحدہ بات ہے کہ سمندر دریا کا پانی بے حساب ہے لیکن معمولی سی پانی کی بوند کی تر ی اور سمندر کے کثیر پانی کی تر ی کی ماہیت تو ایک ہے۔

شرح

اس شعر میں مصرعۂ اول میں دعویٰ دوسرے مصرعہ میں دلیل ہے اور اس میں معتزلہ وخوارج کا رد ہے اور اہل سنت کے عقیدہ کا اثبات انہی کے اصول (معتزلہ وخوارج) سے فرمایا ہے۔

عقیدۂ اہل سنت

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ مومن کبائر ارتکاب سے خارج از اسلام نہیں ہوتا جب تک اس سے کفر وشرک کا ارتکاب نہ ہووہ مومن ہے اگر چہ کامل نہ سہی۔قیامت میں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یا نبی کریم ﷺ یا اولیائے امت کی شفاعت سے جرائم کی سزا سے پہلے یا بعد کوبخش دے گا اگر وہ خدانخواستہ دوزخ میں کسی وجہ سے چلا بھی گیا تب بھی دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا بلکہ اسے بہشت میں داخل ہونا ہے۔

عقیدۂ معتزلہ

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اس لئے کہ وہ ناقص الایمان ہے خوارج ومعتزلہ کے نام ونشان ختم ہو گئے لیکن ان کے اصول آج کے دور میں بعض فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔امام احمد رضا قدس سرہ ان کے مذہب کا رد فرماتے ہیں بندہ مومن ناقص سہی لیکن ایمان سے خارج نہیں۔

غنچے ما اوحی کے جو چٹکے دنی کے باغ میں
بلبل سدرہ تک اُن کی بو سے بھی محرم نہیں

اُس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اُس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

حل لغات۳

مَآ اَوْحٰی آیت "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" کی طرف اشارہ ہے اور "دَنَا" میں آیت "دَنَا فَتَدَلّٰی" کی طرف۔بلبل سدرہ سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔دراصل محرم وہ شخص ہوتا ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہ ہو۔

شرح ۳

"دَنَا" کے باغ میں "مَآ اَوْحٰی" کے غنچے چٹکے تو جبرائیل علیہ السلام کو ان کی خوشبو تک سے بھی ناآشنائی ہے۔

حل لغات٤

زم زم،سریانی زبان میں تھم تھم۔جب یہ چشمہ اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے اُبلا حضرت ہاجرہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اس خوف سے کہ پانی ریتے میں مل کر خشک نہ ہو جائے ایک دائرہ کھینچ کر فرمایا زم زم ٹھہر ٹھہر وہ اسی دائرہ

میں رہ کر کنواں ہوگیا۔حدیث میں فرمایا کہ وہ بی بی نہ روکتیں تو سمندر ہو جاتا۔ جم جم بمعنی کثیر کثیر۔کوثر کثرت سے مشتق ہے کم کم (مقدار یعنی کتنا کتنا)

شرح ٤

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پانی میں تھم تھم رک جارک جا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے پانی میں جم جم یعنی بہت زیادہ ہے۔کوثر کی کثرت میں زم زم کی طرح اور مقدار کی کیفیت نہیں۔

زم زم عطیہ نبی علیہ السلام

زم زم کی برکات سب کو معلوم ہیں لیکن یہ برکات اس کے ذاتی نہیں بلکہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے طفیل ہے اس لئے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لائے تھے اور اس صحرا میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے اُس وقت وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیل کو یہاں لٹایا تھا اور جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پانی کے لئے بے چین ہوئے تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا پہاڑی پر چڑھیں اور پھر وہاں سے اتر کر دوڑتی ہوئی دوسری پہاڑی پر چڑھیں اتنے میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی مقدس ایڑیاں زمین پر ماریں تو ان مقدس ایڑیوں کی بدولت خشک زمین سے پانی اُبل پڑا۔حضرت ہاجرہ نے جو یہ دیکھا تو دوڑتی ہوئی تشریف لائیں اور پانی کے ارد گرد ریت و کنکریوں کی حصار کھینچ کر فرمایا ''زم زم'' یعنی ٹھہر ٹھہر یہی وہ کنواں ہے جس کا آج تک نام ہی زم زم زبانِ زدِ خلائق ہے اور جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مقدس ایڑیوں کا صدقہ ہے۔

فضائل

آبِ زم زم کے احادیث مبارکہ میں بے شمار فضائل و فوائد مروی ہیں۔چند تبرکاً یہاں عرض کر دوں۔

احادیث مبارکہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا فرمایا

ماء زمزم لما شرب له. (ابن ماجہ) زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہی اس سے حاصل ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زم زم پیتے ہوئے کہا اے اللہ میں قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم میں اور منافقوں میں یہ بھی ایک فرق ہے کہ وہ زم زم کو خوب سیراب ہو کر نہیں

پیتے اور ہم خوب سیراب ہو کر پیتے ہیں۔

اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ زم زم

سیدنا اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا یہ معجزہ کس سے مخفی ہے اور یہ بھی دائمی ہے اس طرح کے معجزات ہمارے نبی پاک ﷺ سے بکثرت صادر ہوئے اور ایک بار نہیں بار بار جب چاہا جہاں چاہا اور وہ آپ کے کسب واختیار وقصد وارادہ پر تھا جیسا کہ منبع الماء کے معجزات کے باب میں فقیر نے تفصیل سے لکھا ہے اس معجزے کے اندر جو تاثیرات اللہ نے ودیعت کر رکھی ہے وہ بھی دائمی ہیں۔ایک سائنسی تحقیق ملاحظہ ہو

سائنسی تحقیق

آبِ زم زم جو سائنسی دنیا کے لئے آج تک معمہ بنا ہوا ہے اصل میں ایک جاری وساری معجزہ ہے۔ یہ پانی ایسا ہے جس کا رنگ اور مزہ کبھی نہیں بدلتا چاہے کتنے ہی دن جمع کر کے رکھا جائے ویسا ہی صاف وشفاف نظر آتا ہے جبکہ عام پانی اس طرح جمع کر کے رکھا جائے تو دوسرے ہی روز سے خراب ہونے لگتا ہے جہاں عام لوگوں کے نزدیک یہ سب سے نفیس پانی ہے وہیں مسلمانوں کے لئے سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ اور قابلِ احترام بھی ہے یہ خدا کی قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے۔

ہزاروں سال پہلے جب یہاں ویرانہ تھا حضرت ہاجرہ اپنے کلیجے کے ٹکڑے اپنے نورِ نظر معصوم لاڈلے اور پیاس کے مارے اکلوتے فرزند کی دردناک حالت دیکھ کر بے تاب ہو جاتی ہیں اور یہاں نظریں دوڑاتی ہیں اور گھبرا کر پانی کی تلاش میں صفا ومروہ کی پہاڑیوں پر دوڑتی ہوئی چڑھتی ہیں مگر پانی کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا لیکن جس جگہ پانی کے لئے بے قرار بچہ پیر مار رہا تھا اسی جگہ سے پانی کا چشمہ ابل پڑتا ہے یہ دیکھ کر حضرت ہاجرہ دوڑتی ہیں وہ یہ سمجھتی ہیں کہ کہیں پانی بہہ کر نہ چلا جائے اور ختم ہو جائے۔بیقراری کے اسی عالم میں ان کے منہ سے نکلتا ہے ''زم زم'' یعنی ٹھہر ٹھہر اور وہ پانی ٹھہر جاتا ہے اور اب تک ٹھہرا ہوا ہے اور قیامت تک ٹھہرا رہے گا۔

تجربے ہی تجربے

ہر سال حجِ بیت اللہ کے لئے لاکھوں زائرین مکہ جاتے ہیں ہزاروں کو اس کا تجربہ ہوگا کہ جب تک وہ اپنے نفس کی قوت وتائید غیبی پر پورا بھروسہ کرتے رہے بیمار نہیں ہوئے۔ بے شمار لاعلاج مریض اپنے اعتقاد اور ایمان کے سہارے شفاء پا گئے کئی ایک سے ہم خود واقف ہیں مثلاً ایک گٹھیا کا مریض تھا جو بغیر دوا کے ایک پل بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

اس کا ایک پیر تقریباً ناکارہ ہو چکا تھا جس میں بے انتہا درد ہوا کرتا تھا چار قدم چلنا دوبھر تھا لیکن جب وہ حج کے لئے روانہ ہوا تو دورانِ سفر اپنی تمام دوائیں دریا میں پھینک دیں۔ اسے یہ بھروسہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اب اسے اچھا کر دیگا مکہ پہنچ کر وہ بطورِ دوا کے صرف آبِ زم زم کا استعمال کرتا رہا جس قدر پی سکتا تھا پیتا رہا اور اسی پانی سے نہاتا تھا۔

نہانے کے بعد بدن ہی پر کپڑوں کو خشک ہونے دیتا تھا تاکہ وہ پانی زیادہ سے زیادہ دیر تک اس کے جسم سے لگا رہے اور آخر کار وہ اپنے اسی اعتقاد و ایمان کے سہارے اچھا ہو گیا۔

گنجے کے بال

دوسرا شخص ایک گنجا تھا۔ حج سے واپسی پر روزانہ اپنے گنجے سر پر آبِ زم زم ملا کرتا تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اس طرح اس کے بال اُگ جائیں گے لوگ ہنستے تھے لیکن اس نے متواتر اپنے عمل کو جاری رکھا اور پھر یہ دیکھ کر لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کے سر پر واقعی بال اُگ آئے۔

کچھ ایسے اشخاص بھی ہیں جن کا عقیدہ بعد از اں کمزور پڑ گیا اور دوبارہ پہلے جیسی کیفیت میں مبتلا ہو گئے اس سلسلہ کا ایک مریض یاد آیا ہے اس کا نام زری والا تھا۔ شروع شروع میں جب وہ بمبئی آیا تھا تو ایک معمولی مزدور تھا اور زردوزی کا کام کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے کام میں برکت ہوئی اور وہ ایک مزدور سے کارخانے دار بن گیا اور اب وہ زری والا سیٹھ کہلاتا ہے جب دولت آئی تو اس کے ساتھ بہت ساری الجھنیں بھی آئیں اور وہ اعصابی مریض بن گیا۔ اس کا بلڈ پریشر چڑھنے لگا اور ہر وقت جان جانے کا خوف طاری رہنے لگا اس کو یہ احساس رہتا تھا کہ گویا کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے گھر کے دروازے پر بھی دستک ہوتی تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا۔ غرض یہ کہ وہ مستقل طور پر ذہنی مریض بن چکا تھا بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کروا رہا تھا ڈاکٹروں کے مطابق وہ دل کا مریض تھا جس کے لئے اسے بیشمار دوائیں کھانا پڑتی تھیں لیکن دواؤں پر پرہیز کے باوجود اس کی ذہنی کیفیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تھی اسی دوران اسے حج کا خیال آیا اور وہ اس کے لئے روانہ ہوا۔ ساتھ میں بہت ساری دوائیں اور ڈاکٹروں کے نسخے بھی رکھ لئے سفر کے دوران پابندی سے دوائیں کھاتا اور ڈاکٹروں کی ہدایت پر عمل کرتا رہا لیکن اس کے باوجود دل کی حالت میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ اس کے خوف نے وہاں بھی اس کا پیچھا دورانِ حج اتفاق سے اس کی دواؤں کا ڈبہ کہیں کھو گیا اب یہ اور بھی زیادہ افسردہ نظر آنے لگا اس پر ایک دوسرے حاجی نے اسے دلاسا دیا اور کہا کہ وہ ناحق پریشان ہے کیونکہ جس جگہ پر وہ ہے وہاں کا تو ہر ذرہ دوا ہے اور خدا کی رحمت ہر جگہ شفاء بن کر موجود ہے لہٰذا اسے اسی ذاتِ برحق کا سہارا ڈھونڈنا

چاہیے ان باتوں کا اس پر خاطر خواہ اثر ہوا اس کے اندر بھی جذبۂ ایمانی پیدا ہوا اس نے اپنے آپ میں ایک مختلف شخص کو پایا رفتہ رفتہ وہ بالکل ٹھیک ہوگیا۔ واپسی پر وہ بہت خوش تھا گھر پہنچنے کے بعد بھی کئی دنوں تک اس کو کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ایک روز اس نے یونہی سوچا کہ اپنے ڈاکٹر کے پاس جائے اور چیک اپ کروائے۔ اس کا ڈاکٹر ایک بڑا نامی گرامی ڈاکٹر تھا اس کو جب معلوم ہوا کہ مریض نے دوائیں کھانی چھوڑ دی ہیں تو بڑا ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ وہ تو دل کا مریض ہے اگر دوا نہیں کھائے گا تو مر جائیگا۔ ڈاکٹر کے یہ جملے سن کر اس کا دل ڈوبنے لگا اور وہ دوبارہ بیمار پڑ گیا۔ اب وہ پابندی کے ساتھ دوائیں کھاتا ہے لیکن وہ پہلے سے زیادہ بیمار ہے۔ سچ ہے ایسے بڑے ڈاکٹروں کی کمی نہیں ہے جو کہ پہلے مریض کے دل میں شبہات پیدا کر دیتے ہیں اور پھر اس کا علاج کرتے ہیں۔

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آبِ زم زم مزیدار کھانا ہے اور امام مسلم کے علاوہ دوسروں نے اپنی سند سے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ یہ پانی بیماری کے لئے شفاء ہے۔ سنن ابن ماجہ میں یہ روایت مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ماء زم زم لما شرب له

یعنی آبِ زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے اسی کے لئے مفید ہے۔

اس سلسلے میں اور بھی صحابہ کرام کے اپنے الگ الگ تجربات ہیں اور سب نے مختلف امراض میں شفاء حاصل کی بہت سے لوگوں نے کئی کئی دنوں تک صرف اسی پانی کو نوش کیا یہ اان کو تغذیہ دیتا رہا اور انہیں بھوک کا احساس قطعی نہیں ہوا اور وہ عام لوگوں کی طرح طوافِ کعبہ کرتے رہے۔ (ماخوذ)

ان کے بے مانگے ملا ان کو رگڑ کر ایڑیاں
مالکِ کوثر کے ہمسر صاحب زم زم نہیں

شرح

یہ شعر عام مطبوعہ حدائق بخشش شریف میں نہیں اور حضرت علامہ شمس بریلوی (مدظلہ) کے مرتب مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی میں بھی نہیں ملا لیکن حضرت علامہ محمد شبیر مدظلہ کوٹلوی نے اپنے سفر نامہ میں لکھا کہ اس موقع پر اعلیٰ حضرت کا ایک شعر بھی سنتے چلئے مذکورہ بالا شعر لکھ کر خود ہی تشریح فرماتے ہیں کہ یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایڑیاں رگڑ کر زم زم

ملااور حضور اکرم ﷺ کو حوضِ کوثر بن مانگے عطا ہوا لہٰذا حضور اکرم ﷺ کا مرتبہ زیادہ ہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو گود میں اُٹھالیا اور تنہا یہاں تشریف فرماتھیں کہ ایک قافلہ بنی جرہم کا اس طرف سے گزر رہا۔ قافلہ والوں نے یہاں ایک عورت کو اور اس کی گود میں ایک نورانی بچے کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ اس صحرا میں یہ کون ہیں؟ تو

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچو بادیہ گردو! ادب کی جا ہے اے بوڑھو، جوانو، عورتو، مردو

یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

خبردار! کوئی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ یہ مقدس گھرانے کے افراد ہیں چنانچہ ان قافلہ والوں نے یہاں پانی دیکھ کر حضرت ہاجرہ سے اجازت لی اور یہیں سکونت پذیر ہوگئے اور آج یہی جگہ مرکز خلائق ہے جس کا نام کعبہ معظّمہ ہے۔

صفا مروہ کی دو پہاڑیاں آج بھی موجود ہیں اور ان دو پہاڑیوں کی عزت وعظمت پر قرآن شاہد ہے اور ان کی عزت وشرافت حضرت ہاجرہ واسماعیل علیہ السلام کے قدومِ میمنت لزوم کی رہین منت ہے۔

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

حل لغات

پنجہ (فارسی) پانچ کی طرف منسوب ہاتھ یا پاؤں کی پانچوں انگلیاں، جوتے کا اگلا حصہ، ہتھیلی سمیت پانچویں انگلیاں۔ چشمہ (فارسی) پانی کی سوت، تالاب، عینک۔ نم (فارسی) تری، گیلا پن۔

شرح

مہر عرب ماہ عجم ﷺ کا پنجہ کریمہ وہ ہے جس سے دریا بہہ گئے یہ آسمانی سورج بھی پنجہ کی صورت میں ہے لیکن اس میں تو نام تک تری کا نشان نہیں۔

معجزات

یہ ان معجزات کی طرف اشارہ ہے جن میں نبی پاک ﷺ کے پنجہ مبارک سے نہ صرف چشمے بلکہ دریا بہہ نکلے۔

چند نمونے ملاحظہ ہوں

روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک لوٹا تھا کہ اس سے آپ

نے وضو کیا سب لوگوں نے آپ کے پاس آکر عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے نہ وضو کے لئے مگر اس قدر کہ آپ کے اس لوٹے میں ہے پس آپ نے اپنے دست مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ کی انگلیوں سے مانند چشموں کے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا اگر لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

فائدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو یہ معجزہ صادر ہوا تھا کہ ان کے عصا مارنے سے پتھر میں سے چشمے جاری ہوئے تھے اس کی بانسبت یہ معجزہ حضور اکرم ﷺ کا اعلیٰ ہے اس واسطے کہ پتھر ایسی چیز ہے کہ اس میں سے پانی نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ .

(پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۷۴)

اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے۔

وہ معجزات جو پانی کی فراوانی پر مشتمل ہیں۔

(۱) معجزہ حرم ۷ھ میں ظہور پذیر ہوا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم میں بصراحت مذکور ہے کہ ہم غزوہ ذات الرقاع اور وادیٔ افیح میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا جابر ڈھونڈنے گئے لشکر میں ایک قطرہ نہ ملا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کے حکم سے جابر اس انصاری کے پاس پہنچے جو حضور اکرم ﷺ کے پینے کا پانی رکھا کرتے تھے وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک (شجب) کے دہانہ پر ایک قطرۂ آب نظر آیا اور پس حکم دی وہی لے آؤ پھر کاٹھ کا کٹھرا منگایا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ انگلیاں پھیلا کر رکھ دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق بسم اللہ کہہ کر وہ قطرۂ آب اس بحر سخا کے دست مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عینی شہادت ہے کہ سب انگلیوں میں سے پانی فوارہ دار نکلا۔ پانی نے لکڑی کے کٹھرے کو بھی چکر دے دیا سب کو بلایا گیا اور سب نے سیرابی حاصل کی جب حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اُٹھالیا تب بھی وہ کٹھرا پانی سے بھرا ہوا تھا۔

فائدہ

اس غزوہ میں چار سو غازی ہمرکاب مصطفیٰ ﷺ تھے۔

صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ الشہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا پانی ایک رکوہ (کوزہ) میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا ہے لوگوں نے کہا پانی نہ وضو کے لئے ہے نہ پینے کے لئے بس یہی کوزۂ آب ہے جو حضور کے سامنے رکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اُسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا تب پانی حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں میں سے پھوٹ پڑا اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ سب نے وضو بھی کر لیا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالم ابن ابی جعد کے سوال پر بتلایا کہ اس وقت ہم پندرہ سو تھے یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کو کفایت کر جاتا۔

سوال

ان احادیث کے مضامین میں اختلاف کیوں؟

جواب

چونکہ حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کا قیام ایک ہفتہ تک رہا تھا اس لئے جمع بین الا حادیث کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ اول پہلے روز کا ہے اس کے بعد پانی کی پھر ضرورت لاحق ہوئی تب نبی کریم ﷺ اس چاہ پر تشریف لے گئے جس کا نام حدیبیہ ہے اور یہ مقام اسی چاہ کے نام سے معروف تھا۔ چاہ کا پانی خشک ہو چکا تھا بخاری کی روایت بالا میں ہے

فجلس النبی ﷺ علی شفیر البئر فدعا بماء فمضمض ومج فی البئر فمکثنا غیر بعید ثم استقبلنا

ڈیڑھ ہزار کے لشکر میں یہ مستقل انتظام تھا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں

ثم انہا اصدرنا ما شئنا نحن رکابنا

اعجوبہ

امام احمد کی روایت سے ظاہر ہے کہ چاہ کا پانی ابل پڑا ہم سے آخری شخص چادر لے کر بھاگا کہ کہیں ڈوب نہ جائے اور پھر یہ پانی بہہ نکلا۔

چوتھا معجزہ ۹ھ میں ظهور پذیر ہوا

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے (معارج النبوۃ میں اسے سفر تبوک بتایا گیا ہے) صبح

کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی کیونکہ سب سوتے رہ گئے تھے مجھے نبی کریم ﷺ نے آگے آگے چلنے کا حکم دیا ہم کو سخت پیاس لگی۔ راہ چلتے ہوئے ہم کو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے اس سے معلوم ہوا کہ پانی اس کے گاؤں سے ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ صحابہ اس عورت کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے وہاں عورت نے یہ بھی کہا کہ وہ یتیموں کی ماں ہے نبی کریم ﷺ نے اس کے مشکیزوں کے ہاتھ سے چھو دیا "فمسح عزلا" پانی بہہ نکلا۔ چالیس صحابہ نے جو سخت پیاسے تھے سیر ہو کر پانی پی لیا اور مشک مشکیزہ جتنے تھے وہ بھی بھر لئے (اونٹوں کو وہ پانی نہیں پلایا) عمران کہتے ہیں کہ اس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے دیکھے جاتے گویا اب پھٹ پڑیں گے "وھی تکاد تنفض من الماء"

اس عورت نے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں سب سے بڑے جادوگر کو مل کر آئی ہوں یا اسے نبی کہنا چاہیے جیسا کہ اس کے ساتھیوں کا یقین ہے۔

معجزہ کی برکت

اس عورت کی اس اطلاع پر یہ دور افتادہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور وہ بھی اسلام لے آئے۔ عجب معجزہ ہے کہ دیکھنے والی اس وقت غیر مسلمہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ذکر "اسحن الناس" کے لفظ کے ساتھ کرتی ہے مگر سننے والی قوم فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے کہ سحر میں یہ طاقت کہاں کہ پیاسے بھی سیر ہو جائیں اور مشک مشکیزے بھی پُر کر لیں۔

سحر و معجزہ میں فرق

سحر تو صرف نظر بندی کا نام ہے سحر قوتِ مسمریزم سے ناظرین کی قوت متخیلہ پر اور نظر پر اثر ڈالتا ہے اور ایسا معمول کسی شے کو اس کی حقیقت کے خلاف کچھ اور شے سمجھنے اور دیکھنے لگ جاتا ہے یہ تغیر صرف دیکھنے والے معمول کی نگاہ اور تخیل میں ہوتا ہے ورنہ وہ شے جوں کی توں اپنی اصلیت پر موجود ہوتی ہے سحر کی قریب تر مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک رسی کو اندھیرے میں سانپ سمجھ لیتا ہے اور اپنی کم علمی کی وجہ سے خوف و ہراس وغیرہ ویسے ہی طاری ہو جاتے ہیں جیسے اصلی سانپ کی موجودگی سے ہوئے حالانکہ وہ رسی رسی ہوتی ہے اور اس ڈرپوک پر وہ بذاتِ خود کسی طرح موثر نہیں ہوتی۔

فائدہ

انبیاء کے معجزات میں حقیقت اصلیہ ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو نبی کو ساحر سے بلند وارفع واعلیٰ اور پاک و برتر

ثابت کرتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ساحرانِ موسیٰ کا قصہ موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فن میں کمال رکھتے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ . (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۱۶)

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سحرِ عظیم کیا تھا

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ٥ (پارہ ۱۶، سورۃ طٰهٰ، آیت ٦٦)

جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔

ساحروں کی اس نمائش کا نتیجہ کیا ہوا

وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ. (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۱۶)

بس ساحروں کی سب سے بڑی کائنات یہی تھی کہ لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر ڈرا دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے وہ اپنا عصا پھینک دیتے ہیں وہ اژدہا بن جاتا ہے اور جادوگروں کی سب لاٹھیاں اور رسیوں کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ اگر معجزہ موسوی کی حقیقت صرف اتنی ہی ہوتی کہ وہ عصا صرف ساحروں کی نگاہ میں اژدہا نظر آنے لگ جاتا تو ساحروں کے دلوں پر بھی اتنا ہی اثر ہوتا جتنا فرعون کے دل پر ہوا تھا یعنی "اِنَّــهُ لَكَبِیْـرُ كُـمُ (وہ تمہارا بڑا ہے) مگر ساحر تو فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰ کا کام حدِ سحر سے بالاتر ہے وہ دیکھتے ہیں کہ وہ منوں رسیاں اور سینکڑوں لاٹھیاں موجود نہیں ہیں اس لئے ثعبان موسوی کا ان رسیوں اور لاٹھیوں کو ہڑپ کر جانے کا نظارہ صرف تخیل ہی نہ تھا بلکہ حقیقتاً تھا اور بہترین صداقت رکھتا تھا۔ اسی اصلیت پر فائز ہو جانے کے بعد نہ فرعون کی پھانسی سے ڈرے اور نہ دست و پا کی قطع و برید کا عذاب ان کو اسلام سے مرتد کر سکا۔ رحمتِ الٰہیہ دیکھئے کہ یہ ساحر جب میدانِ مقابلہ میں آئے تھے اُس وقت بارگاہِ روحانیت کے مقہور و مخذول تھے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد آستانِ رحمانیت کے منظور و مقبول بن گئے تھے۔

یہی حال اس عورت اور اس کے قبیلہ کا ہوا جس کا مندرجہ بالا میں ذکر ہے۔ حدیث بالا کو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں نے روایت کیا ہے ہم نے بخاری کے الفاظ کو یہاں لیا ہے۔

بیہقی کی روایت میں اس قدر اور متزاد ہے کہ راویانِ حدیث کو خود نبی کریم ﷺ نے بھیجا تھا کہ اس طرف کو جاؤ تمہیں ایک ایسی عورت ملے گی اندریں صورت یہ روایت نہ صرف ایک معجزہ پر بلکہ ایک اور پیش گوئی پر بھی (جوا قسامِ

(معجزہ میں سے ہے) مشتمل ہے۔

پانچواں معجزہ

صحیح بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک بار نماز کا وقت آ گیا جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ گھروں میں جا کر وضو کر آئے باقی رہ گئے۔ نبی کریم ﷺ کے لئے پتھر کا پیالے میں پانی لایا گیا وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا پورا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا اسی پانی سے ۸۰ سے زیادہ لوگوں نے وضو کر لیا۔

فائدہ

بیہقی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پیالہ میں اپنی چار انگلیاں ڈالی تھیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے اُس وقت دیکھا کہ انگلیوں میں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے یہ واقعہ مقامِ قبا کا ہے۔

فائدہ

صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی ہی روایت زوراء کی بابت بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پیالہ میں ہاتھ رکھ دیا اور پنجہ مبارک سے پانی بہہ نکلا اس روز حضور اکرم ﷺ کی ہمراہیوں کی تعداد تین سو کی تھی۔

چھٹا معجزہ

صحیح بخاری میں ایک روایت ابن مسعود کی بھی ایسی ہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور پانی حضور کے مبارک ہاتھوں سے پھوٹ نکلا اور نبی کریم ﷺ نے زبانِ مبارک سے فرمایا

حيی علی الطهور المبارک والبرکة من الله

ابن مسعود کہتے ہیں کہ اس پانی سے سب ہی نے وضو کر لیا تھا۔

کہاں زم زم

نبی کریم ﷺ نے اس پانی کو طہور اور مبارک فرمایا ہے۔ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ برکت و عزت میں آبِ زم زم سے بڑھ کر وہ پانی تھا جو حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں میں سے نکلا تھا ایسے ہی واقعات اور بھی ہیں اور روایات کی خصوصیتوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ انگشتاں مبارک سے پانی پھوٹ پڑنے کے واقعات بار بار ہوئے، با کثرت ہوئے، بے شک عرب جیسے گرم اور خشک ملک میں اور غزوات کے سفر ہائے طول وطویل میں اگر یہ معجزہ نہ ہوتا تو اس بے سروسامانی کی حالت میں جو بہ عہد نبوی اسلامی لشکروں میں پائی جاتی تھی ضرور تھا کہ مجاہدین ہلاک ہو گئے ہوتے

میں کہتا ہوں کہ اس معجزہ کی مثال عہد موسوی نزولِ مــــــــ ّاور حصولِ سلویٰ کی صورت میں پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی معجزۂ نبوی کا درجہ عہد موسوی کے معجزات سے اسی قدر زیادہ بڑھا ہوا ہے جس قدر لقائے حیات میں پانی درجہ طعام پر فائق ہے۔

ذکرہ فی الامم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ اور اس خصوصیت لاثانی کی خبر بھی انبیائے کرام کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔ یسعیاہ میں ہے "خداوند خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا۔"

ہم کو ان الفاظ کی تاویل کی کیا ضرورت ہے فی الواقع ان خشک میدانوں میں جہاں پینے کو پانی نہ ملتا تھا "نبــــــع الماء" کے معجزات متواتر نے چشمے جاری کر کے دکھلا دیئے تھے۔ (رحمۃ للعلمین حصہ سوم)

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو

کیا کفایت اس کو اقرء ربک الاکرم نہیں

حل لغات

امی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کریمہ ہے اس پر علماءِ محققین نے بہت خوب لکھا یہاں اس کے لئے گنجائش نہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے جو معنی بیان فرمایا ہے یہی نفیس بلکہ نفیس ترین ہے اور ساتھ ہی دوسرے مصرعہ میں اس کی دلیل بھی بتا دی ہے۔ کفایت، کافی ہوا، پورا ہونا وغیرہ۔ اقراء، آیت "اِقْـرَاْ بِـاسْـمِ رَبِّـکَ الَّـذِیْ خَـلَقَ" طرف اشارہ ہے "رَبُّکَ الْاَکْـرَمُ" تیرا رب اکرم، جو دوسری آیت میں "اِقْـرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْـرَمُ" ہے کی طرف اشارہ ہے۔ منت کش، خوشامد کرنے والا۔

شرح

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وہ امی ہیں جسے کسی استاد کی خوشامد اور احسان برداری کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ آپ کو اللہ نے خود ہی تعلیم دی ہے تو کیا اس ذاتِ باری تعالیٰ کی تقسیم ان کے لئے کافی نہیں ہے۔ باوجودیکہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لیکن ایسے اسرار و رموز و معارف بیان فرمائے جن سے آج تک بڑے بڑے دانشور انگشت بدندان ہیں۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا اک اشارے میں

ہمارا عقیدہ ہے کہ استاذِ کل اگر عالم کائنات میں کوئی کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف ہمارے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔

جس جگہ عیسیٰ بھی آتے ہیں دعا کے واسطے

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝ (پارہ ۲،سورۃ البقرہ،آیت ۱۵۱)

اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

تعلیم عیسیٰ علیہ السلام

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

ان عیسیٰ اذا نزل یجتمع بالنبی ﷺ فی الارض فلا مانع ان یاخذ عنه الیه من احکام شریعة. (الحاوی للفتاوی جلد۲صفحہ۲۹)

بیشک عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے اور نبی پاک ﷺ سے ملاقات ہوا کریگی تو اس میں کوئی مانع نہیں کہ آپ حضور ﷺ سے آپ کی شریعت کے احکام حاصل کریں گے جو انہیں ضرورت ہوگی۔

اس موضوع پر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستقل رسالہ لکھا ہے۔ الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام جو الحاوی للفتاویٰ جلد دوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۷ تا ۲۹۹ تک پھیلا ہوا ہے۔

تعلیم الٰھی

اللہ تعالیٰ کا نبی پاک ﷺ کو براہ راست تعلیم دینا قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

اَلرَّحْمٰنُ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۝ (پارہ ۲۷،سورۃ الرحمٰن،آیت ۱،۲)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (پارہ ۵،سورۃ النساء،آیت ۱۱۳)

اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

فائدہ

امام المفسرین علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ تفسیر ابن جریر جز الخامس اسی آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں

علمک ما لم تکن تعلم من خبر الاولین والاخرین وما کان وماھو کائن قبل ذالک من فضل اللہ علیک یا محمد مذخلقک

اے محبوب سکھایا آپ کو جو کچھ نہ جانتے تھے تمام اولین وآخرین کی خبروں سے اے محمد ﷺ جب سے اللہ نے آپ کو پیدا فرمایا ہے اسی وقت سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے یعنی "ماکان ومایکون" کا علم عطا فرما دیا ہے یہی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

فائدہ

آیۃ الملک اور علامہ ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور اکرم ﷺ کو تمام علوم سکھا دیئے ہیں۔

احادیث مبارکہ

قطع نظر ان روایاتِ صحیحہ کے اہل سنت حضور اکرم ﷺ کے علم کُلی کے اثبات میں پیش کرتے ہیں صریح الفاظ بھی روایات میں موجود ہیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا

سئالنی ربی فلم استطع ان اجیبه فوضع یده بین کتفی بلا تکییف وتحدید

میرے رب نے مجھ سے پوچھا میں جواب نہ دے سکا پھر اس نے اپنا مبارک ہاتھ رکھا میرے دونوں کاندھوں کے درمیان جسے نہ کیف سے تعبیر کر سکے نہ حد سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں کاندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا اس سے ہاتھ مراد نہیں بلکہ اس کی قدرتِ کاملہ مراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھوں سے پاک اور منزہ ہے۔

فوجدت بردها فاورثنی علم الاولین والاخرین وعلمنی علوما شتی نعلم اخذ علی کتمانه اذ علم انه لا یقدر علی حمله غیری وعلم خیرتی فیه وعلم امرنی بتبیغه الی العام والخاص من امتی

میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اس کی برکت سے مجھے اولین وآخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مختلف علوم سکھائے۔ وہ علم جس پر مجھے مخفی رکھنے کا وعدہ لیا جبکہ اسے معلوم ہے کہ میرے سوا کوئی اس کا حامل نہیں ہو سکتا۔ وہ جس کی مجھے اجازت بخشی کہ میں چاہوں تو بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ امت کے ہر خاص وعام تک پہنچانے کا امر فرمایا۔

فائدہ

حدیث مذکور میں عام وخواص جن وانسان مراد ہیں اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ علوم شتی سے یہی تینوں

علوم مراد ہیں جیسا کہ فاء سے بھی واضح ہے۔

منکرین کمالاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اولاً دیوبندی وہابی اس تقسیم مذکور کے قائل نہیں اگر چہ یہی روایت متعدد محدثین ومفسرین نے سند کے ساتھ بیان کی ہے اور اصولِ حدیث کے مطابق یہ روایت معناً صحیح تر ہے۔ اگر دیوبندی فرقہ کچھ قائل ہوتے ہیں تو صرف اتنا کہ اس سے صرف علومِ شرعیہ مراد ہیں اور ان کے نزدیک اولین وآخرین سے یہی علومِ شرعیہ مراد ہیں۔ صاحب روح البیان ان ہر دونوں فرقوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وھی زائد علیٰ علوم الاولین والاخرین — وہ علوم اولین وآخرین کے علاوہ دیگر کوئی اور علوم ہیں۔

یعنی علوم اولین وآخرین اور ہیں اور حدیث شریف میں تین علوم مذکور ہیں ان سے کوئی دیگر علوم مراد ہیں چنانچہ اس کی تفصیل صاحب روح البیان نے بیان فرمائی کہ

فالعلم الاول من باب الحقیقة الصرفة والثانی من باب المعرفة والثالث من باب الشریعة

(روح البیان صفحہ ۱۵، آیۃ اسراء)

پہلا علم باب حقیقت خالصہ سے ہے، دوسرا معرفت، تیسرا شریعت۔

الاولین والا خرین — پچھلوں کے علوم القاء فرمائے۔ (مواہب اللدنیہ)

ادبنی ربی فاحسنی تادیبی — مجھے میرے رب نے بہترین ادب سکھایا۔

علمنی ربی فاحسنی تعلیمی — میرے رب نے میری بہترین تعلیم فرمائی۔

علماء نے فرمایا

حضرت امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارحِ بخاری نے مواہب لدنیہ میں لکھا کہ

وراشک ان اللہ تعالیٰ اطلع علی ازید من ذلک وابقی علیه علوم الاولین والآخرین

اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے زائد پر آگاہی بخشی اور آپ کو تمام اگلوں پچھلوں کے علوم القاء فرمائے۔

حضرت امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیاوضررتھا — ومن علومک علم اللوح والقلم

تمہارے جود دنیا اور اس کی صورت یعنی آخرت کا ایک حصہ اور تمہارے علوم میں سے لوح وقلم کا علم ایک ٹکڑا۔

حضرت ملاعلی قاری شارحِ مشکوٰۃ حنفی اس کی شرح زبدہ میں فرماتے ہیں

توضیحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیه من النقوش القدسیه والصور الغیبة وبعلم القلم ما اثبت کما شاء والاضافة الاولیٰ ملابسة وکون علمها من علوم ﷺ ان علومه تتنوع الیٰ الکلیات والجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها انما یکون سطراً من سطور علمه ونهراً من بحور عله ثم مع هذا من برکة وجوده ﷺ.

اس کا مطلب کا ایضاح یہ ہے کہ علمِ لوح سے مراد وہ قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا اور اضافت ادنیٰ علاقے کے سبب ہے اور لوح وقلم کے علوم علم نبی ﷺ سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے علوم بہت اقسام ہیں کلیات و جزیات اور حقائق و دقائق اور عوارف و معارف کہ ذات و صفاتِ الٰہیہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم نبی کریم ﷺ کے مکتوب علوم سے نہیں۔

مگر ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں میں سے ایک نہر پھر بایں ہمہ اس کا علم حضور اکرم ﷺ کے صدقے سے ہے۔

فائدہ

لوح وقلم کے علوم کی وسعت کتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ٥ (پارہ ۲۷، سورۃ القمر، آیت ۵۳)

اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اور فرمایا

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ . (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۳۸)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔

خلاصہ یہ کہ ہر شے لوحِ محفوظ میں درج ہے اور لوحِ محفوظ حضور اکرم ﷺ کے علوم میں سے ایک قطرہ ہے لوح وقلم کے علوم کی فراوانی کے دلائل و تفاصیل فقیر کی کتاب ''لوح وقلم'' میں ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افضل بقراء امام القریٰ میں فرمایا کہ

اطلعه علی العالم نعلم علم الاولین والاخرین وماکان ویکون

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو سارے جہان کا علم دیا تو آپ نے تمام اگلوں اور پچھلوں کا علم جو کچھ ہوا ہو گا سب کچھ جان لیا۔

حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں

ذکر العراقی فی شرح المهذب انه ﷺ عرضت علیه الخلائق من لدن ادم علیه السلام الی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم ادم الاسماء.

حضرت امام عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مہذب میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے آدم علیہ السلام سے لے کر قیامِ قیامت تک خلائق پیش کی گئیں۔ آپ نے سب کو پہچان لیا جیسے آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے گئے۔

حقیقت مسئلہ

دراصل دیوبندی وہابی نجدی ایک عقیدہ سے ایسے مقامات میں غلط طریقہ اختیار کر جاتے ہیں وہ غلط عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت چالیس سال کی عمر میں شروع ہوتی ہے یہاں تک مودودی اور ان کے دوسرے مولوی دیوبندی، وہابی غیر مقلد و مرزائی وغیرہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو چالیس سال تک یہ علم نہ تھا کہ میں نبی بنوں گا آپ عام انسان تھے اسی لئے کبھی مزدوری سے پیٹ پالتے کبھی بکریاں چرا کر وغیرہ وغیرہ۔ (معاذ اللہ)

عقیدۂ اہل سنت

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ سب سے اول پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت ملی آپ ہر عالم میں نبوت کا پیغام پہنچاتے رہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام جب روح و جسد کے درمیان تھے اس وقت بھی آپ (ﷺ) نبی تھے۔ آپ ہر دور میں اسی دور کے مطابق طور طریقہ رکھتے اسی انسانی ملک میں آئے تو انسان جیسی تخلیق ہوئی اور اسی طرح رہے ورنہ اول میں پیدا ہوئے تو نبی کریم ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو تمام علوم کی تعلیم فرمادی۔

سوال

دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ اہل سنت کا ایک عجیب مذہب ہے کہ ادھر تو مانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کُل مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے اور دنیا میں تشریف لائے تو پڑھے پڑھائے آئے لیکن جب حضور اکرم ﷺ پر کوئی اعتراض اُٹھتا ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تدریجی علوم کی عطا کا ہے فلہٰذا یہ اعتراض بیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب

اس کا تفصیلی جواب تو فقیر نے ''البشریۃ لتعلیم الامۃ'' (باب العلم) میں لکھا ہے یہاں اجمالی جواب (ان شاءاللہ) تفصیل کا کام دیگا وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ عالم دنیا میں تعلیم کے لئے تشریف لائے اسی لئے آپ اس دنیا میں از اول تا آخر اسی طرح زندگی بسر فرمائی جیسے ایک بشر زندگی گزارتا ہے اسی لئے آپ کے متعلق اہل علم نے فقر اختیاری تسلیم کیا اسی معنی پر آپ کا پیدائشی طور پر عالم ہونا مسلم لیکن تعلیم کی تکمیل کے لئے ابتدائے وحی تا اکمال دین آپ کا طریقہ وہی رہا جو اپنے آقا کے غلام پابند احکام کا ہوتا ہے اسی لئے آپ ہر حکم الٰہی کو اسی موقع پر صادر فرمایا جو اس کا وقت تھا اگر چہ اس کا علم آپ کو اس سے پہلے تھا مثلاً جمعہ کی فرضیت کا علم آپ کو مکہ معظّمہ میں سے ہی تھا لیکن چونکہ اس کے اظہار کا وقت نہ تھا اسی لئے آپ نے اسے مدینہ پاک جا کر ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ علم کے ہوتے ہوئے ظاہر نہ کرنا وہ لاعلمی نہیں بلکہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس طرح علم اجمالی کے ہوتے تفصیل کا حال ہے کہ تفصیلی علم وقت کا منتظر ہوتا ہے اجمالی ہر وقت موجود رہتا ہے مثلاً حافظ القرآن تیس پاروں میں جہاں سے چاہے پڑھ سکتا ہے تیس پاروں کا علم اس کے سینے میں ہر وقت موجود ہے لیکن تفصیل کے وقت اسی طرح پڑھے گا جس طرح قرآنِ مجید کی ترتیب ہے۔

دوسرے طریق سے

اسے یوں سمجھئے کہ تراویح میں حافظ القرآن نے ہر رات ایک پارہ پڑھنا ہے اسی ترتیب سے وہ ہر رات آگے بڑھتا چلا جائیگا کوئی صاحب حافظ صاحب کو دورانِ قرأۃ ایسا لقمہ دے جو اس کی منزل سے آگے کا ہے حافظ صاحب اس کی نہیں مانیں گے اس لئے کہ وہ جو لقمہ دے رہا ہے اس حصہ قرآنی کا ابھی وقت نہیں آیا۔ حافظ صاحب کی اس طرز کو کوئی حافظ صاحب کی لاعلمی پر محمول کرلے تو ہم سب کہیں گے کہ حافظ صاحب کی لاعلمی بتانے والا پاگل ہے جاہل ہے ایسے ہی بلاتمثیل حضور نبی پاک ﷺ کے اجمال و تفصیل کو سمجھئے کہ آپ نے تیس سال کی زندگی مبارک میں بشریت کی تکمیل فرمائی تھی آپ کے سامنے جو امور مقدم و مؤخر طور ادا کرنے تھے اس سے سر مو آپ ہٹتے تو تکمیل بشریت کے منافی تھا لیکن کفار و مشرکین آپ سے بعض تاخیر کے امور پہلے پوچھ لیتے یا وہ امور جو ان کے لائق نہ تھے بے جا سوال کر دیتے آپ کا انہیں نہ بتانا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ مبنی بر حکمت تھا۔ اسی طرح آپ کا جملہ امور کا ابتداً جاننا اجمالی اور ظاہر نہ کرنا مبنی بر حکمت تھا پھر جب ظاہر کرنے کا وقت آیا تو آپ نے علوم کے سمندر بہائے جنہیں صحابہ کرام نے آنکھوں سے دیکھ کر آپ کی نبوت کی صداقت کی شہادت دی لیکن کفار نے نہ اس وقت مانا نہ اب مانتے ہیں۔ الحمدللہ اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کی وراثت میں حضور اکرم ﷺ کے علومِ غیبیہ پر پورا یقین ہے کسی بدقسمت کو اگر سمجھ نہیں آرہا تو یقین کرے تو اسے کفار ومشرکین اور منافقین کی وراثت نصیب ہے۔

سوال

جبرائیل علیہ السلام جب حضور اکرم ﷺ کے پاس پہلی وحی لے آئے تو انہوں نے کہا "اِقْرَأْ پڑھئے" اے محمد ﷺ تو آپ نے فرمایا "مَا اَنَا بِقَارِیٍ میں پڑھا ہوا نہیں" ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" نے پڑھا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضور اکرم ﷺ کو علم ہوتا تو آپ کو "مَا اَنَا بِقَارِی" کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب ۱

مخالفین کا یہ اعتراض بھی اُن کی صریح مکاری اور جہالت کی بناء پر ہے بھلا بتلایئے تو سہی کہ "مَا اَنَا بِقَارِی کا" ترجمہ کہاں ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں "مَا اَنَا بِقَارِی" کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ میں نہیں پڑھنے والا یا یعنی میں نہیں پڑھتا کیونکہ قاری اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ میں نہیں پڑھتا تو اس میں آپ کے عدم علم ہونے کی دلیل کیسے ہوسکتی ہے آپ کا یہ جواب اپنے مخاطب کو بالکل صحیح اور آپ کے علم عظیم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ نے اپنے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ جواب نہ فرماتے تو قانونِ خداوندی ہی غلط ہوجاتا کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا سب سے عظیم خاصہ یہی ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے تعلیم حاصل نہیں کی اور آپ کسی مخلوق سے علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہی لقب امی سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وامم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے امی کی طرف منسوب ہے اس لحاظ سے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی سے علوم وفنون کا اکتساب نہیں کیا آپ کو امی کہتے ہیں ملک کی یہی حالت تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے وہ اپنی عمر ایسی حالت میں گزار دیا کرتے تھے جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا نہ درس لیا نہ قلم ہاتھ میں پکڑا اور نہ سبق زبان پر جاری ہوا چنانچہ یہود نے اہل عرب کا نام امیون رکھا۔ قرآنِ کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ (پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۷۵)

یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔

چنانچہ یہ نام عرب کی پہچان بن گیا اور قرآنِ کریم نے اسی لفظ کے ساتھ اہلِ عرب کو خطاب کیا

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا. (پارہ ۲۸، سورۃ الجمعۃ، آیت ۲)

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

قرآنِ مجید نے ناخواندہ اَن پڑھ اشخاص کے لئے لفظ امی کو استعمال کیا ہے

وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ. (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۷۸)

اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ لفظ امی کے معنی ان پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں۔ اب قرآنِ کریم نے جو حضور اکرم ﷺ کے متعلق اعلان کیا کہ آپ امی ہیں اور پھر آپ کا خود زبانِ ترجمان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جواب میں ''ما انا بقارئ'' اس کا حاصل یہی ہے کہ آپ کا مخلوق میں کوئی استاد نہیں ہے آپ کو جو بھی علوم ''ما کان ومایکون'' حاصل ہیں وہی ہیں اسی لئے امی ہونا حضور اکرم ﷺ کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا ہے۔

جواب ۲

حضور اکرم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو بتایا کہ میں کسی کا شاگرد تو ہوں نہیں اور نہ ہی مجھے کسی اور سے پڑھنے کی ضرورت ہے اب تو مجھے دوسروں کو پڑھانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا پڑھیئے تو آپ نے یہی فرمایا کہ میں نہیں پڑھتا لیکن جب جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (پارہ ۳۰، سورۃ العلق، آیت ۱)

کہ پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

تو آپ نے فرمایا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (پارہ ۳۰، سورۃ العلق، آیت ۱)

اس کے مزید جوابات و تحقیق فقیر کی کتاب ''غایۃ المامول'' کا مطالعہ فرمایئے۔

امی کا مطلب

وہ امی ہے اور ام القریٰ کی عزت و وقعت اسی نسبت قدسیہ سے ہے۔

وہ امی ہیں ولید سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال میں معصوم ہیں، وہ امی ہیں جن کی تعلیم حروفِ کتابی یا نقوش

مرسیہ کی محتاج نہیں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے رسول امی ہیں نہ کسی مکتب میں داخل ہوئے نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب پڑھی نہ اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ لکھا پھر تم کتاب اللہ سے کیوں منکر ہوتے ہو؟ تمہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ اُس وقت ہوسکتا تھا جبکہ یہ رسول کسی مخلوق سے تعلیم حاصل کرتے اور کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے اگر ایسا ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب انہوں نے خود مرتب کر لی ہے

حضرت کا علم علمِ لدنی تھا اے امیر　　　　حضرت وہیں سے آئے تھے لیکن پڑھے تھے

تاریخ شاہد ہے اور قرآنِ کریم ناطق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی سے اکتسابِ علم نہیں کیا سوائے ربانی انوار وبرکات کے آپ کے لوحِ قلب پر کسی کی تحریر وتقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا اور قرآن نے آپ کے اس وصف امیت کا بار بار اظہار فرمایا

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ . (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔

تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ محبوبِ رسول وہ ہیں جن کی تعلیم حظیرہ قدس میں ہوئی ہے جن کو اگر شاگردی کا شرفِ عظیم حاصل ہے تو رب العالمین سے ہے یہی وجہ تھی کہ اس نبی امی کے دربارِ مقدسہ میں جہاں کے فصحاء بلغاء، علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ وقلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحاء عدنان اور بلغائے قحطان کا تو یہ حال تھا کہ

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

گویا کافروں کو اشاروں سے سمجھایا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں اور ایک اَن پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے جن کے لئے تعلیم وتعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں اور دماغ کو روشن ضمیر کو ہموار، قلب کو متجلی، روح کو منور کردینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیب واخلاق، تدبیر، منزلِ اقتصادیات وعمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں

امی دقیقہ دان عالم　　　　بے سایہ سائبان عالم

معجزہ

ہمارے رسول اللہ ﷺ کا نبی امی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہوسکتا کہ آپ کا مخلوق میں کوئی بھی ایک آن اور ایک لمحہ کے لئے بھی معلم واستاد بنا ہو۔ مزید تفصیل وتحقیق فقیر کی کتاب ''پڑھا لکھا امی'' کا مطالعہ فرمائیے۔

اوس مہر حشر پر پڑجائے پیاسو تو سہی
اُس گلِ خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں

حل لغات

اوس (اردو، مونث) شبنم، تریل، مہر، سورج۔ سہی (اردو) اصل میں صحیح تھا بمعنی ٹھیک، درست، قبول، منظور، تسلیم، فرض کیا۔ گریہ، رونا گلِ خنداں، حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس

شرح

محشر والوں تسلی کرو حشر کے سخت گرم سورج پر شبنم تو پڑنے دو پھر دیکھنا کہ سورج کی گرمی کس طرح خنکی اور ٹھنڈی ہوا سے کیسی تبدیل ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا گریہ مبارک معمولی شے نہیں ہے اسے شبنم کی گریہ نہ سمجھنا کہ وہ چند بوند ٹپکیں اور معمولی سی گرمی کی کیفیت بھی تبدیل نہیں کرسکیں اور یہاں یہ حال ہوگا کہ حشر کا سورج گریۂ رسول ﷺ آنسو مبارک سے نہ صرف ٹھنڈا پڑ جائیگا بلکہ الٹا سردی وخنکی کو پیدا کردیگا۔

احادیث

باختلاف الفاظ احادیث صحیحہ سے یہ بات اجتماعی طور پر ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت اور آپ کا مقامِ محمود اور آپ کی اول سے آخر تک شفاعت کرنا جبکہ لوگ حشر میں جمع ہونگے اور اُن کے گلے تنگ ہوں گے اور پسینہ ان کو پہنچتا ہوگا اور سورج بہت قریب ہوگا اور عرصہ تک کھڑا رہنا ہوگا اور یہ حساب سے پہلے ہوگا اس وقت آپ کی شفاعت عرصہ تک کھڑے رہنے کی وجہ سے راحت پہنچانے کے لئے ہوگی پھر پل صراط قائم کی جائے گی اور لوگوں کا حساب ہوگا جیسا کہ ابوہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ذکر ہے اور یہ حدیث زیادہ یقینی ہے۔

پھر آپ کی شفاعت اپنی امت کے ان لوگوں کو جنت میں جلدی لے جانے کے لئے ہوگی جو بلا حساب وکتاب جائیں گے جیسا کہ حدیث میں گزرا پھر آپ کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جن پر عذاب اور دخولِ جہنم واجب ہو چکا ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ کا اقتضاء ہے پھر ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے جنہوں نے صرف ''لاالہ الا اللہ'' کہا ہے یہ آپ کو سوا کوئی نہ کریگا اور احادیث صحیحہ مشہور میں ہے جن کی تفصیل فقیر بارہا لکھ چکا ہے۔

ہے انہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گروہ نہ ہوں عالم نہیں

حل لغات

دم قدم، زندگی، سلامتی۔

خلاصہ

حضور سرورِ عالم ﷺ کے دم قدم سے بھی باغِ عالم میں بہار ہے آپ عالمِ ظہور میں آئے تو کوئی شے نہ تھی اگر آپ نہ ہوں تو کوئی شے نہ ہو۔

شرح

حدیث لولاک کا ترجمہ ہے اور حیاتِ حسی کی دلیل ہے بلکہ اس شعر کے مصرعہ اول میں واضح فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ جملہ عالمین کی علت غائی اور سبب اصلی ہیں دوسرے مصرعہ میں اس دعویٰ کی دلیل ہے۔

لولاک کا مضمون

اس شعر میں حدیث لولاک کو بیان کیا گیا ہے اور فقیر نے حدیث لولاک کو شرح ہذا میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے یہاں مختصراً عرض ہے۔

حدیث لولاک

امام بیہقی و حاکم امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو اپنے رب سے عرض کی کہ اے میرے رب! صدقہ محمد ﷺ کا میری مغفرت فرما۔ رب العالمین نے فرمایا محمد کو کیونکر پہچانا عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر ”لاالہ الا اللہ محمد رسول اللّٰہ“ لکھا پایا جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

صدقت یا ادم انه لاحب الخلق الی اما اذا سئالتنی بحقه فقد غفرت لک ولو لا محمد ماغفرتک وما خلقتک

اے آدم تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہاں سے زیادہ پیارا ہے اب کہ تو نے ان کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا

ہے تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تیری مغفرت نہ کرتا اور نہ تجھے بناتا۔

ازالۂ وھم

منکرین کمالاتِ مصطفی ﷺ کی عادت ہے کہ کوئی حدیث کسی سند سے ضعیف یا موضوع ہو تو وہ اس قسم کی تمام احادیث کو ضعیف یا موضوع گردانتے ہیں اور وہ بھی صرف وہی جسے کمالاتِ رسول ﷺ سے تعلق ورنہ دوسری عام روایات پر ان کا یہ قاعدہ جاری نہیں کچھ یہی ظلم اسی حدیث لولاک پر کیا گیا ہے۔ الحمدللہ حدیث لولاک معناً صحیح ہے اس کی تحقیق فقیر کی تصنیف ''شرح حدیث لولاک'' کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث

حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عزت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور حکم دو اپنی امت کو جوان کا زمانہ پائے ان پر ایمان لائے اس لئے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت کو پیدا کرتا نہ دوزخ بناتا۔

ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ کسی نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس بنایا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، حضور کو کیا فضل عطا ہوا اسی وقت جبرائیل امین حاضر ہوئے عرض کی رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کہا تو حبیب کہا، اگر موسیٰ سے زمین میں کلام کیا تو تم سے شب معراج آسمان پر کلام کیا، اگر عیسیٰ کو روح القدس سے بنایا تو تمہارا نام آفرینش خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا اور تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی ہو اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تمہیں ختم الانبیاء ٹھہرایا اور تم سے زیادہ عزت وکرامت والا کسی کو نہ بنایا۔ قیامت کے دن میرے عرش کا سایہ تم پر گسترده اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ ہوگا تمہارا نام میں نے اپنے نام کے ساتھ ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تمہاری یاد میرے نام کے ساتھ نہ کی جائے۔

ولقد خلقت الدنیا واھلھا لا عرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا

اور بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسی لئے بنایا کہ جو عزت ومنزلت تمہاری میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کردوں اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔

یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیل ہیں تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا جنت و نار کس کے لئے ہوتیں؟

مقصود وذات اوست دگر جملگی طفیل مقصودنور اوست دگر جملگی ظلام

ہوئے کہاں خلیل و بنا کعبہ ومنیٰ لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی الٰہی تو نے میری کنیت ابو محمد کس لئے رکھی حکم ہوا اے آدم اپنا سر اُٹھا تو آدم علیہ السلام نے سر اُٹھایا پردۂ عرش میں محمد ﷺ کا نور نظر آیا۔عرض کی الٰہی یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور تیری اولاد میں ایک نبی کا ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔

ولوہ ماخلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضا

اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا نہ آسمان وزمین کو پیدا کرتا

پانچویں حدیث جسے امام ابن السبع نے حضرت امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا میں تیرے لئے زمین بچھاتا ہوں، دریا موجزن کرتا ہوں، آسمان بلند کرتا ہوں، جزاءوسزا مقرر کرتا ہوں۔

ان سب روایتوں سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں حضور اکرم ﷺ کے لئے بنائی گئی ہیں وہی سب کی علت غائی ہیں بے شک سچ فرمایا امام احمد رضا قدس سرہ نے

زمین وزماں تمہارے لئے مکین ومکاں تمہارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے بنے دوجہاں تمہارے لئے

سایۂ دیوار وخاکِ دریا ربّ اور رضؔا

خواہش دیہیم قیصر شوق تخت جم نہیں

حل لغات

دیہیم ،تاج ،بادشاہاں۔قیصر (رومی) سلطان ،بادشاہ۔جم ،جمشید کا مخفف (فارسی) ایران کے ایک مشہور بادشاہ کا نام۔

شرح

اے خداوند کریم رضؔا (امام اہل سنت) کو تو تیرے حبیب ﷺ کی دیوار کا سایہ اور ان کے درِ اقدس کی خاک نصیب

ہو جائے یہی آرزو ہے تیرے بندے رضؔا (امامِ اہلِ سنت) کو نہ قیصر کے تاج کی خواہش ہے اور نہ ہی اسے جمشید بادشاہ کا تخت چاہیے۔

سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب بحکم حضور سرورِ عالم ﷺ سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اثنائے گفتگو میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی مجھ سے بوجھ خلافت سوکھی روٹی کے برابر لے لے۔ سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے اپنے کاندھے سے خود ہی ہٹا دیں جسے خواہش ہوگی لے لے گا۔ اس واقعہ پر شیعہ کو اعتراض ہے فقیر نے اس کے جوابات ''ذکرِ اُویس'' میں بیان کر دیئے ہیں۔

تخت سکندر کو تھوکتے نہیں

وہ عاشقانِ مصطفی ﷺ جنہیں اس کوچہ کی خبر ملی تو انہوں نے اس گلی میں زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی اور تخت وتاج کو تھوکا تک نہیں۔ لاکھوں کروڑوں واقعات میں سے صرف یہاں ایک واقعہ عرض کردوں۔

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا کہ وہ تین بھائی سوارانِ دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے

فاسرھم الروم مرۃ فقال لھم الملک انی اجعل فیکم الملک وازواجکم بناتی و تدخلون فی النصرانیۃ فابوا وقالوا یامحمداہ

یعنی ایک بار نصارائے روم انہیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دونگا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیان دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا۔ تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد معہ ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے انہوں نے حال پوچھا فرمایا

ماکانت الا الغطسۃ التی رایت حتی خرجنا فی الفردوس

پس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اور اس کے بعد جنت اعلیٰ میں تھے۔

فوائد

علماءکرام فرماتے ہیں

هم كانوا مشهورين بذالک معروفين بالشام فی الزمن الاول

یہ حضرات زمانۂ سلف میں شام میں مشہور تھے اوران کا یہ واقعہ معروف تھا

پھر فرمایا شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے ازاں جملہ یہ بیت ہے

سيعطى الصدقين بفضل صدق　　　　نجاة فی الحيات و المماة

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کوان کے سچے کی برکت سے حیات وموت میں نجات بخشے گا۔

یہ واقعہ عجیب نفیس وروح پرور ہے میں نے طوالت کے بجائے اختصار سے کام لیا ہے۔تفصیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح الصدور میں ہے یہ واقعہ فقیر نے رسالہ ''طرق الخیر'' میں بھی لکھ دیا ہے یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں یارسول اللہ کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی شہادت ومغفرت کیسی اور جنت الفردوس میں جگہ ملنے کا کیا معنیٰ اوران کی شہادت وولایت کس وجہ سے مسلم رکھی اور مردانِ خدا خود بھی سلف صالحین میں تھے۔

یہ واقعہ شہر طرسوس کی آبادی سے پہلے کا ہے اور طرسوس ایک ثغر ہے یعنی دارالاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آباد کیا۔ (کماذکرہ الامام السیوطی فی تاریخ الخلفاء)

ہارون الرشید کا زمانہ زمانۂ تابعین وتبع تابعین کا تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے تو کم ازکم تبع تابعین سے ضرور تھے۔اس معنی پر یہ واقعہ خیرالقرون میں ہوا جو مخالفین کی تسکین کے لئے کافی ہے لیکن شورشِ قلبی کا علاج مشکل ہے۔

نعت شریف

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حل لغات

نقص (بفتح النون) اسے مضموم پڑھنا غلط ہے بمعنی کمی، خامی، عیب داغ۔ شمع، موم بتی، چربی کی بتی۔

خلاصہ

حسن حبیب خداﷺ وہ با کمال ہے کہ جس میں خامی، عیب کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا اور ہر پھول کے ساتھ خار دار ٹہنی ہوتی ہے لیکن جملہ عالم میں صرف یہی ایک پھول ہے جو خار کانٹے سے دور ہے اور ہر شمع کو دھواں لازم ہے لیکن یہی ایک محبوب ہے کہ جہاں دھواں یعنی آلائش اور غبار کا وہم تک نہیں۔

شرح

اس شعر میں حضور اکرمﷺ کی بے مثلی کا بیان ہے۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳)

تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔

فائدہ

بعض مفسرین نے "مِّثْلِهٖ" کی ضمیر حضور اکرمﷺ کی طرف راجع کی ہے ایک سورۃ ایسی لاؤ کہ محمد رسول اللہﷺ جیسی ذاتِ مبارک کے منہ سے نکلی ہو پہلے تو ایسی شان والا محبوب دنیا میں تلاش کرو پھر اس سے ایسی آیت پڑھوا کر سنو۔ (خازن، مدارک وغیرہ)

احادیث مبارکہ

حضور سرور عالم نے فرمایا

ایکم مثلی	تم میں میرے جیسا کون ہے
انی لست مثلکم	میں تمہاری مثل نہیں
انی لست کھیئتکم	میں تمہاری ہیئت جیسا نہیں

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے حضور اکرم ﷺ کے حسن و جمال کو امتناع النظیر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے

حسن ہے بے مثل صورت لا جواب میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

مولیٰ عز وجل نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو وہ حسن و جمال عطا فرمایا جس کی تعریف و توصیف سے زبان عاجز ہے۔ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ حسن و جمال خوبی و کمال کا مظہر ہے آپ حسنِ کُل ہیں اور حسنِ یوسف حسنِ محمدی ﷺ کی ایک تابش تھی اور دنیا بھر کے حسین و جمیل حسنِ محمد ﷺ کی ایک جھلک ہیں۔ حسنِ بے مثال کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والوں کو عالمِ حیرت میں یہ کہنا پڑا

لم ارقبله ولا بعده مثله. (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۵۱۷)

ایسا حسین و جمیل تو نہ ان سے قبل دیکھا گیا اور نہ ان کے بعد

بلکہ جبریل علیہ السلام بول اُٹھے کہ

آفاقها گرویده ام مهرتبان ورزیده ام

بسیار خوباں دیده ام لیکن تو چیزے دیگر ی

میں نے تمام عالم چھان ڈالے بہت سورج جیسے محبوبوں سے ملا بڑے بڑے حسین و جمیل دیکھے لیکن اے محبوبِ مدنی ﷺ آپ جیسا کہیں نہ پایا۔

حسنِ محمدی و حسنِ یوسفی کا موازنہ

علمائے محققین کا متفقہ فیصلہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں

قال ابو نعيم اعطى يوسف من الحسن مافاق به الانبياء و المرسلين بل و الخلق اجمعين و نبينا ﷺ اوتى من الجمال مالم يوته احد ولم يوت يوسف الا شطر الحسن و اوتى نبينا ﷺ جميعه.

حضرت ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسن و جمال دیئے گئے تھے مگر ہمارے نبی اللہ کے حبیب ﷺ کو وہ حسن و جمال عطا ہوا جو کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوا یوسف علیہ السلام کو تو حسن و جمال کا ایک جز ملا تھا اور آپ ﷺ کو حسنِ کُل دیا گیا۔

آفتاب دلیلِ آفتاب

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وجودِ اقدس میں وحی و معجزات و دیگر دلائل نبوت کا اثر نہ بھی ہوتا تب بھی آپ کا چہرۂ اقدس آپ کی نبوت کے لئے دلیلِ تام تھا۔ (زرقانی جلد۴ صفحہ۷۲)

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اِک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

حل لغات

امانی (عربی) امیدیں، آرزوئیں۔ ہاں بمعنی نعم، ہاں، ہان۔ نہیں، لانفی کا ترجمہ۔

خلاصه

دو جہاں کی بہتریاں ہوں یا دل و جان کی آرزوئیں ہوں بتاؤ یہاں کیا شے ہے جو نہ ہو ہاں ایک شے ہے جو یہاں نہیں وہ ہے سوال کرنے پر نہ کہنا۔

عقیدۂ اسلاف رحمهم الله تعالیٰ

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہی عقیدہ پیش کیا جو اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا

اگر خیریت دنیا وعقبی آرزو داری بدرگاهش بیاهر چه خواهی تمنائی

اگر دنیا و آخرت کی کوئی آرزو ہے تو حضور سرورِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو عرض کرو۔

یہی محقق برحق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ میں فرماتے ہیں

وازاں جمله آنست که داده شد آں حضرت محمد ﷺ رامفاتیح خزائن وسپرده شد به وظاهر ش آنست که خزائن ملوك فارس و روم همه بدست صحابه افتاده وباطنش آنکه مراد خزائن اجناس عالم ست که رزق همه درکف اقتدار وسپرد وقوت تربیت ظاهر وباطن همه وے داد چنانکه مفاتیح غیب دردست علم الهی مگر دے مفاتیح خزائن رزق وقسمت آن دردست ایں سید کریم نهاوند قوله ﷺ "انما انا قاسم المعطی هو الله"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اسی میں ایک یہ ہے کہ آپ کو خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمادی گئیں اور سپرد کر دی گئیں اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ فارس اور روم کے بادشاہوں کے خزانے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے

قبضہ میں آگئے اور اس کا باطن یہ کہ دنیا میں زہد جس کی پیداوار کے خزانے مراد ہیں کہ ہر کسی جاندار کا رزق حضرت محمد ﷺ کے قبضہ واختیار میں دے دیا گیا ہے اور تمام مخلوق کی ظاہری اور باطنی تربیت مکمل طور پر آپ کے سپرد کر دی گئی ہے جس طرح کہ غیب کی کنجیاں دستِ علم الٰہی میں ہیں کہ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی طرح رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور رزق کی تقسیم اُس سخی سرور اور سخی سردار کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔

تفسیر خازن جلد سوم پارہ ۷ زیر آیت ''وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ'' لکھا ہے کہ

وثالثها الانبياء وهم الذين اعطاهم الله تعالىٰ من العلوم والمعارف مالا جله يقدرون على التصرف في بواطن الخلق وايضاً اعطاهم عن القدرة والملئكة ما يقدرون على التصرف في ظواهر الخلقط

تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو آپ نے علوم اور معارف اس قدر دیئے ہیں جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت وقوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے — حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

عقیدۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ قرآنِ کریم اور حدیث شریف کے مطابق یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور لینے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری اور آپ کا وسیلہ پکڑنا ضروری ہے چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی یا کوئی حاجت درپیش ہوتی تو دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے اور حضور اکرم ﷺ سے فریاد واستغاثہ کرتے اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کی درخواست کر کے کامیاب وکامران ہوتے چنانچہ میدانِ جہاد میں اگر کسی کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا تو اس نے کسی جراح یا طبیب کی تلاش نہ کی بلکہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت زار بیان کی اور آپ نے اُس کے پھوٹے ہوئے اور نکلے ہوئے ڈھیلے کو ہاتھ مبارک سے خانۂ چشم میں لعابِ دہن لگا دیا تو اس کی آنکھ صحیح وسالم ہو گئی۔

ٹانگ ٹوٹ گئی

ایک صحابی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو وہ بھی سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت عالیہ قدسیہ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اپنی

ٹانگ کو بچھاؤ اور ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا جس سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ فوراً ٹھیک ہوگئی گویا اس کی ٹانگ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی ایسے ہی مجاہدین کو پانی نہ ملا تو آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے شیریں اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بہا کر انہیں سیراب فرمادیا۔ ایسے ہی راشن ختم ہوجانے پر بھوک نے ستایا تو آپ کی خدمت میں آئے اپنی تکلیف بیان کی آپ نے قلیل طعام میں تصرف فرما کر سارے لشکر کو شکم سیر کردیا۔ ایک شخص رمضان میں باحالت روزہ اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا اور روزہ توڑ ڈالنے پر خوفِ خدا سے کانپ اُٹھا تو بخشش اور معافی کے لئے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد اور دعا کرنے کے بجائے شفیع المذنبین، رحمۃ العالمین ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور اپنی اس لغزش کے بیان واعتراف کے بعد بخشش کا طالب ہوا آپ نے نہ صرف یہ کہ اس کا کفارہ معاف فرمادیا بلکہ کھجوروں کی بوری عطا فرما کر رخصت کردیا۔

آپ فریاد والوں کے نام اور ان کے حسب ونسب اور ان کے احوال کو جانتے ہیں اور فریاد کو سنتے اور امداد فرماتے ہیں۔ یہ روایت ہمارے عقیدہ کی ترجمانی ہے

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

بے خبر ہو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

اعرابی کی فریاد

حدیث شریف میں ہے جسے امام بیہقی نے سند صالح کے ساتھ دلائل میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر یوں عرض کیا

اتیناک والعذراء یدمی ببابها وقد شغلت ام الصبی عن الطفلی

والقت یکفیها الفتی لا استکانا من الجوع ضعفا لا یمر ویحل

ولیس لنا الا الیک فرارنا واین فرار الخلق الا الیٰ رسلی

یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کی خدمت میں شدتِ قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شک ہوگئے ہیں ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے۔ مائیں اپنے بچوں کو بھول گئی ہیں جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسے گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی اور ہمارا

حضورﷺ کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں اور مخلوق کی جائے پناہ حضور اکرمﷺ ہیں۔ یہ فریاد سن کر عجلت منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک بلند کر کے اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا ابھی آپ کے ہاتھ مبارک جھک کر گلوئے پُرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان بجلیوں کے ساتھ اُمڈا اور بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یارسول اللہﷺ ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور اکرمﷺ نے فرمایا "حوالینا ولا علینا" اے بادل ہمارے ارد گرد برس ہم پر نہ برس۔ فوراً ابر مدینہ پر سے کھل گیا آس پاس گھیرا تھا مدینہ پر سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور اکرمﷺ مسکرائے اور فرمایا اللہ کے لئے ہے خوبی ابو طالب اس وقت زندہ ہوتا تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہﷺ شاید حضور اکرمﷺ یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے آپ کی نعت میں عرض کئے

وابیض یستسقی الغمام بوجهه	ثمال الیتامی عصبیة للارابل
تلو ذبه الهلال من آل هاشم	فهم عنده فی نعمة وفواصل

وہ گورے رنگ والے کہ اُن کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان، بنی ہاشم جیسے غیور لوگ تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں بسر کرتے ہیں۔

اشعار سن کر حضور اکرمﷺ نے فرمایا

ذالک اردنا ہاں یہی نظم ہمیں مقصود تھی

فائدہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رسول اللہﷺ کو "دافع البلآء" اور جائے پناہ اور حل المشکلات کا ذریعہ اور اپنا مددگار جانتے اور ان القابات کے ساتھ آپ کے حضور میں مشکل کشائی کی درخواستیں عرض کرتے۔ سرکارِ دو عالمﷺ فرماتے کہ یہ شرکیہ عقائد ہیں میرے پاس کیا لینے آئے ہو اور مجھ سے کیوں فریاد کرتے ہو براہ راست اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ حضور اکرمﷺ صحابہ کے ان امور پر ناراض ہونے کے بجائے خوش ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے حاجت براری کرا دیتے اور مشکل کشائی فرماتے بخدا آج صحابہ زندہ ہوتے تو شرک کے مفتیوں کو سنگسار کرتے۔

طلبِ بارش

بخاری شریف صفحہ ۱۳۹ اور مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۹۴ میں ہے

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی ﷺ یخطب یوم الجمعة فقال الناس ولفظ مسلم فقال النا س الیھم فصاحوا فقالوا یا رسول اللہ قحط المطر واحمرت الشجر وھلکت البھائم فادع اللہ لنا فقال اللھم اسقنا مرتین وایم اللہ ما نری فی السماء من سحاب منشات سحابه والمطرت عن المنبر فلما انصرف تمطر الی الجمعة التی تلیھا فلما قام النبی ﷺ یخطب صاحوا الیه تھدمت البیوت وانقطعت السبیل فادع اللہ یحبسھا عنا قال فتبسم النبی ﷺ وفقال اللھم حوالینا ولا علینا وتکشطت المدینة فجعلت تمطر حولھا وما تمطر بالمدینة قطرة فنظرت إلی المدینة وإنھا لفی مثل الاکلیل.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے پس لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے اور شدتِ تکلیف کی وجہ سے فریاد کرتے ہوئے چیخ اُٹھے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بارش بند ہے جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا ہے، درخت خشک ہو گئے، ان کا رنگ بدل گیا سرخ ہو گئے پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ بارش برسائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یا اللہ ہمارے لئے بارش برسا دے اس طرح دو بار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس وقت حالت یہ تھی کہ ہمیں آسمان میں بادل کا نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا پس حضور اکرم ﷺ کے اس فرمانے سے بہت عظیم بادل چھا گئے اور فی الفور برسنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ منبر پر سے اترے اور آپ نے نماز پڑھائی پس جب لوٹے تو بارش بند نہ ہوئی اور دوسرے جمعے تک برستی رہی۔ جب دوسرے جمعہ کے روز حضور اکرم ﷺ ارشاد فرمانے لگے تو لوگ چیخ اُٹھے اور فریاد کی مکان گر گئے، زیادہ پانی کی وجہ سے راستے بند ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہم سے بارش کو روک دے۔ حضور اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا اے اللہ تعالیٰ ہمارے گرد و نواح میں ہمارے پر اور نہ ہم پر فوراً مدینہ سے بادل چھٹ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بادل کو انگلی کے اشارے سے ہٹنے کا اشارہ فرماتے بادل اسی طرح ہٹ جاتا بارش ہمارے گرد و نواح میں برسنے لگی اور مدینہ منورہ پر ایک قطرہ بارش کا نہ گرتا۔ میں نے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ گویا وہ تاج پہنے ہوئے ہے کیونکہ مدینہ منورہ کے ارد گرد بادل چھایا ہوا ہے اور مدینہ پر سورج چمک رہا تھا جس کی کرنوں سے بادل مختلف رنگوں میں چمکتا نظر آ رہا تھا۔

فوائد

(۱) مشکل کے وقت مشکل کشائی کے لئے بارگاہِ رسالت میں اجتماعی طور سے فریاد کرنا سنت ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔

(۲) سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس دنیا میں بھی شفاعت اور ہماری مشکل کشائی اور حاجت روائی کا ذریعہ ہے اور آپ کا وسیلہ پکڑنے سے مخلوق کی پکار اور فریاد یقیناً سنی جاتی ہے اور یقیناً یقیناً مقبول ہوتی ہے۔

(۳) صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو براہِ راست پکارنے کے بجائے حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنی حاجت عرض کر کے حاجت روائی کے لئے آپ سے التجا کی جائے کہ حضور ہمارے لئے شفاعت فرمائیں۔

(۴) بارگاہِ رسالت میں عرض معروض کے لئے قیام کرنا سنت ہے کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے خطبہ سن رہے تھے مگر درخواست پیش کرتے وقت بیٹھے نہ رہے بلکہ کھڑے ہوتے اور حضورِ اکرم ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے عرض کرو۔ کھڑے کیوں ہو اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی علو شان کا مظاہرہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے اور جاننے کے باوجود کہ مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کی مصیبت میں مبتلا ہے ان پر رحم فرما کر بارش نہ برسائی جب تک صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہِ رسالت میں مل کر فریاد نہ کی اور حضورِ اکرم ﷺ نے ان کی درخواست کو شرف فرمایا۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

خلاصہ

اے حبیب کریم ﷺ میں آپ کے کلام پر قربان جاؤں ویسے تو ہر ایک کو بولنے کے لئے زبان نصیب ہے لیکن کا آپ ہر سخن بے مثال ہے جس میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں آپ کا ہر بیان ایسا بے نظیر بیان ہے کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۳، ۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَ قِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ (پارہ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۸۸)

مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

فائدہ

مولیٰ عزوجل کا حضور اکرم ﷺ کے قول مبارک کی قسم فرمانا حضور اکرم ﷺ کی دعا اور التجاء کے احترام کا اظہار ہے۔(خزائن العرفان)

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی گفتگو کریمانہ، نہایت پاکیزہ اور علم وادب، فصاحت و بلاغت، حق وصداقت اور لطف ومحبت کا منبع ومظہر تھی۔ آپ کا کلام شیریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، واضح اور مبین اور ہر قسم کے عیوب یعنی افراط وتفریط، جھوٹ، غیبت، بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ سے منزہ اور پاک تھا گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔(زرقانی علی المواہب جلد۴ صفحہ ۹۹)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی

محمد بن عبدالرحمٰن زہری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کسی شخص نے غیر عربی میں بایں الفاظ "یارسول الله ایدالک الرجل امراته"سوال کیا حضور اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا "نعم اذا کان مفلجا"

فقال له ابوبکر یارسول الله ما قال لک وما قلت له قال انه قال ایماطل الرجل اهله قلت له نعم اذا کان مفلسا قال ابو بکر یا رسول الله لقد طفت فی العرب وسمعت فصحا ء هم فما سمعت افصح منک قال ادبنی ربی.

حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی یارسول اللہ اس نے آپ سے کیا فرمایا؟ فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز ہے میں نے کہا ہاں جب کہ وہ مفلس اور نادار ہو۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر بولے کہ میں عرب کے شہروں میں پھرا ہوں میں نے عرب کے بڑے بڑے فصحاء کو سنا ہے لیکن میں نے آپ سے زیادہ فصیح نہیں سنا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے سکھایا۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۳، زرقانی علی المواہب جلد۴ صفحہ ۱۰۱)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں ایک کام ہے تم بکریوں کی حفاظت رکھنا یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو بولا کہ میں مکہ میں ایک شخص سے ملا ہوں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں شاعر ہے، کاہن ہے، جادوگر ہے۔ پھر خود ہی کہنے لگا خدا کی قسم

لقد سمعت قول الکهنة فما هو بقولهم ولقد وضعت قوله علے اقراء الشعر فما یلتئم علی لسان احد بعدی انه شعر و الله انه لصادق و انهم لکاذبون.

(مسلم شریف، کتاب الفضائل جلد۲ صفحہ ۲۹۶، دلائل النبوت صفحہ ۲۰۸)

میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں۔ اللہ کی قسم میں نے اُس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ ملا کر دیکھا ہے میرے بعد بھی کوئی یہ نہ کہے گا کہ اس کا کلام شعر ہے خدا کی قسم وہ سچا ہے اور وہ لوگ جو اُسے شاعر وغیرہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری مکے میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے ان کو دیکھ کر ان کی آدھی قوم ایمان لے آئی جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو باقی قوم بھی ایمان لے آئی اسی طرح قبیلۂ اسلم بھی مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا

غفار غفر الله لها و اسلم سالمها الله

یعنی اللہ تعالیٰ قبیلۂ غفار کو بخش دے اور قبیلۂ اسلم کو سلامت رکھے۔

قیس رضی الله تعالیٰ عنه کی گواهی

یزید بن رومان اور محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں آپ نے ان کا جواب دیا اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا اور حضور اکرم ﷺ کے رسول برحق ہونے کو تسلیم کر لیا اور مسلمان ہو گیا پھر وہ قوم میں جا کر کہنے لگا اے لوگو! بے شک میں نے روم کا نغمہ، فارس کا زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا ہے مگر محمد ﷺ کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ وہ سچے نبی ہیں اس لئے تم میرا کہا مانو اور ان سے بہرہ ور ہو جاؤ۔ (طبقات ابنِ سعد)

ضماد رضی الله تعالیٰ عنه کی گواهی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ضماد نامی (یمن کے قبیلہ) از دشنوہ سے مکہ میں آیا تو اس نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد کو جن ہے یا جنون تو اس نے کہا کہ میں ایسے بیماروں کا علاج اور منتر جانتا

ہوں میرے ہاتھ سے بہت لوگ شفاءیاب ہوئے ہیں مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو حضور اکرم ﷺ کے پاس لے آئے جب وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر بیٹھا تو آپ نے اس وقت پڑھا

الحمد لله نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات

أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له

واشهد ان لا إله إلا الله واشهد انى رسول الله

ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں نفس کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کردے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اُس کا رسول برحق ہوں۔

ضماد نے سن کر کہا پھر پڑھیئے حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ پڑھا۔ ضماد نے کہا

والله لقد سمعت قول الكهنة وقول السحرة وقول الشعراء فما سمعت مثل هؤلاء الكلمات ولقد بلغن قاموس البحر فهلم يدک أبايعک على الإسلام فبايعه. (مسلم، احمد، بیہقی، خصائص کبریٰ)

خدا کی قسم میں بہت سے کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کا کلام سن چکا ہوں لیکن ان کلمات کی مثل میں نے نہیں سنا یہ تو معناً ایک بحرِ زخار اور دریائے بے کنار ہیں اپنا ہاتھ بڑھایئے میں دین اسلام کو قبول کرتے ہوئے آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا (اور وہ جو اس کو لائے تھے حیران و نادم ہو کر پھر گئے)

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حل لغات

مفر، بھاگنے کی جگہ۔ مقر، قرارگاہ، ٹھکانہ۔

شرح

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کا دروازہ یہی بارگاہِ رسول ﷺ ہے اس کے سوا نہ کہیں بھاگنے کی جگہ ہے اور نہ ہی کہیں قرار ملے گا جو اللہ تعالیٰ سے ہونا ہے وہ یہیں آ کے ہونا ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کے قاسم ہیں جو یہاں نہیں تو

یقین کرلو کہ وہاں اللہ تعالیٰ سے بھی کچھ نہ ملے گا۔

قرآنِ مجید

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (پارہ ۵،سورۃ النساء، آیت ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں۔

عقیدۂ صحابہ کرام

امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہ نے صحابہ کرام و اسلاف صالحین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ترجمانی فرمائی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہی سمجھتے اور اسی عقیدہ پر تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور اکرم ﷺ کے دربار سے ہی عطا ہوگی۔

احادیث مبارکہ کا مطالعہ رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی مشکل پڑتی تو باوجودیکہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ اور "اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ" لیکن مشکل پڑی تو بجائے خود دعا مانگنے کے اور اللہ تعالیٰ کو عرض کرنے کے بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوکر مشکل آسان کراتے۔ ہزاروں واقعات میں سے ایک واقعہ ملاحظہ ہوں

بارش ھی بارش

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی غزوۂ عسیر (تبوک) کی کوئی نئی بات سنایئے آپ نے فرمایا کہ ہم ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کررہے تھے گرمی سخت تھی ہم ایک ایسی جگہ پر اترے جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا اور ہماری پیاس سے یہ کیفیت تھی کہ جان لبوں پر آ گئی اور جو پانی تلاش کرنے جاتا اس کے لئے ہم سوچتے رہتے کہ نامعلوم جان بچا کر آتا ہے یا نہیں اور شدتِ پیاس کی وجہ سے ہمارے بعض اونٹ کی ترمینگنی نچوڑ کر پیتے اور ترمینگنی سینہ سے چپکاتے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ حبیب ﷺ میں عرض کی

یارسول اللہ ان اللہ قد عودک فی الدعاء خیرا فادع لنا

یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دعائے خیر کے پورا کرنے کا وعدہ فرمایا آپ ہمارے لئے دعائے خیر فرمایئے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اتحب ذالک" کیا آپ ایسے چاہتے ہیں عرض کی ہاں اس کے بعد کیا ہوا

فرفع رسول اللہ ﷺ یدہ فلم یرجع حتی مالت السحاب فاظلت فامطرت حتی رؤ اوملئوااما هم من الاوعیة فذهبنا تنظر فلم نجدها جاوزت العسکر. (اعلام النبوۃ صفحہ ۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے تو ابھی ہاتھ نہ لوٹے تھے کہ بادل اٹھا تو ہم پر سایہ کرنے لگا اور خوب برسا یہاں تک تمام پیاسے سیر ہو گئے اور اپنے تمام برتن پُر کر لئے ہم باہر نکلے تو بارش صرف ہمارے لشکر تک ہی تھی اور بس۔

قاعدہ

نبی پاک ﷺ کا ہر فعل وقول تعلیم امت کے لئے ہوتا ہے بعض اوقت کسی فعل وقول سے علم واختیار کی نفی کا وہم پڑتا ہے تو وہ غلط ہے مثلاً یہاں ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیاس کی شدت سے نڈھال ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ اپنا اختیار عمل میں نہیں لاتے یہاں تک کہ منافقین نے طعن وتشنیع بھی کی لیکن آپ خاموش رہے (ان کی تصریحات غزوۂ تبوک کی تفصیل میں ہے) اس میں صرف صبر کا سبق دینا مطلوب تھا اور صحابہ کا امتحان بھی جب دونوں امر واضح ہو گئے اب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض پر اختیار کو استعمال فرمایا۔

عقیدۂ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی عقیدہ تھا کہ جو کچھ ملے گا حضور اکرم ﷺ سے ہی ملے گا۔

کرے مصطفٰی کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حل لغات

اہانتیں، اہانت کی جمع ہے بمعنی توہین اور گستاخی۔ کھلے بندوں، کھلم کھلا، ظاہر، ڈنکے کی چوٹ، بے دھڑک، بے خوف، نڈر ہوکر۔ جرأتیں، جرأت کی جمع بمعنی دلیری۔ محمدی (امتی) ارے، حرفِ ندا اور تعجب ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں جیسے ارے کیا ہوا لیکن یہاں گستاخ کو ندا کرکے اسے یقین دلایا کہ ہاں ہاں تو بالکل امتی ہو سکتا ہی نہیں۔

خلاصہ

نجدی، وہابی، دیوبندی حضور اکرم ﷺ کی کھلم کھلا گستاخیاں کرکے دلیری ایسی کہ پھر بھی کہتا ہے کہ کیا میں امتی

نہیں ہوں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے جواباً فرمایا ہاں ہاں تو ہرگز ہرگز امتی نہیں۔

شرح

محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی اور ان دونوں کے چیلے وہابی دیوبندی گروہ اپنی کتابوں میں بے دھڑک رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں لکھی ان کا مختصر سانمونہ ملاحظہ ہو

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کی فہرست طویل ہے صرف ایک حوالہ حاضر ہے۔

شانِ نبوت وحضرتِ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں وہابیہ (مقلدین ابن عبدالوہاب) نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان وفائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

(الشہاب الثاقب، حسین احمد مدنی، صفحہ ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۷)

نجد کے عقائد ومسائل کے لئے ''تاریخ نجد وحجاز'' کا مطالعہ کیجئے۔

اسماعیل دھلوی

انگریز (برطانیہ) نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو ترکوں کے خلاف کھڑا کیا چنانچہ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے انکشاف کیا ہے کہ اگر کسی وقت شریفِ مکہ امیر فیصل برطانیہ کے خلاف ہو جائیں تو بنظر حفظ ماتقدم ایک دوسرے پٹھو کو بھی تیار کرلیا ہے اور وہ ابن سعود ہے جسے ساٹھ ہزار پونڈ (۹ لاکھ روپیہ) سالانہ دیئے جاتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت اس کو شریف کی جگہ پر بٹھا دیا جائے۔ (تقاریر مسٹر محمد علی صاحب مطبوعہ غنی المطابع دہلی حصہ دوم صفحہ ٦٧)

اسی طریقہ پر یہاں ہندو پاک میں مولوی اسماعیل دہلوی کو انگریزوں نے کھڑا کیا اس نے نجدی کی کتاب التوحید کے رنگ میں تقویۃ الایمان میں وہی گستاخیاں دہرائیں جو نجدی نے کتاب التوحید میں لکھیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر۔

نشۂ توحید میں توہینِ رسالت

اس کی ہزاروں مثالیں ان کی تصانیف اور اہل سنت کی تردیدی تالیفات ہیں صرف چند حوالے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی خلیل احمد کو آڑ بنا کر لکھتا ہے الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال

دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت کی کون سی نصِ قطعی ہے جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

فائدہ

توحید کے نشہ میں کتنی بڑی گستاخی کر ڈالی۔ نیز لکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی عاقبت کا علم ہے نہ دیوار کے پیچھے حضور اکرم ﷺ جانتے ہیں۔ خود فخر عالم ﷺ فرماتے ہیں

واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم. (معاذاللہ) (براہین قاطعہ)

فائدہ

علم غیب اللہ تعالیٰ کے خاص ثابت کرنے پر توحید کی آڑ میں کتنی بڑی گستاخی کا ارتکاب کیا۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حل لغات

دبے از دبنا، بوجھ تلے آنا، گرنا، چھپنا، ہٹنا، رکنا، شرمانا، سمٹنا، ڈرنا۔ لچے، جھکے

خلاصہ

اے حبیب خدا ﷺ آپ کے سامنے عرب کے بڑے بڑے نامور فصحاء شرماتے رہے اور آپ کی فصاحت کے آگے جھک گئے ایسے محسوس ہوتا کہ ان کے منہ میں زبان نہیں بلکہ سچ پوچھو تو ان کے جسم میں جان تک نہ رہی۔

شرح

نبی کریم ﷺ ذاتِ خداوندی کے مظہر اتم تھے آپ کو صوری و معنوی اور ظاہری و باطنی خوبیوں کا ایسا آئینہ بنایا گیا تھا جس کی مثال اس کائنات کا نگارِ خانۂ زیبائش میں عام انسان تو کیا پیغمبر اور انبیاء بھی فرداً فرداً پیش نہیں کر سکے۔

حسنِ یوسف دم عیسیٰ یدبیضاداری　　　آنچہ خوباں ہمہ درآند تو تنہاداری

ان تمام خوبیوں کا بیک وقت کسی ایک مضمون میں احاطہ کرنا تو کجا کسی ایک خوبی پر زندگی میں سیر حاصل تبصرہ کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ

سفینہ چاہیے اس بحربیکراں کے لئے

میں یہاں آپ کی زبان و بیان کی بعض خوبیوں کا سرسری ذکر کروں گا جس سے یہ اندازہ کیا جاسکے گا کہ وہ سرزمین جس کے فصحاء و بلغاء کے آگے ساری دنیا گونگی سمجھی جاتی تھی اور جس کی طلاقت لسانی کے مقابلے میں لب کشائی کی کسی کومجال نہ تھے اس نے آپ کی آواز پر کس طرح لبیک کہی اور بڑے بڑے فصیح البیان شاعر جنھیں اپنی سحرالبیانی اور قادرالکلامی پر ناز تھا آپ کے کلام و بیان کے آگے کیسے سپر انداز اور بے بس ہوکررہ گئے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں

مشرکین نے مدینہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھی تو اُسے دیکھنے کے لئے اہل الرائے جمع ہوئے اور یہ سوچنے لگے کہ حضوراکرم (ﷺ) کوان کے مشن سے کس طرح باز رکھا جائے۔ ایک نے کہا کہ بیڑیاں پہنا کر قید کردو، دوسرے نے کہا خارج البلد کردو۔

ان تجویزوں پر اہلِ مدینہ نے کہا کہ اس طرح تو آپ اپنے کلام کے زور سے قبائل عرب کومسخر کرکے مقابلہ کے لئے تیار ہوجائیں گے گویا انہیں خوف تھا تو آپ کے کلام کی تاثیر سے جسے وہ اپنے خلاف استعمال ہونے والا مہلک ترین ہتھیار خیال کرتے تھے۔

قرآنِ حکیم میں پندرہ سجدۂ تلاوت ہیں۔ والنجم پہلی سورۃ ہے جس میں سجدۂ تلاوت ادا کیا گیا ہے اس سلسلہ میں جوواقعہ پیش آیا اس سے بھی حضوراکرم ﷺ کی معجزۂ بیانی کا ثبوت ملتا ہے۔

چونکہ کفار حضوراکرم ﷺ کوساحر و مجنوں کے القاب سے پکارتے تھے اس لئے پہلے یہ بتایا گیا کہ تمہارے رسول بھکے ہوئے نہیں ہیں اور نہ اپنی جی سے بات کرتے ہیں۔ پھر نزولِ وحی کی کیفیت بیان کی، شرک و بدعت سے منع کیا، اگلے پیغمبروں کی تعلیمات کا ذکر کیا، نیک و بداعمال کی سزوجزا کے متعلق بتایا۔ پھر سوال کیا کہ اب بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلیں گی، کیا اب بھی اس کلام کا مضحکہ اڑاؤ گے اس کے بعد فرمایا ہاں آنکھوں سے آنسو بہاؤ اور سجدے میں گر پڑو۔

چنانچہ حضوراکرم ﷺ سجدہ کرتے ہیں اور آپ کے ماننے والے بھی سجدہ ریز ہوجاتے ہیں جب یہ افصح العرب تقریر کررہا تھا تو تمام مجمع ساکت و جامد تھا۔ اسی اثناء میں ایک بوڑھا جو آپ کا سخت مخالف تھا مٹھی میں خاک لئے اپنی جگہ سے اُٹھتا ہے آپ کے قریب آتا ہے مشتِ خاک پیشانی تک لے جاتا ہے اور پھر ایک دم سر جھکاتا ہے۔

فائدہ

زبان و بیان کی تاثیر کے ان مناظر کی صحیح کیفیت وہی لوگ محسوس کرسکتے ہیں جنھیں کبھی کسی فصیح و بلیغ مقرر کی

دلکش تقریر کا اثر سامعین پر مرتب ہوتے دیکھنے کا موقع ملا ہو۔

عربی کو ام الالسنہ کہا جاتا ہے اس کی فصاحت و بلاغت کا کوئی زبان مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عربی شعراء نے جو گلہائے رنگا رنگ اور جذبات نگاری کے جو نمونے پیش کئے ہیں وہ ہر زبان کی شاعری پر بھاری ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ظہور جس دور میں ہوا وہ بھی جادو و بیان شاعروں سے خالی نہ تھا اہلِ عرب بے پناہ ان کی قدر و منزلت کرتے تھے اور ان کے ایک ایک شعر پر ہزار جان سے فدا تھے۔

اس ماحول میں حضور اکرم ﷺ کا وہ نغمہ چھیڑنا جو عرب کی عام روایات سے ہٹ کر تھا اور جس سے ان کے معتقدات پر بھی کاری ضرب پڑتی تھی بڑا اجرأت مندانہ اقدام تھا یقیناً اس میں نبوت کی کارفرمائی کو سب سے زیادہ دخل تھا لیکن اگر آپ کا کام صرف پیغام رسانی تک محدود رہتا اور زبان و بیان کے ذاتی جوہر آپ میں موجود نہ ہوتے تو شاہد اہل عرب کو اپنی طرف متوجہ کرنا سخت مشکل ہوتا۔ اس قسم کی مشکلات آپ کو پھر بھی پیش آئیں اور اس سلسلے میں آپ کو بڑے بڑے امتحانوں سے بھی گذرنا پڑا لیکن فی الحقیقت اس دشوار گذار مرحلے کو طے کرنے میں آپ کی فصیح البیانی بہت حد تک مددگار ثابت ہوئی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں ایک کام ہے تم بکریوں کی حفاظت رکھنا یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو بولا کہ میں مکہ میں ایک شخص سے ملا ہوں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں شاعر ہے، کاہن ہے، جادوگر ہے۔ پھر خود ہی کہنے لگا خدا کی قسم

لقد سمعت قول الكهنة فما هو بقولهم ولقد وضعت قوله علےٰ اقراء الشعر فما يلتئم على لسان احد بعدى انه شعر و الله انه لصادق و انهم لكاذبون.

(مسلم شریف، کتاب الفضائل جلد۲ صفحہ ۲۹۶، دلائل النبوت صفحہ ۲۰۸)

میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں۔ اللہ کی قسم میں نے اُس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ ملا کر دیکھا ہے میرے بعد بھی کوئی یہ نہ کہے گا کہ اس کا کلام شعر ہے خدا کی قسم وہ سچا ہے اور وہ لوگ جو اُسے شاعر وغیرہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری مکے میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور جب اپنے

بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے ان کو دیکھ کر ان کی آدھی قوم ایمان لے آئی جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو باقی قوم بھی ایمان لے آئی اسی طرح قبیلۂ اسلم بھی مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا

غفار غفر الله لها واسلم سالمها الله

یعنی اللہ تعالیٰ قبیلۂ غفار کو بخش دے اور قبیلۂ اسلم کو سلامت رکھے۔

حضرت یزید بن رومان اور محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں آپ نے ان کا جواب دیا اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا اور حضور اکرم ﷺ کے رسول برحق ہونے کو تسلیم کر لیا اور مسلمان ہو گیا پھر وہ قوم میں جا کر کہنے لگا اے لوگو! بے شک میں نے روم کا نغمہ، فارس کا زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا ہے مگر محمد ﷺ کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ وہ سچے نبی ہیں اس لئے تم میرا کہا مانو اور ان سے بہرہ ور ہو جاؤ۔ (طبقات ابنِ سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ضماد نامی (یمن کے قبیلہ) از دشنوہ سے مکہ میں آیا تو اس نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد کو جن ہے یا جنون تو اس نے کہا کہ میں ایسے بیماروں کا علاج اور منتر جانتا ہوں میرے ہاتھ سے بہت لوگ شفاء یاب ہوئے ہیں مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو حضور اکرم ﷺ کے پاس لے آئے جب وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر بیٹھا تو آپ نے اس وقت پڑھا

الحمد لله نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له واشهد ان لا إله إلا الله واشهد انی رسول الله

ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں نفس کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اُس کا رسول برحق ہوں۔

ضماد نے سن کر کہا پھر پڑھیئے حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ پڑھا۔ ضماد نے کہا

والله لقد سمعت قول الكهنة وقول السحرة وقول الشعراء فما سمعت مثل هؤلاء الكلمات ولقد بلغن قاموس البحر فهلم يدک أبايعک على الإسلام فبايعه. (مسلم، احمد، بیہقی، خصائص کبریٰ)

خدا کی قسم میں بہت سے کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کا کلام سن چکا ہوں لیکن ان کلمات کی مثل میں نے نہیں سنا یہ تو معناً ایک بحرِ زخار اور دریائے بے کنار ہیں اپنا ہاتھ بڑھائیے میں دین اسلام کو قبول کرتے ہوئے آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا (اور وہ جو اس کو لائے تھے حیران و نادم ہو کر پھر گئے)

فصاحت و بلاغت کیا ہے؟

علمائے ادب نے فصاحت کی تعریف یہ کی ہے کہ لفظ میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو الفاظ غیر مانوس نہ ہوں قواعد حرفی کے خلاف نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ لفظ درحقیقت ایک قسم کی آواز ہے اور چونکہ آوازیں بعض شیریں، دلآویز اور لطیف ہوتی ہیں جیسے طوطے اور بلبل کی آواز اور بعض مکروہ و ناگوار مثلاً کوے اور گدھے کی آواز اس بناء پر الفاظ بھی قسم کے دو قسم کے ہوتے ہیں بعض شستہ، سبک، سیریں اور بعض ثقیل، بھدے اور ناگوار۔ پہلی قسم کے الفاظ کو فصیح کہتے ہیں اور دوسرے کو غیر فصیح لیکن کلام کی فصاحت میں صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہیں ہوتا بلکہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب میں آتے ہیں ان کی ساخت، ہیت، نشست، سبکی اور گرانی کے ساتھ اس کو خاص تناسب اور توازن ہو۔

حضور اکرم ﷺ کے تمام ارشادات اس معیار پر پورے اترتے ہیں آپ کے کسی فقرے میں کوئی جھول نہیں۔ الفاظ کی نشست و برخاست انگوٹھی میں نگینہ کی مانند ہوتی ہے اور الفاظ سے سینے سے معنیٰ و مفہوم کے پیکریوں جھلکتے ہیں جیسے ماہِ نیم سے نور کر کرنیں نمودار ہوتی ہیں اس کلام فصاحت السیام کا صحیح لطف تو وہی اُٹھا سکتے ہیں جنہیں عربی زبان پر عبور ہے اور جو اس کی باریکیوں کو سمجھنے کے لئے ذوقِ لطیف کی دولت سے مالا مال ہیں۔

خلاصہ

متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ افصح الخلق تھے اور فصاحت میں خارقِ عادت حد کو پہنچے ہوئے تھے آپ کے جوامِع الکلم، بدائع حکم، امثالِ سائرہ، درر منثورہ، قضایائے محکمہ وصایائے مبرمہ اور مواعظ و مکاتیب و مناشیر مشہور آفاق ہیں۔

شہاداتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سابق مضمون میں مخالفین اسلام کے چند واقعات عرض کئے اور ان پر حضور اکرم ﷺ کی گفتگو کریمانہ ایسی اثر

انداز ہوئی کہ انہیں اسلام قبول کرنا پڑا۔ اب ذیل میں چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بیانات عرض کروں جو خود بھی فصیح بلیغ عرب تھے لیکن سرورِ عالم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے گن گاتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ خوش آواز نہیں دیکھا علاوہ خوش آواز کے آواز میں ایک دلنشیں بلندی تھی جو ہر بڑے مجمع میں یکساں سب تک پہنچتی۔

باوجودیکہ آپ نے کسی درس گاہ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل نہ فرمائی تھی مگر زبان میں وہ تاثیر تھی کہ فصحائے عرب بھی دنگ رہ گئے ادھر ایک جملہ نکلا اور ہزاروں جانی دشمن بندے اور غلام ہو گئے۔ احادیث میں تواتر کے ساتھ یہ بات آئی ہے کہ آپ نہایت فصیح وشیریں بیاں تھے جو کوئی آپ کا کلام سنتا دیوانہ ہو جاتا۔

مواہب میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لب مبارک اللہ کے تمام بندوں سے اچھے تھے۔ عادتِ شریفہ یہ تھی کہ لب اور دہانہ اچھی طرح کھول کر فصاحت ووضاحت سے گفتگو فرماتے یعنی کلام کے وقت یہ معلوم ہوتا کہ منہ سے نور برس رہا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اسی حدائق شریف میں درود وسلام کے باب میں کیا خوب فرمایا

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود　　　اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود　　　اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام تمہارے کلام کی مانند نہ تھا کہ بوجہ عجلت سامع پر ملتبس ہو بلکہ آپ کا کلام واضح اور مبین ایسا تھا کہ پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ام معبد نے جو آپ کا حلیہ شریف بیان کیا ہے اس میں یوں ہے آپ کا کلام شیریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ، گویا آپ کا کلام اسی لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔ (زرقانی علی المواہب)

فائدہ

یہی امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس نہایت پاکیزہ اور علم و ادب، فصاحت و بلاغت، حق وصداقت اور لطف ومحبت کا منبع ومظہر تھی۔ آپ کا کلام شیریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، واضح اور مبین اور ہر قسم کے عیوب یعنی افراط وتفریط، جھوٹ، غیبت، بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ سے منزہ اور پاک تھا گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۹۹)

زبان دان

نہ صرف عربی زبان بلکہ حضور اکرم ﷺ کو ہر زبان پر کامل دسترس اور فصاحت و بلاغت کا انتہائی مقام حاصل تھا۔ محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جب کوئی آدمی خواہ وہ کسی ملک کا ہوتا آپ کے حضور حاضر ہو کر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے یہ آپ کی زبان میں خداداد قدرت و قوت تھی۔ (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۴۴)

دلیل

آپ کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ آپ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام مخلوق کا علم دیا جاتا اور آپ تمام مخلوق کی زبانوں کے عالم ہوں۔ نمونے ملاحظہ ہوں

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک وفد کی صورت میں چند لوگ سرکار ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے جب وہ لوگ مسجد میں آئے تو آپ کو پہچان نہ سکے (کیونکہ آپ بادشاہوں کی طرح امتیازی شان سے نہیں بلکہ صحابہ میں مل جل کر بیٹھا کرتے تھے) تو ان میں سے ایک شخص نے اپنی بولی میں کہا "مــن ابــو ان اسـرانہ" یعنی تم میں رسول اللہ ہیں؟ حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اشكدادر" یعنی آگے آؤ۔ یہ سن کر وہ آگے آئے اور اپنی بولی میں جو جو پوچھتے رہے آپ اس کا جواب ان کی بولی میں ہی دیتے رہے جس کو سوائے ان کے صحابہ کرام میں کوئی نہ سمجھا آخر انہوں نے آپ کو اللہ کا رسول برحق تسلیم کیا اور بعد از قبولِ اسلام اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ (نسیم الریاض، مواہب لدنیہ)

محمد بن عبدالرحمٰن زہری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کسی شخص نے غیر عربی میں بایں الفاظ "یارسول الله ایدالک الرجل امراته" سؤال کیا حضور اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا "نعم اذا کان مفلجا"

فقال له ابوبکر یارسول الله ما قال لک وما قلت له قال انه قال ایماطل الرجل اهله قلت له نعم اذا کان مفلسا قال ابو بکر یا رسول الله لقد طفت فی العرب وسمعت فصحاء هم فما سمعت افصح منک قال ادبنی ربی.

حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی یارسول اللہ اس نے آپ سے کیا فرمایا؟ فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز ہے میں نے کہا ہاں جب کہ وہ مفلس اور نادار ہو۔ یہ سن کر حضرت

ابوبکر بولے کہ میں عرب کے شہروں میں پھرا ہوں میں نے عرب کے بڑے بڑے فصحاء کو سنا ہے لیکن میں نے آپ سے زیادہ فصیح نہیں سنا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے سکھایا۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۳، زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

امام حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شواہد النبوت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا کلام سنانا شروع کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ایک یہودی کو بطورِ ترجمان طلب کیا (جو تاجر اور فارسی زبان کا عالم تھا) اس نے حضرت سلمان کا کلام سنا حضرت سلمان نے اپنے کلام میں حضور اکرم ﷺ کی تعریف اور ان لوگوں کی برائی کی تھی جو لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کے پاس جانے سے روکتے تھے مگر ترجمان یہودی نے یہ سمجھ کر حضور اکرم ﷺ تو فارسی جانتے نہیں کہا اے محمد! یہ سلمان تو آپ کو بُرا کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو ہماری تعریف اور ان کافروں کی بُرائی کر رہا ہے جو لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ یہ سن کر

فقال الیھودی یا محمد قد کنت قبل ھذا اتھمک والان تحقق عندی انک رسول اللہ واشھدان لاالہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

اس یہودی نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) بے شک اس سے پہلے تو میں آپ کو بُرا جانتا تھا مگر اب میرے نزدیک ثابت ہو گیا ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے جبریل امین سے فرمایا کہ سلمان کو عربی سکھا دو۔

فقال قل لہ لیغمض عینیہ ویفتح فاہ ففعل سلمان فتفل جبریل فی فیہ فشرع سلمان یتکلم بالعربی الفصیح. (سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

تو جبریل نے فرمایا آپ سلمان سے کہیئے کہ وہ آنکھیں بند کرلیں اور منہ کھول دیں انہوں نے ایسا ہی کیا تو جبریل نے ان کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا تو پس حضرت سلمان نے فصیح عربی بولنی شروع کردی۔

فائدہ

یہ باب خاصہ طویل ہے اور فصحائے عرب و بلغائے زمن کو دم مارنے کی سکت کہاں جبکہ بولنے والے حبیب پاک ﷺ کی زبان پر وہ بولتا ہے جو ہر بولی کا خالق و مالک ہے۔ اسی لئے تو حضور اکرم ﷺ کو اپنی زبان پر ناز ہے۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ تحدیث نعمت کے طور پر خود ارشاد فرماتے ہیں

انا افصح العرب بعثت بجوامع الکلم

میں فصیح ترین عرب ہوں میں کلماتِ جامعہ لے کر مبعوث ہوا ہوں۔

محبوبانہ اندازِ وعظ

اعلیٰ درجہ کے بولنے والے کے لئے متعدد امور کی ضرورت ہوتی ہے۔آواز کا شیریں ہونا، کلام کا مختصر اور جامع ہونا اور تنافر حروف، ضعف تالیف، غرابت مخالفت، قیاس لغوی سے خالی ہونا اور گفتگو کا مقتضی حال کے مطابق ہونا اور ہر شخص کی فہم کے مطابق بات کرنا۔

اگر رحمت عالم ﷺ کی گفتگو، آواز، اس کی شیرینی دلآویزی، طرز بیان اور فصاحت و بلاغت پر تبصرہ کیا جائے تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں یہاں ہم خطبہ کے آخری اور مہتم بالشان جز جس کو اثر انگیزی سے تعبیر کرتے ہیں اس کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں کیونکہ اسی جزء کو حضرت موسیٰ کی دعا سے شدید لگاؤ ہے۔

وعظِ نبوی ﷺ کی اثر انگیزی

خطباتِ نبوی کی اثر انگیزی اور رفعت در حقیقت معجزہ تھی پتھر سے پتھر دل بھی حضور اکرم ﷺ کی گفتگو سن کر چند لمحوں میں موم ہو جاتا تھا مکہ معظّمہ میں ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے سورۂ والنجم کی آیتیں تلاوت فرمائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے سرکش اور سخت دل کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔(بخاری)

مکہ میں ایک شخص ضماد نامی جو جھاڑ پھونک کرنا جانتے تھے آئے اور یہ سن کر کہ نعوذ باللہ آپ (ﷺ) کو جنون ہے بغرض علاج آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے ان کے سامنے ایک مختصر سی تقریر فرمائی انہوں نے عرض کی ذرا پھر دہرائیے۔حضور اکرم ﷺ نے وہی تقریر کئی بار دہرائی تو اخیر میں ضماد نے کہا

واللہ لقد سمعت قول الکھنۃ وقول الشعراء فما سمعت مثل ھؤلاء الکلمات.(رواہ مسلم)

خدا کی قسم میں نے شاعروں، کاہنوں اور ساحروں کے کلام سنے ہیں لیکن یہ تو چیز ہی اور ہے۔

ایک دفعہ نو مسلم قبیلہ ہجرت کرکے مدینہ آیا۔حضور اکرم ﷺ نے ان کی امداد کی ضرورت سمجھی۔مسجد نبوی میں جمعہ کے روز لوگ جمع ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا جس میں یہ آیت بھی تلاوت فرمائی

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ا الخ(پارہ ۲۱،سورۂ القمان، آیت ۳۳)

اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو۔

اس کے بعد فرمایا درہم، کپڑا، غلہ بلکہ چھوہارہ کا ایک ٹکڑا جو ہو راہِ خدا میں دو۔ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت جو تھی وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے تاہم حضور اکرم ﷺ کی رقت انگیز اور موثر تقریر نے یہ اثر کیا کہ جس کے پاس جو کچھ تھا دے دیا، بعض نے اپنے کپڑے تک اتار دیئے، کسی نے گھر کا غلہ حاضر کر دیا، ایک انصاری اپنے گھر سے اشرفیوں کا توڑا اُٹھا لائے جو اس قدر بھاری تھا کہ ان سے مشکل سے اُٹھتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں آپ کے سامنے غلہ اور کپڑے کے دو بڑے بڑے ڈھیر لگ گئے۔ (رواہ مسلم)

خلاصہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک خطبات میں اس درجہ کا اثر تھا کہ جب دو قبیلوں میں اشتعال پیدا ہوتا تو سرکار کے چند فقرے جوشِ محبت کا دریا بہا دیتے۔

غزوۂ بدر سے پہلے ایک دفعہ جب آپ (ﷺ) سوار ہو کر نکلے مسلمان اور منافقین یکجا بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے تو سلام کیا مگر منافقین نے ایک گستاخانہ فقرہ استعمال کیا یہ چنگاری تھی جس نے سارے خرمن کو آگ لگا دی۔ قریب تھا کہ جنگ وجدل بر پا ہو جائے مگر حضور اکرم ﷺ کے چند الفاظ مبارکہ نے اس آگ پر پانی ڈال دیا

سلام علی جماعة فیھا المسلم و الکافر. (بخاری شریف)

اس جماعت پر سلام جس میں مسلم و کافر ہیں۔

واقعہ افک میں اوس وخزرج میں اس قدر اختلاف پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ خاص مسجد نبوی میں تلواریں نیام سے نکل پڑیں۔ حضور اکرم ﷺ منبر پر جلوہ فرما تھے اپنے سلسلۂ تقریر کو جاری رکھا جس کا اثر یہ ہوا کہ محبت وشفقت کی لہریں پھر جاری ہو گئیں۔ (صحیح بخاری، قصہ افک)

غزوۂ مصطلق سے واپسی پر ایک واقعہ پیش آیا۔ مہاجرین وانصار میں شدید اشتعال پیدا ہوا قریب تھا کہ دست وگریباں ہو جائیں۔ سید عالم ﷺ کو اطلاع ہوئی آپ تشریف لائے اور اس طرح تقریر فرمائی کہ چند لمحوں میں مہاجرین و انصار شیر وشکر تھے۔ (بخاری)

وعظ ونصیحت کے اثرات

وعظ ونصیحت میں جو خطبات حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے تھے ان کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ انسان تو انسان جمادات بھی موثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ ایک صحابی حضور اکرم ﷺ کے خطبہ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں

وعظ لنا رسول اللہﷺ یوما بعد الصلوٰۃ الغداۃ موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون وجلت منھا القلوب. (ترمذی)

صبح کی نماز کے بعد حضور اکرمﷺ نے ایسا موثر اور بلیغ وعظ فرمایا کہ آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور دل کانپ اُٹھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک اور مجلس وعظ کی تاثیر کی کیفیت یوں بیان فرمائی

قام نبینا رسول اللہﷺ خطیبا فذکر فتنۃ القبر التی یفتن بھا المرء فلما ذکر ذالک صاح المسلمون صیحۃ. (بخاری)

حضور خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اس میں فتنۂ قبر جس میں انسان کی آزمائش ہو گی بیان فرمایا تو مسلمان چیخ اُٹھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرمﷺ نے خطبہ دیا اور آپ کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے

والذی نفسی بیدہ — قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے

یہ الفاظ آپﷺ نے تین مرتبہ فرمائے اور پھر جھک گئے لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ جو جہاں تھا وہیں سر جھکا کر رونے لگا۔ راوی کہتے ہیں ہمیں بھی ہوش نہ رہا کہ حضور اکرمﷺ قسم کس بات پر کھا رہے ہیں۔ (سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ)

حضور اکرمﷺ نے اثنائے تقریر میں فرمایا لوگو! جو میں جانتا ہوں وہ تم بھی جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ۔ اس مبارک فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ لوگ منہ میں کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے۔ (صحیح بخاری)

امام ابو نعیم و بزاز و ابن عدی حضرت ابن عمران سے راوی وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور اکرمﷺ نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ا (پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۴)

اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی

جب زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے تو لکڑی کے منبر سے یہ آواز آئی

قال المنبر ھذا فجآء و ذھب ثلاث مرات. (خصائص جلد ۲ صفحہ ۷۷)

ایسا ہی ہے یعنی صحیح فرمایا ہے پھر منبر تین مرتبہ آگے پیچھے ہوا۔

امام احمد و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور اکرم

ﷺ منبر پر تشریف رکھے ہوئے فرما رہے تھے

یاخذہ الجبار سموتہ وارضہ بیدہ ثم یقول انا الجبار این الجبارون این المتکبرون ویتقبل عن یمینہ ویسارہ

قیامت کے دن زمین وآسمان اللہ کی مٹھی میں ہوں گے۔ جبار فرمائے گا متکبرین کہاں ہیں، جبارین کہاں ہیں؟ حضور اکرم ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے اور دائیں بائیں مائل بھی ہوتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے خطبہ کے جلال سے

حتی نظرت الی المنبر متحرک من اسفل شیی منہ حتی انی اقول اساقط ھو برسول اللہ.

(خصائص جلد ۲ صفحہ ۷۷)

قدم پاک کے نیچے منبر حرکت کر رہا تھا اور منبر اس قدر متحرک ہوا کہ ہمیں یہ کہنا پڑا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کو ساتھ لے کر زمین پر آ رہے گا۔

فائدہ

امام الانبیاء محبوبِ خدا ﷺ کو خطبہ میں کمال عطا ہوا تھا جو کسی نبی و رسول میں نہ تھا اور آپ میں وصفِ گفتگو اس درجہ کا تھا جسے امام احمد رضا قدس سرہ نے بتایا کہ

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

شرح

شرافت و بزرگی میں حضور سرورِ عالم ﷺ منفرد ہیں کسی کو بھی آپ سے کوئی مساوی یا نہ نسبت نہیں تمام نسبتیں اس مسئلہ میں بالکل منقطع ہیں ہاں آپ کا کرم و فضل ہر ایک کو قریب ہے۔ اب یاس (ناامیدی) اور امید دونوں کو کہہ دو کہ تم دونوں میں سے ہر ایک کو حضور اکرم ﷺ سے تعلق ہے۔ یاس (ناامیدی) کو اول مسئلہ میں اور امید کو مسئلہ دوم میں۔

مسئلہ اول

نبی پاک، شہ لولاک ﷺ کی منسوب شے دوسری تمام مخلوق سے اسی نسبت سے افضل واشرف ہوگی۔

(۱) آپ کے صحابہ کرام وآلِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے کسی نبی علیہ السلام کے صحابی وآل کہاں۔

(۲) آپ کی کتاب (قرآن) جیسی کتاب کہاں جب کہ وہ بھی کتب الٰہیہ تھیں مثلاً توراۃ وانجیل، زبور، صحف وغیرہ۔

(۳) آپ کی امت جیسی دوسری امم کہاں وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ ثانی

حضور اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے ہر ایک یہاں تک کہ ابلیس نے اس سے حصہ پایا مختصراً عرض ہے

ملائکہ کرام میں سے جبریل علیہ السلام کا بیان

حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کیا میری رحمت سے تم کو بھی کچھ حصہ ملا ہے؟

عرض کرتے ہیں ہاں!

كنت اخشى العاقبة فامنت لثناء الله عزوجل علىٰ بقوله ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍo

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ o (پارہ ۳۰، سورۃ التکویر، آیت ۲۰، ۲۱)

میں اپنے انجام وآخرت سے ڈرتا تھا اللہ تعالیٰ نے میری مدح میں یہ آیۃ کریمہ ''جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔'' آپ پر نازل ہوئی فرمائی تو اب بے خوف ہوں۔

مومن وکافر پر رحمت

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین میں عام جن وانس پر رحمت کرنا مراد ہے۔ایک روایت میں ہے اس سے تمام کائنات ومخلوقات پر رحمت فرمانا ہے، مومنین کے لئے رحمت، ہدایت کرنا ہے اور منافقین کے لئے رحمت قتل سے محفوظ رکھنا ہے اور کافرین پر رحمت یہ ہے کہ اُن پر عذاب میں تاخیر کی جائے (کہ اب وہ دنیا میں عذابِ عام سے محفوظ ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مومنین وکافرین کے لئے رحمت ہیں کیونکہ پچھلی اُن امتوں کی طرح جنہوں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی تھی دنیا میں عذابِ عام سے بچالئے گئے ہیں۔

یہ نہیں کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینے کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

حل لغات

خلد (بضم الخاء) جنت، بہشت، دائم، ہمیشگی۔نکو (خوب،اچھا) آبرو،عزت،بزرگی،حیثیت،نام،نیک نامی، ٹھاٹ،شہرت،شان وشوکت وغیرہ۔سماں،وقت زمانہ،موقع محل،لطف،جوبن،اچھی فصل۔

شرح

کون کہتا ہے کہ بہشت خوب نہیں بلکہ وہ تو تمام خوبیوں کی عزت وآبرو ہے لیکن جسے مدینہ پاک کی آرزو ہے اس کی نظروں میں بہشت کی وقعت نہیں اس لئے بہشت میں محبوبِ رحمٰن ﷺ

قرقیست از کجا تا کجا

اس تمام مضمون کوکسی نے ایک مصرعہ میں سمیٹا ہے

فردوس سے پوچھو کہ مدینہ کیا ہے

جنت و مدینہ پاک میں موازنہ

فقیر نے اسی شعر میں تحقیق سپرد کی ہے کہ مدینہ پاک کے معروف مقامات بہشت میں منتقل کئے جائیں گے بالخصوص ریاض الجنۃ تو محققین کے نزدیک لازماً جنت میں ہی جائے گا۔(وفا الوفاء وجواہری البحار وغیرہ)

اور ریاض الجنۃ صرف اسی ایک ٹکڑے کا نام عرف میں ہے ورنہ حدیث شریف میں ہے کہ مسجد نبوی تمام کی تمام ریاض الجنۃ ہے اور مسجد نبوی کے متعلق بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ تا قیامت مسجد میں اضافہ ہوتا جائے تب بھی مسجد نبوی کہلائے گی خواہ صنعا تک بھی چلی جائے۔ہم اپنے دور ۱۴۱۵ھ میں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے دورِاقدس کا تمام مدینہ مسجد نبوی ہے۔

نکتہ

دورِ زمانہ کی گردش اہل مدینہ میں وہ تقویٰ وہ طہارت اور ادب وعشق کا فقدان یا کم از کم کمی واقع ہوگئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقامت گاہیں ایسی خرابیوں وغلطیوں کے لائق نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے یاروں کی نشست گاہوں کوسجدہ گاہ بنا دیا۔کل قیامت میں یہ بھی بہشت کا ایک حصہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ جہاں رسول

اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رونق افروز ہوں گے وہ بہشت کے دیگر حصوں سے ممتاز اور بلند و بالا مقام متصور ہوگا۔اسی لئے جنت الفردوس ہو یا دیگر جنتیں سب ہیں نثار مدینہ پر اگر زاہد کو جنت کی طلب ہے تو ہم غریبوں کو مدینہ چاہیے۔

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے اُنہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابشِ مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

شرح

حضور اکرم ﷺ کے نور سے ہر شے عیاں ہے آپ کے جلوہ میں ہی سب پوشیدہ ہیں۔صبح کی روشنی سورج سے تو ہے لیکن اسے تاب وتواں کہاں کہ وہ ہمارے محبوب ﷺ کے آگے دم مار سکے

شش جهت روشن زتاب روئے تو ترك وتاجيك وعرب هندوئے تو
ماه را مهر رخت نور وبها مهر را تنوير قلب تو ضياء

شش جہات آپ کے رُخ انور سے تابان ہیں ترک ہو تا جیک ہو عرب ہو تمام آپ کے غلام ہیں۔
چاند کو آپ کے چہرہ اقدس سے نور اور رونق نصیب ہے سورج کو بھی روشنی نصیب ہے تو آپ کے قلب اطہر کی ضیاء سے۔

ہر گل ہر شجر میں

اس موضوع پر متعدد حوالے اور تحقیقی مقالے اسی شرح حدائق جلد دوم میں آچکے اور اس جلد سوم میں بھی متعدد مقامات پر بحث ہوگئی۔یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں

تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۵۴۸ میں ہے

واعلم ان الله تعالى بعث النبى ﷺ نوروانه تعالى سمى نفسه نوراً بقوله تعالى "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ا "وسمى الرسول نوراً لان اول شىء اظهره الحق بنور قدرته من ظلمة العدم كان نور محمد ﷺ كما قال أول ما خلق الله نورى ثم خلق العالم بما فيه من نوره

بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نور مبعوث فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی نور رکھا "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ا" اور پہلی شے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور عدم کے اندھیرے سے اپنے نورِ قدرت سے ظاہر کیا۔وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نورِ مبارک تھا جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو شے سب سے اول پیدا فرمائی

وہ میرا نور ہے پھر اس نور پاک سے دنیا و مافیہا کو پیدا کیا۔

وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب

نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

شرح

اس شعر کا ایک ایک جملہ شرح کے لئے دفاتر چاہتا ہے

لکھوں تو خوفِ طوالت ہے چھوڑوں تو موجب ملالت ہے

مشتے نمونہ از خروارے کچھ عرض کردوں۔

وہی نورِ حق

قرآن مجید کی چند آیات مع تفاسیر

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۝ (پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

فائدہ

اس آیت کریمہ میں کلمہ "نـــور" ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کا وجودِ اطہر ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۷۲ "قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" یعنی "محمد ا ﷺ" بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ۔ تفسیر جلالین شریف صفحہ ۹۷ "قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ ھو نور النبی ﷺ" آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور وہ نور نبی کریم ﷺ ہیں۔ روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۸۷ "قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ عظیم وھو نورالانوار والنبی المختار ﷺ" آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے بہت بڑا نور وہ نورالانوار نبی مختار ﷺ ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضوعاتِ کبیر صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں "اما نورہ علیہ السلام فھو فی غایۃ من الظھور شرقاً و غرباً واول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نوراً" نبی کریم ﷺ کا نور شرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اور سب سے پہلے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ حضور اکرم ﷺ کا نور ہے اور قرآن کریم نے ان کو نور فرمایا۔ مطالع المسرات صفحہ ۲۲۰ "ونورہ ﷺ الحسنی والمعنوی ظاھر واضح" یعنی حضور اکرم ﷺ کا نور حسی اور معنوی واضح ہے۔ تفسیر صاوی صفحہ ۲۳۹ میں ہے "انہ اصل نور حسی ومعنوی" یعنی

حضورا کرم ﷺ ہر نورِ حسی اور معنوی کا اصل ہیں۔تو تمام نبیوں،رسولوں،فرشتوں،لوح،قلم،عرش،کرسی،چاند،سورج اور ستاروں کے انوار اسی نورِ محمد ﷺ کے پَرتو ہیں۔مولانا جامی علیہ الرحمۃ (۸۹۸ھ/۱۳۲۵ء) فرماتے ہیں

هم از لوح وقلم تا عرش و کرسی ازاں نور است گر تحقیق پرسی

ان کے علاوہ تفسیر خازن جلد۲ صفحہ ۲۳،تفسیر مدارک جلد ۱صفحہ ۲۱۴،تفسیر روح البیان جلد ۱صفحہ ۵۴۸،تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۹۵،شفاء شریف وغیرہا میں اس نور سے مراد حضورا کرم ﷺ مراد ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ (پارہ ۱۸،سورۃ النور،آیت ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

اس آیت میں "مَثَلُ نُوْرِهٖ" سے حضورا کرم ﷺ کا وجوۂ اطہر مراد ہے۔(تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صفحہ ۱۰۶)

جاء ابن عباس الی كعب الاحبار فقال حدثنی من قول الله عزوجل "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ "الاية فقال كعب مثل نورهٖ مثل محمد ﷺ وقال علی ابن الحسن الازدی قال ثنا يحيی بن اليمان عن اشعث عن جعفر بن ابی المغيرة عن سعيد بن جبير فی قولهٖ مثل نورهٖ قال محمد ﷺ. (تفسیر خازن و معالم التنزیل جلد ۵ صفحہ ۶۳)

مثل نورهٖ هو محمد ﷺ قال سعيد بن جبير والضحاک هو محمد ﷺ .

شفاء شریف جلد ۱صفحہ ۱۰،تفسیر حقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۲،تفسیر نبوی،تفسیر محمدی جلد ۴ صفحہ ۳۰۴ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس،کعب احبار،سعید بن جبیر،سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں

المراد بالنور الثانی هنا نور محمد ﷺ وقوله تعالیٰ مثل نورهٖ ای نور محمد ﷺ

کہ نورِ ثانی سے مراد اللہ کے قول میں محمد ﷺ کا نور ہے۔

ظلِ رب

بمعنی رب کا سایہ اللہ تعالیٰ سایہ سے پاک اور منزہ ہے اس سے مراد بادشاہ عادل ہوتا ہے اور حضورا کرم ﷺ تو بادشاہوں کے شہنشاہ ہیں اسی لئے بطریق اولیٰ ظلِ رب ہیں لیکن یہاں اللہ تعالیٰ کا مظہرِ اتم واکمل مراد ہیں یعنی حضورا کرم ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے مظہر ذات وصفات ہیں۔

قرآنِ مجید

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادیٔ طویٰ پر پہنچے تو آواز آئی

اِنِّیۤ اَنَا رَبُّکَ (پارہ ۱۶، سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۲) بیشک میں تیرا رب ہوں۔

یٰمُوۡسٰۤی اِنَّہٗۤ اَنَا اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۙ (پارہ ۱۹، سورۂ النمل، آیت ۹)

اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا۔

فِی الۡبُقۡعَۃِ الۡمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ (پارہ ۲۰، سورۂ القصص، آیت ۳۰)

برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔

فائدہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور بیشک اس کلام کا اللہ تعالیٰ ہی متکلم ہے یہ بھی منقول ہے کہ یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف گوش مبارک ہی سے نہیں بلکہ اپنے جسم اقدس کے ہر جزو سے سنا۔ (خزائن العرفان)

ہم اس مسئلہ کو حدیث قدسی مع شروح ذرا تفصیل سے عرض کرتے ہیں۔

حدیث قدسی شریف

یہ حدیث شریف بخاری شریف باب التواضع کے علاوہ دوسرے ابواب میں اور دیگر کتب احادیث میں بہترین سند سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت و بغض و کینہ رکھا میں نے اسے اعلانِ جنگ فرمایا ہے جن چیزوں سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ان میں سب سے زیادہ محبوب شے میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل سے میری طرف ہمیشہ قربت حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں

فاذا احببته فكنت سمعة الذى يسمع به وبصره الذى يبصربه ويده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها و ان سئالنى لاعطينه ولئن استعاذنى لا عيذنه.

پس جب میں اسے بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا

ہے اگر مجھ سے مانگے میں عطا کرتا ہوں اگر وہ پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں۔

فائدہ

اس قدسی حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ بندہ قربِ الٰہی پا کر خود کو ذاتِ حق تعالیٰ کے سامنے فنا کر دیتا ہے اس کے ظاہری جسم وصورت کے علاوہ باقی کچھ نہیں رہتا ایسے بندے کو فانی فی اللہ باقی باللہ کہا جاتا ہے۔ بظاہر بندہ متصرف محسوس ہوتا ہے درحقیقت اس کا متصرف حق اللہ خود ہوتا ہے۔ پیشوایانِ اسلام نے بھی یہی فرمایا ہے۔

اقوالِ العلماء و المشائخ

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ

هذا الخبر يدل انه لم يبق فى سمعهم نصيب لغير الله ولا فى بصرهم ولا فى سائر اعضاء هم اذ لو بقى هناک نصيب لغير الله تعالىٰ لما قال انا سمعه وبصره

ولهذا قال على بن ابى طالب كرم الله وجهه والله ماتلعت باب خيبر بقوة جسد انية ولكن بقوة ربانية وذلک لان علياً كرم الله وجهه فى ذلک الوقت انقطع نظرة عن عالم الاجساد واشرقت الملائكة بانوار عالم الكبريا ء فتقوىٰ روحه وتشبه بجواهر ارواح الملئكة وتلالات فيه اضواء عالم القدس والعظمة فلا جرم حصل له من القدرة ما قدر بها على ما لم يقدر عليه غيره.

بارگاہِ الٰہی کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضاء میں اللہ کے سوا کسی غیر کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر غیر کے لئے کوئی حصہ باقی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں خود اس کی سمع وبصر بن جاتا ہوں۔

اسی بناء پر حضرت علی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ ربانی طاقت سے اکھاڑا تھا کیونکہ حضرت علی کی نظر اُس وقت عالم اجسام سے منقطع ہو چکی تھی اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالمِ قدس وعظمت کے انوار چمکنے لگے تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی۔

آگے فرماتے ہیں کہ یہ چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنے مولیٰ کی طاعت وبندگی پر ہمیشگی اور استقامت اختیار کرتا ہے

بلغ المقام الذى يقول الله كنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال الله سمعا له سمع القريب

والبعید واذا صار ذلک النور بصرا له رای القریب والبعید واذا صار ذالک النور یداله قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب. (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۷، ۶۸۸)

تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے "کنت لہ سمعاً و بصراً" فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان، دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

علامہ محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

وذکروا ان من القوم من یسمع فی الله ولله وبالله ومن الله جل وعلا ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت سمعه الذی یسمع به.

(روح المعانی، پارہ ۲۱، صفحہ ۱۰۲)

اہل معرفت نے بیان کیا ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں، اللہ کے لئے، اللہ کے ساتھ، اللہ سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی کے ساتھ سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی "کنت سمعه الذی یسمع به" میں ہے۔

امام شعرانی نے اس سے بھی بڑھ کر واضح انداز میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا ہے کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اس کی سمع و بصر ہو جاتا ہے (یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنا جاتا ہے)

قد یجمع الله تعالیٰ لمن شاء فی هذا المقام الصفات کلها وقد یعطیه بعض الصفات علی التدریج شیئا بعد شیئ. (الیواقیت والجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں میں اپنی کُل صفات (جن کا مظہر ہونا بندے کے حق میں شرعاً ممکن ہے) جمع فرما دیتا ہے اور کبھی بعض صفات اور درجہ بدرجہ صفات عطا فرماتا ہے۔

سوال

حدیث شریف مذکور کا وہ مطلب نہیں جو تم نے لکھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے کے حواس کو اپنی پسندیدہ اشیاء کے لئے وسیلہ بنا دیتا ہے اور وہ بندہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز چیز نہیں سنتا اور اپنی آنکھوں سے خلافِ حکمِ شرع کوئی چیز نہیں دیکھتا اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے خلافِ شرع کوئی کام نہیں کرتا۔

جواب

مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم نہیں بلکہ تحریف ہے۔حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس معنی ومفہوم کے بارے میں رقمطراز ہیں ''الفاظِ حدیث ان معنی کے محتمل نہیں کیونکہ ان معنی کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے کوئی گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان آنکھ وغیرہ سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں لیکن ان معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو کوئی لفظ ان کی تائید نہیں کرتا۔ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کا مرتبہ تو اسے محبوبیت سے پہلے ہی حاصل ہوگیا ہے اب اگر محبوبیت کے بعد بھی وہ اسی مقام پر رہے تو یہ اس کے حق میں بلندئ مراتب ہوگی یا ترقی معکوس۔اگر معصیتوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی خدا کی محبوبیت کا مقام حاصل ہوسکتا ہے تو تقویٰ اور پرہیز گاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔نصِ قرآنی اس امر پر شاہد ہے کہ اتباعِ رسول ﷺ کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا مرتبہ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پارہ ۳،سورۂ آل عمران، آیت ۳۱) اے محبوب تم فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا''حضور اکرم ﷺ کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کے بغیر مقامِ محبوبیت کا حصول ناممکن ہے۔ ''کـــــنـــــت سـمـعـه وبصره ''کا مرتبہ' فـاذا احببتـه 'ہونا ''اتـقـاعـن الـمـعـاصـی'' کے علاوہ اس سے بلند اور بالا مرتبہ ہے جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہی حاصل کیا جاسکتا ہے جو پرہیز گاری کا نتیجہ اور قربِ نوافل کا ثمرہ ہے۔''

(تسکین الخواطر صفحہ ۲۴)

گھرکی گواهی

مولوی محمد انور شاہ کشمیری بھی ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں کہ علماءِ شریعت نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بندے کے اعضاء وجوارح رضائے الٰہی کے تابع ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رضائے رب کے خلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو جب اس کے سمع وبصر اور تمام اعضاء وجوارح کی غایت اللہ تعالیٰ ہوجائے تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے سنتا اور اس کے لئے بولتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع وبصر ہوگیا۔

قلت وهذا عدول عن حق الالفاظ لان قوله كنت سمعه بصيغة المتكلم يدل على انه لم يبق من المقرب بالنوافل الا جسده وشبهه وصار المتصرف فيه الحضرة الالهية فحسبه وهو الذى عناه

الصوفية بالفناء فى الله اى الا نسلاخ عن دواعى نفسه حتى لايكون التصرف فيه الا هو.

(فیض الباری جلد۴صفحہ۴۲۸)

میرے نزدیک حدیث کا یہ معنی بیان کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور کج روی ہے اس لئے کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ کا "کنت سمعہ" فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ متصرف ہوگیا ہے اور فنافی اللہ سے صوفیاء کی مراد بھی یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز تصرف کرنے والی (سننے، دیکھنے اور بولنے والی) باقی نہ رہے۔

اس کی عملی مثال دیتے ہوئے لکھا کہ

اذاصح للشجرة ان ينادى فيها بانى انا الله فما بال المتقرب بالنوافل ان لايكون الله سمعه وبصره كيف وان ابن ادم الذى خلق على صورة الرحمن ليس نادون من شجرة موسىٰ عليه السلام.

(فیض الباری جلد۴صفحہ۴۲۹)

جب درخت سے "اِنِّیۡ اَنَا اللّٰہُ" کی آواز آسکتی ہے تو متصرف بالنوافل کا کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمع و بصر نہ ہوسکے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے مقرب بندوں کی سمع و بصر ہو جانا ایسی صورت میں کیوں کر محال ہوسکتا ہے جبکہ وہ ابن آدم جو صورتِ رحمٰن پر پیدا کیا گیا شرف و کمال میں شجر موسیٰ علیہ السلام سے کسی طرح کم نہیں۔

کتاب وسنت کے مذکورہ مباحث و مفاہیم سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عبد متقرب صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمع سے سنتا، نورِ بصر سے دیکھتا اور اسی کے نورِ قدرت سے تصرف کرتا ہے، نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر انسانیت کے اس کمال پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

مقامِ فنا و بقاء

یاد رہے کہ اگر چہ یہ مقام نبی کریم ﷺ کو حاصل تھا کیونکہ آپ روزِ ازل سے مقامِ محبوبیت پر فائز ہیں جس کا تذکرہ ابتدائی شعر کے تحت گزر چکا ہے مگر کائنات کو عملاً معجزۂ معراج کی صورت میں حضور اکرم ﷺ کے اس مقام سے آگاہ کیا گیا۔ قرب وفنائیت اور مظہریت میں وہ کمال عطا فرمایا جو آپ ہی کا حصہ ہے آپ کے اس قرب وفنائیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ٥فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥ (پارہ ۲۷،سورۃ النجم،آیت ۸،۹)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اوراس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

تمام فاصلے ختم ہوگئے اور حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی تمام جہات سے آزاد ہوکر وحدتِ کُلی میں اس طرح جذب ہوگئی جس طرح قطرہ سمندر میں جذب ہوجاتا ہے۔اہلِ معرفت کے ہاں فنا کا اعلیٰ مقام یہی ہے کہ بندہ وجودِ حق میں اس طرح کامل طور پر فنا ہوجائے کہ اپنے فنا کے مشاہدے سے بھی آگاہ نہ رہے۔امام قشیری فنا و بقاء پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں پہلی فنا ذات اور صفات کی فنا ہے جن کی بقا صفاتِ حق کے ساتھ ہے۔دوسرا مرتبہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے صفاتِ حق سے فنا ہے اس کے بعد تیسرا مرتبہ آتا ہے

فناء ہ من شهود فنائه باستهلاكه في وجود الحق. (الرسالۃ القشیریہ صفحہ ۴۰)

وہ یہ کہ وجودِ حق میں کامل فنا ہونے کی وجہ سے اپنی فنا کے مشاہدے سے بھی فنا حاصل کرلینا۔

سرورِ عالم ﷺ وجودِ حق میں کس طرح فنا تھے قرآن نے اُسے " اَوْ اَدْنٰی" سے بیان کردیا کہ اتنا قرب تھا کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اہل معرفت نے اسے سمجھانے کے لئے مختلف الفاظ بیان کئے ہیں۔شارح بردہ شیخ زادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقامِ کلیم کے بعد مقامِ حبیب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ثم الحبيب لما دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی وتخلف عنه رفيقه عند سدرة المنتهى وقال لو دنوت انملة لا حترقت ثم انه عليه الصلوٰة والسلام اراد ان يخلع نعليه فسمع من اتين العرش ان لا تخلع يا حبيب الله ولا يخيبني عن التشرف بغبا ر نعليک فان جميع ذالک من آثار الله حيث انمحت هو تيک في هو تيه واضمحلت انا نيتک في احدية فانت من الله والى الله ولله وبالله ارادتک منه ورجوعک اليه وسعيک وقيامک (شرح شیخ زادہ مع الخرپوتی صفحہ ۱۷۰)

جب حبیب مقام "دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی" پر پہنچے اور آپ کا رفیق جبریل سدرۃ پر یہ کہتے ہوئے رک گیا کہ اگر میں ایک پورا آگے بڑھتا ہوں تو میں جل جاؤں گا پھر آپ ﷺ نے نعلین اتارنے کا ارادہ کیا تو عرش نے روتے ہوئے عرض کیا اے اللہ کے حبیب مجھے اپنی نعلین کے شرف سے محروم نہ کیجئے کیونکہ آپ کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے آثار میں ہے کیونکہ آپ کی ھویت اس کی ھویت اور آپ کی ذات اس کی احدیت میں فنا ہوچکی ہے پس آپ اللہ سے اللہ کی طرف ،اللہ کے لئے ،اللہ کے ساتھ ہیں۔آپ کا ارادہ اس طرف اور آپ کی سعی و قیام اسی کے ساتھ ہے۔

اعلیٰ حضرت نے بھی آپ کے اس مقامِ عالی کو اپنے شعر میں یوں بیان فرمایا

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

اس کی تفصیل کے اعلیٰ حضرت کے قصیدۂ معراجیہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے یہاں اس میں چند اشعار ملاحظہ ہوں

بڑھ اے محمد! قریں ہو احمد! قریب آ سرورِ مُجد (ﷺ)

نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو سر جھکائے گماں سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این ومتی کہاں تھا نشان کیف والی کہاں تھا

نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ کوئی منزل نہ مرحلے تھے

مزید تفصیل وتشریح انہی اشعار کے موقعہ پر آئے گی۔ان شاءاللہ

انھی سے سب

حضور اکرم ﷺ اصل کائنات ہیں۔اس موضوع پر شرحِ ہذا میں متعدد مقامات پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے یہاں صرف دو حوالے حوالۂ قلم ہیں۔

حضرت علامہ اسمعیل حقی اس آیت نور کے تحت تحریر فرماتے ہیں

وسمی الرسول نوراً لان اول شیء اظهره الحق بنور قدرته من ظلمة العدم کان نور محمد ﷺ کما قال اول ما خلق الله نوری ثم خلق العالم بما فیه من نوره بعضه من بعض فلما ظ الموجودات من وجود نوره سماه نوراً. (روح البیان جلد ۱ صفحہ ۴۴۵)

فائدہ

اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے کیونکہ نورِ محمدی وہ پہلی مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ قدرت سے

ظاہر فرمایا جس طرح حضور اکرم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے خداوند عالم نے میرے نور کو فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے عالم کی ہر چیز کو میرے نور سے پیدا کیا پس جب آپ کے نور سے موجودات ظاہر ہو گئے تو آپ کا نام نور رکھا۔

یہی امام حقی لکھتے ہیں کہ

فالنبی ﷺ کان اولی باسم النور ولهذا کان یقول انا من الله المومنون منی . (ایضاً)

یعنی اسم گرامی سب سے زیادہ آپ ہی کی ذاتِ مقدسہ کے مناسب ہے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی سے پیدا ہوا اور مومنین میرے نور سے۔

انھی کا سب

یہ مضمون بھی بار بار گذرا ہے کہ خالق کائنات نے اپنی جملہ مخلوق کا اپنے حبیب اکرم ﷺ کو مالکِ کُل بنایا ہے۔ صرف چند احادیث مقدسہ تبرکاً عرض کردوں۔

احادیث مبارکه

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاء به جبریل علیه السلام علیه قطیفة من سندس

(ابو نعیم دلائل النبوۃ)

دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں۔ جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش و نگار پڑا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

بینا انا نائم اذ جیئ بمفاتیح الارض فوضعت فی یدی. (بخاری و مسلم)

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو منادی پکار رہا تھا

بخ بخ قبض محمد (ﷺ) علی الدنیا کلها لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضة . (ابو یعلی وغیرہ)

دوسرا مصرعه

شعر ہذا کا مصرعۂ ثانی مذکورہ بالا احادیث صحیحہ کا مصداق ہے اور یہی عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا۔

حدیث ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی مضمون کے ساتھ ملا لیجئے۔

صحیح مسلم شریف وسنن ابو داؤد، ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال یوما یا ربیعۃ سلنی فاعطیک رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسئالک مرافقک فی الجنۃ فقال اوغیر ذلک قلت هو ذالک قال فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود

میں ربیعہ بن کعب حضور اکرم ﷺ کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک شب حضور اکرم ﷺ کے لئے آبِ وضو وغیرہ ضروریات لایا (رحمت عالم ﷺ کا بحر رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا (ہم سے) مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا کچھ اور میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے

حیف باشد از وغیر او تمنائے

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو ۔۔۔ معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

سید عالم ﷺ نے فرمایا تو میری اعانت اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے کر۔

حضور اکرم ﷺ کا مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد فرمانا "سـل" مانگ کیا مانگتا ہے۔ جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور اکرم ﷺ کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو ہماری سرکار میں سب کچھ ہے۔ شیخ شیوخ علماءِ الہند عارف باللہ عاشق رسول برکۃ المصطفیٰ ہذہ الدیار سیدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے قصیدۂ نعتیہ حضور اکرم ﷺ میں عرض کیا ہے

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری ۔۔۔ بدر گاهش بیاؤ هر چه میخواهی تمنا کن

اگر دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور دنیا و آخرت کی جو چیز چاہتا ہے اس کی تمنا کر۔

(اخبار الاخیار صفحہ ۳۳۲)

شرح

مشکوۃ شریف میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں

از اطلاق سوال که فرمود سل بخواہ وتخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم یشود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ﷺ ہر چہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد فان من جودك الدنیا وضرتھا۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

شرح

حضور سرورِ عالم ﷺ لامکاں کے مکین ہوئے آپ ہی عرش پر مسند نشین ہوئے۔ دراصل یہ مکان نبی کریم ﷺ کے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے مکانیت کا تصور تک نہیں ہوسکتا وہ تو ہر قید سے منزہ اور پاک ذات ہے۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

شرح

حبیب کبریا، شہ ہر دوسرا ﷺ آپ نے تو عرشِ الٰہی سے گزر کر آگے لامکاں کی سیر فرمائی اور ہر دل کی گہرائی تک آپ کی نگاہ ہے ملکوت ہو یا ملک کوئی ایسی شے نہیں جو آپ کے سامنے نہ ہو۔

عقیدہ

اسے ''ماکان ومایکون'' کا علم کہا جاتا ہے جسے دوسرے لفظوں میں علم غیب کُلی سے تعبیر کیا گیا ہے جس پر ایک مدت سے ہمارے اور منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ کے درمیان نزاع جاری ہے۔ اثبات ونفی میں بے شمار تصانیف لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ ہمارے دلائل میں سے چند تبرکاً یہاں حاضر ہیں

وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ا(پارہ۲،سورۃ البقرہ،آیت ۱۴۳)

اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا(پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت ۴۵)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

فائدہ

شاہد وشہید از شہود بمعنی الحضور والمعاینۃ وغیرہ۔مفرداتِ راغب میں ہے ”الشهود و الشهادة الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔
سید عالم ﷺ تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں آپ کی رسالت عامہ ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا کہ حضور اکرم ﷺ قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال وافعال واحوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔(ابوالسعو دوجمل)

حضور اکرم ﷺ کا علم مشاہدہ اور معاینہ سے ہے اسی لئے ہم نے اسی کے متعلق دو آیات اور المفردات اور دو تفسیروں سے ثابت کیا۔اب چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ”ماکان وما یکون“بتایا چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں (وعظ کے لئے) کھڑے ہوئے۔اس میں آپ نے جو کچھ قیامت تک واقع ہونے والا ہے سب بیان فرمادیا کسی نے اُسے یاد رکھا اور کسی نے بھلا دیا۔اس واقعہ کا میرے یاروں کو بھی علم ہے جو کچھ آپ نے خبر دی اس میں سے جب ایسی چیز واقع ہوتی ہے جس کو میں بھول گیا ہوتا ہوں جب اس کو دیکھتا ہوں تو یاد کر لیتا ہوں جس طرح ایک شخص دوسرے شخص کا چہرہ (بطریق اجمال) یاد رکھتا ہے جب کہ وہ غائب ہو جاتا ہے پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو اسے (بالتفصیل وتشخیص) پہچان لیتا ہے۔(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

حضرت ابوزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور نماز پڑھی۔پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔پھر آپ اتر آئے اور نماز پڑھی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا آپ نے جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کی خبر دی ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے وہ زیادہ عالم ہے۔(مسلم شریف)

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور قریب ہے کہ میری امت کی سلطنت ان تمام مقامات پر پہنچے اور مجھے دو خزانے سرخ وسفید دیئے گئے۔(الحدیث مسلم شریف)

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے قلعوں میں سے ایک پر کھڑے ہوئے پھر فرمایا کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے بیچ بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پرودگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو زیادہ دانا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پس پروردگار نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان پائی اور جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

(پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۷۵)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

اس حدیث کو دارمی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے اسی کی مانند ترمذی میں ہے (مشکوٰہ شریف) اس کی شرح میں شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا کہ

عبارت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی واحاطه آن۔ (اشعۃ اللمعات)

یعنی اس سے مراد یہ ہے آپ کو تمام علومِ جزوی وکُلی حاصل ہوئے اور آپ نے ان کا احاطہ کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکلے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ ﷺ! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتادیں جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے اس میں بہشتیوں کے نام اور ان کے آباء وقبائل کے نام ہیں پھر اخیر میں ان کا مجموعہ دیا گیا ہے ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی پھر جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے اس میں دوزخیوں کے نام ہیں پھر اخیر میں مجموعہ دیا گیا ہے ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر اس امر سے فراغت ہو چکی تو عمل کس واسطے سے ہے آپ نے فرمایا اپنے عملوں کو درست کرو اور

قربِ الٰہی ڈھونڈو کیونکہ جو بہشتی ہے اس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کتابوں کو پس پشت ڈال دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فارغ ہوگیا ہے۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر)

امام احمد وطبرانی نے بروایت ابوذر نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آئے اس حال میں کہ آسمان میں پرندہ جو اپنا بازو ہلاتا ہے اس کے متعلق بھی اپنے علم کا آپ نے ہم سے ذکر فرمایا۔

طبرانی میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے رکھ دیا دنیا کو۔ میں دنیا کی طرف اور اس میں قیامت تک ہونے والے حوادث کی طرف یوں دیکھتا تھا جیسے اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (مواہب لدنیہ)

طبرانی میں حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل رات اس حجرہ کے پاس میری امت اول سے آخر تک مجھ پر پیش کی گئی آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! پیش کئے گئے آپ پر وہ جو پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ وہ موجود ہیں مگر وہ کیونکر پیش کئے گئے جو پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لئے آب وگل میں ان کی صورتیں بنائی گئیں یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا تم اپنے ساتھی کو پہچانتے ہو۔ (مواہب لدنیہ)

سرِ عرش پر گزر

اس کے متعلق فقیر تفصیل سے شرح حدائق بخشش کے اسی حصہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہے۔

دلِ فرش پر نظر

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

ان رسول اللہ ﷺ قال ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ لا یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم انی لاری من وراء ظھری. (بخاری شریف صفحہ ۱۵۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میرا چہرۂ مبارک صرف قبلہ کو دیکھتے ہو بخدا مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور نہ خشوع بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

فائدہ

خشوع قلب کی ایک کیفیت کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (پارہ ۱۸،سورۃ المومنون،آیت۲)

جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ آپ کو قلوب کی کیفیات پر بھی آگاہی ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا

اے فروغت صبح آثار و دھور　　　چشم تو بینندۂ ماقی الصدور

اے وہ ذات آپ کی روشنی آثارو دھور کی صبح ہے آپ کی چشمانِ مبارک دیکھتی ہیں جو لوگوں کے سینوں یعنی دلوں میں ہے۔

اس موضوع پر فقیر کی ایک تصنیف ہے ’’فیض الغفور فی علم مافی الصدور‘‘ اہلِ ذوق مطالعہ فرمائیں۔ یہاں چند نمونے حاضر ہیں۔

حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں دل سے یہ نیت اور ارادہ کرکے حاضر ہوا کہ آپ سے ہر نیکی اور ہر برائی کے بارے میں سوال کروں گا آپ کے آس پاس صحابہ کرام بیٹھے سوالات کر رہے تھے اور آپ انہیں جوابات دے رہے تھے میں ان کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔صحابہ نے مجھے روکنا چاہا کہ حضور اکرم ﷺ کے قریب نہ جاؤ کہ ہجوم سے کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو۔ میں نے کہا نہیں مجھے تو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے میں آپ کے پاس جاؤں گا۔آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ وابصہ کو مت روکو میرے پاس آنے دو پھر مجھے دو یا تین مرتبہ فرمایا ’’اذن یا وابصۃ‘‘ اے وابصہ میرے قریب آجاؤ۔پس میں آپ کے قریب ہو گیا اور سامنے بیٹھ گیا۔آپ نے فرمایا کہ وابصہ تمہیں میں خود ہی بتادوں یا پوچھو گے؟ میں نے عرض کی اگر آپ میرے دل کی بات خود ہی بتا دیں تو مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔آپ نے فرمایا ’’جئت تسال عن البر والاثم‘‘ کہ تم مجھ سے ہر نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ! آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کی انگلیوں کے پوروں کو اکٹھا کرکے میرے سینے پر آہستہ آہستہ مارا اور کھٹکا یا ساتھ ہی فرمایا

یا وابصة استفت قلبک النفس والاثم ماحاک فی النفس وترودفی الصدر وان افتاک النا س وافتوک

یعنی اے وابصہ نیکی وہی ہے جس سے تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ وہی ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور سینے میں چھپے اگر چہ لوگ کہیں کہ یہ گناہ نہیں ہے دل کی بات اور دل کا فتویٰ ہی حجت ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۲)

فضالہ بن عمیر بن ملوح لیثی نے بظاہر مسلمان بن کر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف شروع کر دیا اور دل میں یہ خیال کر کے آیا تھا کہ طواف کے دوران موقع پا کر حضور اکرم ﷺ کو قتل کر دوں گا۔ جب اسی خیال سے حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہارا نام فضالہ ہے کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا

مالذی کنت تحدث به نفسک؟ کہ تمہارے دل میں کیا خیال ہے؟

یہ کہنے لگے کہ کچھ نہیں میں تو دل میں خدا کو یاد کر رہا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا" استغفر اللہ" اس جھوٹ پر اللہ سے معافی مانگو پھر آپ نے فضالہ کے سینے پر ہاتھ رکھا تو ان کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی ان کا دل بغض نبی سے پاک ہو کر حبِ نبی کا گہوارہ بن گیا۔ حضرت فضالہ کہتے ہیں

واللہ مارفع یدہ عن صدری حتی مامن خلق اللہ شیئ احب الی منه.

(سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۱۷، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۰۸، الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

کہ خدا کی قسم حضور اکرم ﷺ نے ابھی میرے سینے سے ہاتھ مبارک اُٹھایا ہی نہیں تھا کہ کائنات کی کوئی چیز حضور سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ تھی۔

ملک وملکوت

ملک، دنیا کا جہان۔ ملکوت، فرشتوں کا جہان۔

اس مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے جہاں کی کوئی شے مخفی نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جملہ عالمین کے ذرہ ذرہ کا علم غیب عطا فرمایا ہے۔ کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ کے منکر آپ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں یہ ان کی ہٹ دھرمی اور محض ضد ہے ورنہ خود لفظ نبی کا معنی بھی لغۃً اور شرعاً غیب کی خبریں دینے والا ہے چنانچہ چند حوالے حاضر ہیں

حضرت علامہ قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "الشفاء" میں اور شارحِ صحیح بخاری حضرت علامہ امام احمد شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مواہب لدنیہ" میں فرماتے ہیں

النبوۃ الاطلاع علی الغیب نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب کا جاننا

امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی کریم ﷺ کے اسمِ مبارک ''نبی'' کے بیان میں فرمایا

النبواۃ ماخوذۃ من النباء وھو الخبر ای ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبہ.

حضور اکرم ﷺ کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے غیب کو علم دیا۔(مواہب لدنیہ)

کتاب مصباح اللغات استاذِ دار العلوم دیوبند عبد الحفیظ بلیاوی کی عربی اردو لغت ہے جس میں نبی کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا ہی بیان کیا گیا ہے۔(مصباح اللغات صفحہ ۱۴۷)

عربی کی ایک اور مشہور لغت المنجد میں ہے

النبی المخبر عن الغیب یعنی غیب کی باتیں بتانے والے کو نبی کہتے ہیں۔(المنجد صفحہ ۸۴۷)

غرض کہ عربی لغت نے بھی یہ فیصلہ کر دیا کہ غیب کے جاننے والے اور غیب بتانے والے کو نبی کہتے ہیں۔

اسی قاعدہ پر ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جملہ عالمین کے ذرہ ذرہ کا علم رکھتے ہیں جسے امام احمد رضا قدس سرہ نے ''ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں'' سے تعبیر فرمایا ہے اسے شرح میں علم غیب کُلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسی غیب سے بیشتر صحابہ کرام کو دولت ایمان نصیب ہوئی۔وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہیں علم غیب دیکھ کر دولت اسلام نصیب ہوئی۔

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ بدر ۲ھ میں پیش آیا اس غزوہ کو غزوۂ بدر کبریٰ اور غزوہ بدرِ عظمیٰ بھی کہتے ہیں۔بدر ایک بستی کا نام ہے جو بدر بن مخلد بن نصر بن کنانہ کے نام سے منسوب و مشہور ہے۔غزوۂ بدر میں اسیرانِ بدر کی تعداد بھی وہی تھی جو ان کے مقتولوں کی تھی یعنی وہ بھی ستر تھے اور ان میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب بھی تھے۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں آتے وقت اپنی بیوی اُم الفضل کو اندر بلا کر کہا کہ یہ اشرفیوں کی تھیلی ہے اسے سنبھال کر رکھنا کہ کسی کو خبر نہ ہو یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا اگر میں سلامتی سے واپس آ گیا تو ٹھیک ورنہ اتنی اشرفیاں فلاں کو اتنی اشرفیاں فلاں شخص کو دے دینا۔اتنا کہہ کر وہ جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔

نیز مروی ہے کہ حضرت عباس کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنے ہمراہ بیس اوقیہ سونا لائے تھے تا کہ مشرکوں کو کھانا دیں لیکن جنگ میں ان سے وہ لے لیا گیا اور اُسے مالِ غنیمت میں داخل کر دیا گیا تو انہوں نے رسول

اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اُس بیس اوقیہ سونے کو اُن کے فدیہ میں محسوب کر لیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا اور کہا کہ یہ تو وہ مال ہے جسے تم ہمارے خلاف جنگ میں کفار کی مدد کے لئے لائے تھے۔اب وہ مسلمانوں کی غنیمت میں ہے اسے فدیہ میں محسوب نہیں کیا جا سکتا۔انہوں نے کہا کہ میں اور کوئی مال نہیں رکھتا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے چچا لوگوں سے بھیک مانگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ سونا کہاں ہے جسے تم مکہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے سپرد کر کے آئے تھے؟

انہوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کیسے ملی؟حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے خبر دی۔پھر وہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں بجز خدا کے کوئی اس سے باخبر نہیں تھا۔اس کے بعد وہ اسلام لائے اور کہنے لگے

اشھدان لاالٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ(مدارج النبوۃ جلد۲صفحہ ۱٦٨)

فائدہ

یہ ہے حضور سرورِ عالم ﷺ کے علم غیب کا اعجاز حضرت عباس جواب تک دولتِ ایمان سے محروم تھے سرکار کے علم غیب کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ واقعہ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن صفوان بن امیہ (جس کا باپ غزوۂ بدر میں قتل ہوا تھا) اور عمیر بن وہب مکہ سے باہر سنسان جگہ میں مقامِ حجر کے قریب مصروفِ گفتگو تھے۔باتوں باتوں میں جنگِ بدر میں شکست کھانے اور اپنے اکابرین کے قتل ہونے اور گڑھوں میں ڈالے جانے کے ذلت آمیز واقعات کا ذکر آ گیا۔صفوان نے کہا ان کے مرنے کے بعد میری زندگی وبالِ جان بن گئی ہے زندگی میں اب مزہ نہیں رہا۔عمیر نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا میری حالت بھی یہی ہے جی چاہتا ہے کہ مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کو (معاذ اللہ) قتل کر کے دل کا غبار نکال لوں کیونکہ وہ مدینہ کے کوچہ و بازار میں عام پھرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے ہیں۔ان مرنے والوں کے علاوہ میرا بیٹا بھی تو ابھی تک انہی کے پاس قید ہے چنانچہ یہ بہانہ میرے بیٹے کی اس اسارت کے باعث کافی تھا لیکن کیا کروں مجبوری ہے کہ لوگوں کا مقروض ہوں میرے اہل وعیال کو سنبھالنے والا کوئی نہیں۔ میرے بعد وہ سب برباد ہو جائیں گے۔

صفوان نے یہ سب کچھ سننے کے بعد عمیر کو مزید اشتعال دلایا اور کہا کہ میں تمہارے اہل وعیال کی پرورش اور قرض

کی ادائیگی اپنے ذمہ لیتا ہوں اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ الغرض جب دونوں اس سازش پر متفق ہو گئے تو ایک دوسرے سے قسمیں لیں کہ بات راز ہی میں رہے تاکہ کام خاموشی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے۔ چنانچہ صفوان نے تلوار تیز کر کے اُسے زہر میں بجھایا اور وصیت کی کہ یہ راز سربستہ ہی رہے (کسی پر نہ کھلے) اس وصیت کے بعد عمیر مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب عمیر مدینہ منورہ پہنچا تو مسجد نبوی کے دروازہ پر آ بیٹھا چاک و چوبند ہو کر تلوار ہاتھ میں لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند احباب کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ اُن کی نگاہ دوررس نے اُسے تاڑ لیا اور للکار کر کہا اس کتے کو پکڑو یہ خدا اور رسول ﷺ کا دشمن ہے میدانِ بدر میں اپنی قوم کو اُبھار رہا تھا اور قلتِ تعداد کی خبریں نشر کرتا تھا چنانچہ اُسے پکڑ لیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پیش کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تلوار کو ایک ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور لا کر حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا ساتھ انصار نوجوانوں کو اس کی کڑی نگرانی کی ہدایت کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو اور آگے آنے دو۔ قریب آ کر عمیر نے "انعموا صباحا" کہا (یعنی خدا کی نعمتوں میں صبح کرو) جو جاہلیت کا سلام تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے سلام سے بہت بہتر سلام عطا فرمایا ہے جو اہلِ جنت کا سلام ہے۔

السلام علیکم، پھر پوچھا بتاؤ مدینہ میں کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میرا بیٹا میں ہے اس کی رہائی کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا پھر یہ تلوار کیوں لٹکائے ہوئے ہو؟ کہنے لگا ہماری تلواریں تو اسی دن ٹوٹ گئی تھیں جب ہمیں شکست ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا عمیر سچ سچ بتا دو کہ تم کس غرض سے آئے ہو؟ اس نے پھر وہی بات دہرائی کہ محض اسی غرض سے آیا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عمیر کیا تم صفوان بن امیہ کے ساتھ مقامِ حجر کے پاس بیٹھ کر اپنے اکابرین کے قتل ہونے اور مقتولوں کے گڑھے میں ڈالے جانے کا تذکرہ نہیں کر رہے تھے؟ اور جب صفوان نے تمہارے قرض اور اہل و عیال کی دیکھ بھال کا عہد کیا تو کیا تم قتلِ محمد (ﷺ) کے لئے تیار نہیں ہوئے تھے؟ تم تو اسی کام کے لئے آئے تھے مگر اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو گیا۔ اتنا سننا تھا کہ عمیر بول اُٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ہم اپنی جہالت کے باعث آپ سے روگردانی کرتے رہے لیکن اس وقت آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہو گئی کیونکہ اس راز کو میرے اور صفوان کے سوا کوئی نہیں جانتا خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس بہانہ اسلام کی راہ سمجھائی۔ (شواہد النبوۃ صفحہ

۲۹اور دیگر کتب سیر ومغازی)

حضرت قباث کتانی رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت قباث بن الیشم الکتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میدانِ بدر میں میں مشرکین مکہ کی طرف تھا۔ ابھی تک میری نظروں کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور کفار کے پیادہ اور سواروں کی کثرت پھر رہی ہے مگر بایں ہمہ جب ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تو میں بھی بھا گا شکست خوردہ مشرکین ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے میں نے اپنے آپ سے کہا

مارایت مثل هذا الامر فرمنه النساء

یعنی ایسا واقعہ میں نے کبھی نہیں دیکھا جس میں عورتوں کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

جب میں مکہ پہنچا اور کچھ عرصہ قیام کیا تو اسلام کا تصور میرے ذہن میں جاگزیں ہونے لگا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مدینہ جا کر دیکھوں تو سہی کہ حضور اکرم ﷺ کیا کہتے ہیں؟ مدینہ پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد کے زیر سایہ صحابیوں کے ساتھ بیٹھے ہیں میں بھی وہاں چلا گیا لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے قباث! تم ہی تھے نا جس نے میدانِ بدر میں "مارایت مثل هذا الامر فرمنه النساء" کہا۔ میں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ یہ جملہ میں نے دوسروں کے سامنے نہیں کہا تھا یہ بات محض مجھی تک محدود تھی۔ اگر آپ رسولِ خدا نہ ہوتے تو آپ کو قطعاً خبر نہ ہوتی اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں بیعت کروں میں اس کے بعد مسلمان ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۱۳۱)

اُلٹی گنگا

وہ وقت تھا کہ کافر سرورِ عالم ﷺ کے علم غیب کو دیکھ کر دولت ایمان سے مالا مال ہوتا تھا اور کچھ وہ ہیں جو ایمان کا دعویٰ کر کے بھی حضور کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں بلکہ ماننے والوں کو کافر کو مشرک کہتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حل لغات

فدا، قربان۔ جی بھرا، سیر ہوا۔ کروڑوں، کروڑ کی جمع، سو لاکھ یہاں ان گنت مراد ہے۔

شرح

اے حبیب خداﷺ آپ کے نام پر میری جان قربان نہ صرف ایک جان بلکہ دونوں جہاں قربان لیکن سچ پوچھئے تو میرا دل اس سے بھی سیر نہیں ہوا لیکن کیا کروں اور جہاں ہیں نہیں ورنہ آپ پر ان گنت جہاں قربان کئے جائیں تب بھی ہمارا دل چاہتا ہے نہ جہاں ختم ہونے کو آئیں نہ ہم آپ کے نام پر جانوں کا نذرانہ بند کریں۔

عاشق حبیب ربانی ﷺ کی نشانی

غزوۂ تبوک میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس جانثاری اور قربانی کا ثبوت دیا ہے دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپ نے اپنے گھر کا رتی رتی مال راہ خدا میں قربان کردیا۔

جب آپ سے رسول اللہﷺ نے دریافت فرمایا کہ صدیق کچھ گھر میں باقی بھی چھوڑا ہے یا نہیں؟

تو آپ نے یہی جواب دیا کہ خدا اور خدا کے رسول کے سوا اور کچھ باقی نہیں چھوڑا۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس　　　صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
کہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرِ چماں نہیں

حل لغات

قد (عربی) جسم کی لمبائی ۔ نادر (عربی) قلیل، کنبہ، تحفہ۔ دہر (عربی) زمانہ، وقت ۔ پودوں، پودائی جمع ہے (اردو) نیا پیڑ، بوٹا۔ ڈالیاں، ڈالی کی جمع (اردو) ٹہنی، وہ ٹوکری جس میں پھول وغیرہ سجا کر حکام کو نذر کرتے ہیں۔ چمن (فارسی) سبز کیا چھوٹا سا باغ۔ چماں (فارسی) انداز سے چلنا۔

شرح

اے حبیب خداﷺ آپ کا قد مبارک زمانہ بھر میں ایک عجیب تحفہ ہے اس کی کوئی مثل ہو تو مثال دی جائے۔

قد مبارک کے اوصاف

حضور اکرمﷺ نہ بہت دراز تھے نہ کوتاہ قد بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ بہت دراز قد نہ تھے اور مائل بہ درازی ہونے کے سبب اوسط قد سے زیادہ تھے مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے بلند و سرفراز ہوتے۔ حقیقت میں آپ کا معجزہ تھا کہ جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل

بہ درازی ہوتے اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے تا کہ باطن کی طرح ظاہر وصورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ خالق ارض وسما عزوجل وعلانے آپ کو اس حسن تناسب سے نوازا کہ دیکھنے والا جس زاویئے اور پہلو سے بھی دیکھتا اسے کوئی عیب یا سقم دکھائی نہ دیتا اسی لئے بڑے سے بڑا طویل القامۃ آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا یا ساتھ چلتا یا بیٹھتا تو وہ آپ سے قد و قامت میں چھوٹا نظر آتا اور کمال یہ کہ آپ کے اصلی قد و قامت میں بھی فرق نہ پڑتا۔

درسِ عبرت

اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا کہ کوئی کہہ سکے کہ فلاں حضور اکرم ﷺ سے بڑا ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اعلیٰ امر میں آپ کو جملہ مخلوق سے اکبر بنایا۔ امورِ حسیہ ہو یا معنویہ

جس طرح آپ کی ذات کی کنہ میں ادراک عاجز ہے ایسے ہی آپ کے ظاہری معاملات میں بھی ادراک کو عجز کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

بہر حال آپ سرِ اقدس تا قدمِ مبارک حسنِ مجسم تھے یہ سمجھنا ناممکن ہے کہ بتایا جا سکے کہ جسمِ اطہر کے صوری محاسن کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن رفعتوں کو چھو رہا ہے۔

صحابہ کرام کے بیانات

سیدہ صدیقہ بنت صدیق یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ درمیانہ قد تھے نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد تھے (آپ کا یہ معجزہ تھا) جب دراز قد آپ کے ساتھ چلتے تو ان سے آپ اونچے نظر آتے ان کے جدا ہونے کے بعد آپ درمیانہ قد نظر آتے تھے۔ (بیہقی وابن عساکر)

ابن سبع نے خصائص میں لکھا کہ سرورِ عالم ﷺ مجلس میں سب سے اونچے اور نمایاں نظر آتے تھے جمیع اہل مجلس آپ کے دوش مبارک تک ہوتے تھے۔

كان رسول الله ﷺ احسن الناس قواماً واحسن الناس وجها. (ابن عساکر)

محبوبِ خدا ﷺ قامت زیبا اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ قدِ انور بیان کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ معتدل الخلق بادن متاسل اطول امر بوع واقصر من امتذب. (شمائل ترمذی)

آپ کا تمام جسم نہایت ہی معتدل تھا، تمام اعضاء کامل تھے، گوشت سے پُر ہونے کے باوجود ان میں ڈھیلا پن نہ تھا، قدِ انور اعتدال کے ساتھ دراز تھا نہ ہی پست تھا اور نہ زیادہ دبلا پتلا۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ لیس بالقصیر ولا بالطویل

حضور اکرم ﷺ کا قدِ رعنا انتہائی دراز تھا اور نہ ہی کوتاہ (یعنی انتہائی موزوں ومناسب تھا)

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

انہ سمع انس بن مالک ینعت رسول اللہ ﷺ کان ربعۃ من القوم لیس بالطویل البائن ولا القصیر

میں نے حضرت انس بن مالک کو رسول اللہ ﷺ کی نعت ان الفاظ میں کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ زیادہ دراز اور کوتاہ قد نہ تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لم یکن بالطویل الممغط ولا بالقصیر المتردد وکان ربعۃ من القوم

آپ نہ انتہائی بلند قامت تھے اور نہ ہی بالکل کوتاہ بلکہ آپ ﷺ کا قدِ انور مناسب تھا۔

حضرت ابوالطفیل عامر واثلہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے اعتدالِ خلقت کے بارے میں کہتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ مقصدا — آپ ﷺ کا قدِ انور معتدل تھا

لغت میں مقصد کا معنی یوں بیان ہوا ہے

لیس بطویل ولا تقصیر ولا جسیم

ایسے جسم کو مقصد کہتے ہیں جو قد میں نہ لمبا ہو نہ پست اور نہ ہی اس میں موٹاپا ہو۔

سفرِ ہجرت میں آپ کی زیارت سے مشرف ہونے والی خاتون اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کے قدِ انور کا حسن بیان کیا اور ساتھ ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عامر بن فہیرہ سے تقابل بھی کیا ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ رابعۃ لا تشنوہ من طول ولا تقتحمہ عین من قصر غصن بین غصنین فھو انضر الثلاثۃ مظرا وانحسھم قدا

آپ ﷺ کا مبارک قد نہایت خوبصورت میانہ تھا ایسی طوالت کہ دیکھنے والا ناپسند کرے اور نہ ایسا پست کہ حقیر نظر آئے بلکہ دو شاخوں نے درمیان تروتازہ شاخ کی مانند تھا اوران تینوں میں زیادہ حسین نظر آرہا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محبوبِ خدا ﷺ کے قد زیبا کی جمال آفرینی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نہ ہی زیادہ دراز قد تھے اور نہ ہی کوتاہ قد بلکہ آپ کا قد مبارک میانہ تھا جب کسی طویل القامت کے ساتھ مل کر چلتے تو اس سے بلند نظر آتے۔

ولم یکن یماشیہ احد من الناس ینسب الی الطول الاطالہٖ رسول اللہ ﷺ لر بما اکتفہ الرجلان الطویلان فیطولھما رسول اللہ ﷺ فاذا فارقاہ نسب رسول اللہ ﷺ الی الربعۃ

اور بسا اوقات دو بلند قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو ان سے بلندتر نظر آتے لیکن (دیکھنے والا حیران رہ جاتا) جب وہ جدا ہوتے تو وہ دراز قد اور آپ ﷺ کا قد انور میانہ دکھائی دیتا یعنی دوسروں کے مقابلے میں بلند دکھائی دیتے مگر تنہا معتدل اور میانہ قد تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خصوصیت کو یوں بیان کیا ہے

ماشی رسول اللہ ﷺ احدا لا طالہ — آپ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت دکھائی دیتے تھے۔

امام ابن سبع اور رزین رحمہما اللہ تعالیٰ نے سرورِ دو عالم ﷺ کے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ

انہ کان اذا جلس یکون کتفیہ اعلیٰ من جمیع الجالسین. (زرقانی جلد ۴ صفحہ ۳۰۰)

جب آپ لوگوں میں بیٹھتے تو آپ کا کندھا سب سے اونچا ہوتا۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ فرمایا تو آپ خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور اپنے دوش مبارک پر مجھے چڑھا کر حکم فرمایا ان بتوں کو منہدم کرو۔ میں نے بت گرانے شروع کر دیئے مجھے جتنا اونچا ہونے کی ضرورت ہوتی میں اتنا ہی اونچا ہو جاتا یہاں تک کہ کعبہ کی چھت تک پہنچ گیا بخدا اگر میں آسمان تک بلند ہونا چاہتا تو آپ مجھ کو اتنا اونچا بھی کر دیتے۔ آپ نے فرمایا قریش کے تانبے والے بڑے بت کو جو لوہے کی میخوں سے نصب ہے گرا دو میں نے اس کو ہلانا شروع کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھنی شروع کر دی

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۱)

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

یہاں تک کہ وہ بت اُکھڑ گیا میں نے اس کوز مین پر پٹخ دیا وہ پاش پاش ہو گیا۔(مدارج وانوارِ محمدیہ)

انتباہ

فقیر نے قد زیبا کے ظاہر اوصاف بیان کئے ورنہ باطنی اوصاف اس سے کہیں اور زیادہ ہیں مثلاً جسمانی طاقت و قوت۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی شخص کو بہادر و دلیر نہیں دیکھا اور حضرت حارث بن ابی اسامہ نے مجاہد سے روایت کیا اللہ قادر وقیوم نے رسول اللہ ﷺ کو چالیس جنتیوں کی طاقت عطا فرمائی تھی۔(حجۃ اللہ علی العالمین)

وصف ۲

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جسمِ اطہر یعنی قد زیبا سے پیدائشی طور پر زندگی بھر خوشبو مہکتی تھی جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ ''خوشبوئے رسول'' میں لکھ دی ہے۔ یہاں ایک حوالہ ملاحظہ ہو

ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ جب دولت کدہ سے مسجد میں رات کو تشریف لاتے تو آپ کی تشریف آوری کا علم خوشبو سے ہو جاتا تھا۔

وصف ۳

بعد وصال جسم اطہر یعنی قد رعنا کو مٹی نہیں کھائیگی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو جمعہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے اسی دن جمعہ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن رحلت فرمائی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، قیامت قائم ہوگی اے لوگوں جمعہ کے دن مجھ پر درود وسلام کثرت سے پڑھا کرو تمہارا درود وسلام میرے ہاں پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور آپ کے بعد وصال قبر کی مٹی آپ کے جسم مبارک کو بوسیدہ کر دے گی تو ہمارا درود وسلام آپ کی خدمت میں کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسم کوز مین پر حرام کر دیا ہے وہ ان کو نہیں کھاتی۔(نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

فائدہ

اگر چہ وصف دیگر انبیاء بلکہ اولیاء صلحاء میں بھی ہے لیکن انہیں بھی یہ وصف ہمارے نبی پاک ﷺ کے طفیل نصیب ہوا۔

وصف ٤

دشمنوں کو قد زیبا نظر نہ آتا جب وہ اذیت دینے کے ارادہ میں ہوتے حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ جب سورۃ "تَبَّتۡ یَدَآ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ" نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی گالیاں بکتی خنجر لے کر آپ کو تلاش کرتی کعبہ میں آئی آپ اُس وقت کعبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف فرماتھے۔ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس حالت میں دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ آپ کی طرف آرہی ہے مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی آپ نے ارشاد فرمایا وہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتی اور تلاوتِ قرآن شروع کر دی ۔وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی اس نے آپ کو نہیں دیکھا اور بولی اے ابو بکر مجھے معلوم ہوا ہے تمہارے صاحب نے میری ہجو (توہین) کی ہے وہ اب کہاں ہے۔ابو بکر صدیق نے فرمایا اس گھر کے رب کی قسم بخدا میرے آقا شاعر نہیں ہیں وہ شعر نہیں کہتے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے معلوم کرو کیا تو میرے پاس کسی کو دیکھتی ہے اس نے کہا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے تیرے پاس تو اور کوئی نظر نہیں آتا اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا اللہ نے اس کے اور میرے درمیان پردہ کر دیا تھا وہ مجھ کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔(ابو نعیم)

وصف ہ

سایہ ندارد، ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ کے جسم بے سایہ کا سایہ چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا۔

ابن سبع نے خصائص النبی میں تحریر کیا ہے رسول اللہ ﷺ نورِ مجسم تھے۔آپ کا سایہ دھوپ یا چاندنی میں نظر نہیں آتا تھا۔آپ اکثر یہ دعا پڑھتے تھے "اے اللہ تو مجھے نور بنا دے"

مزید تحقیق شرح ہذا کے علاوہ تصانیف اہل سنت کا مطالعہ کیجئے۔

قد زیبا کے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ نے حدائق بخشش شریف میں دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے

سر تا بقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول ‎ ‎ ‎ ‎ لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

سرو نازِ قدم مغز رازِ حکم ‎ ‎ ‎ ‎ یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

قد بے سایہ کے سایۂ مرحمت ‎ ‎ ‎ ‎ ظلِ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں ‎ ‎ ‎ ‎ اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

حل لغات

گلوں، گلی کی جمع۔ ڈھیر (اردو) تودہ، انبار۔

خلاصہ

حضور سرورِ عالم ﷺ جیسا اور کوئی دوسرا نہ ہے نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا اور نہ ہوسکتا ہے۔ ایسے بے مثل محبوب ﷺ کے مقابلہ میں کتنا ہی بے شمار حسین پیش ہوں تب بھی ان جیسے کہاں۔

عارضی بشریت

منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ حضور سرورِ عالم ﷺ کی بشریت (ظاہری صورت) سے دھوکہ کھا بیٹھے حالانکہ محققین کا فیصلہ ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی بشریت عارض ہے۔ حضرت امام اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ نے لکھا کہ امام واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اخبر اللہ بھذا الایۃ ان البشریۃ فی نبیہ عارضیۃ واضافیۃ لا حقیقۃ. (روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بشریت عارضی و اضافی ہے حقیقی نہیں۔

نبوی صورتیں

یہی امام حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ رکن الدولہ سمنانی قدس سرہ "کھیعص" کی تفسیر میں لکھتے ہیں

حضرت رسالت پناہ ﷺ راسہ صورت است یکے بشری "اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" دوم صورت ملکی چنانچہ فرمودہ "لست کاحد کم ابیت عند ربی" سوم صورت حقی کما قال لی

حدیث شریف

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی. (مطالع المسرات)

اے ابوبکر مجھے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

ممتنع النظیر

اس لئے ہم کہتے ہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا

حضور سرورِ عالم ﷺ نائب خدا و خلیفہ حق مقامِ قاب و قوسین تک جس کی رسائی ہے حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر جو عین ذات کا مشاہدہ کرتے ہیں پھر کہاں ان جیسا۔ مولانا فرماتے ہیں

اے ہزاراں جبریل اندر بشر　　　بھر حق سوئے غریباں یک نظر

اے وہ ذاتِ مقدس جس کے اندر ہزاروں جبریل چھپے ہوئے ہیں خدا کے لئے ہم پر بھی کرم فرمایئے۔

فائدہ

عارف رومی کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ہزاروں جبریل بھی حضور کی بشریت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور حضور کی بشریت ہزار ہا جبرئیل سے افضل و اعلیٰ، اکمل و اولیٰ ہے۔

منکرین عظمت رسول اگر ایمان کی نظر سے دیکھیں اور تعصب و ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ دیں تو ایک ادنیٰ سی فکر سے انہیں معلوم ہو گا کہ حضور اکرم ﷺ عبادات، معاملات، احکامات اور اپنے جسم مبارک کی خصوصیات کے لحاظ سے کسی بات میں بھی ہم جیسے نہیں ہیں۔ آپ کے اعضاء مبارک کی خصوصیات و معجزات، فضائل و مناقب اور آپ کے سراپائے اقدس کا نقشہ ہے جو اہل محبت کے ایمان کی تازگی کا سبب ہے اور منکرین عظمت رسول ﷺ کے اتمامِ حجت ہے اور انہیں دعوت ہے کہ وہ سراپا مبارک کا مطالعہ کر کے حق کو قبول کریں۔

کروں مدحِ اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ نان نہیں

حل لغات

مدح، تعریف۔ دول، بستہ حرکات دال و فتح واو جمع دولت (غیاث) بلا، مصیبت، دکھ اور چڑیل، بھوتنی۔

شانِ درود

بعض حضرات نے فرمائش کر ڈالی کہ نواب ناپارہ ایسے ایسے اوصافِ حسنہ کا حامل ہے آپ بھی اس کی کوئی منقبت لکھ ڈالیں اور وہ اہلِ سخن کو داد و دہش سے نوازتا ہے آپ کو بھی کچھ نواز دے گا جواباً امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی نعت لکھی جس کے مصطفیٰ نہیں نان پارہ کو الٹ کر باندھا۔ (معارفِ رضا، کراچی شمارہ ۱۰، صفحہ ۱۵۵)

استغناء

اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استغناء کا ثبوت دیا ہے اور یہی طریقہ صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء و مشائخ اور علمائے ربانیین کا ہے۔

نعت شریف

رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

رُخ (بالضم فارسی مذکر) چہرہ، رخسار۔ سما (عربی، مذکر) آسمان، فلک۔

شرح

چہرۂ اقدس دن ہے یا آسمانی آفتاب ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ ہے نہ وہ بلکہ ان دونوں سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ شب زلف ہے یا ختا کی مشک لیکن یہ خیال غلط ہے نہ وہ ہے نہ یہ۔

رُخ پاک

چہرۂ اقدس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔
حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ربیع بنت معوذ سے عرض کیا حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیجئے کہ جناب کیسے تھے؟

قالت یا بنی لو رایته رایت الشمس طالعة

فرمایا اے بیٹا! اگر تو اُن کے جمالِ جہاں آراء کو دیکھتا تو دیکھتے ہی پکار اُٹھتا کہ (اُفق سے) آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔
ایک ہمدانی عورت آفتابِ رسالت کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرتی ہے جب وہ اپنے وطن مالوف کو واپس لوٹی تو ابو اسحاق نے اس عورت سے حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک پوچھا

قالت کالقمر لیلة البدر ار قبله ولا بعده مثله. (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۶۱)

کہا چودھویں رات کے چاند تھے میں نے اُن سے پہلے نہ ان کے بعد کسی کو اُن کی مثل حسین و جمیل دیکھا۔

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کان وجه رسول اللہ ﷺ کذائرة القمر.

(مواہب اللدنیہ جلد۴ صفحہ ۷۷)

حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں میرے حبیب ﷺ کا چہرۂ انور بدرِ کامل کی مانند تھا یعنی نورانیت میں بدرجہ غایت واتم تھا۔

نہایہ ابن اثیر، مواہب، زرقانی جلد۴ صفحہ ۷۹ میں ہے

انه علیه الصلوٰة والسلام فکان وجهه المراة یبصر شخص الجدر فی وجهه ﷺ

بیشک نبی کریم ﷺ کا چہرۂ انور آئینہ کی مانند تھا دیواروں کا عکس روئے انور میں نظر آتا ہے۔

جمع الرسائل بشرح الشمائل جلد۲ صفحہ ۱۴ میں ملا علی قاری محدث فرماتے ہیں

فکان وجهه ﷺ وجهه المراة و کان الجدر تلاحک وجهه والمعنی ان جدر البیت تری فی وجهه ﷺ کما تری فی المراة لو ضاء ته

حضور اکرم ﷺ کا رُخِ زیبا تابندگی درخشانی میں صفاف وشفاف آئینہ کی مانند تھا۔ دیواروں کا عکس آپ کے چہرۂ انور میں یوں نظر آتا تھا جیسے آئینہ میں نظر آتا تھا۔

اور علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں

کان النبی ﷺ یضیئی البیت المظلم من نورہٖ . (نسیم الریاض جلد۳ صفحہ ۲۷۵)

نبی کریم ﷺ اندھیرے گھر کے اپنے نورانی چہرے سے روشن کر دیتے تھے۔ (مطالع المسرات صفحہ ۱۰)

دربارِ رسالت کے شاعر حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا

نورا اضاء له علی البریة کلها　　من یهد للنور المبارک یهتدی

آپ کے نور نے تمام کائنات کو روشن کر دیا جو اس نور سے مستیز ہوا وہی ہدایت یافتہ ہوا۔

ایسی جبیں کہ نور کا دریا کہیں اسے　　ایسی جبیں کہ صبحِ تمنا کہیں اسے
ایسی جبیں کہ نورِ تجلی کہیں اسے　　دیکھیں کہیں تو عرشِ معلی کہیں اسے
پھر اس پہ ابروؤں کے جو قوسین مل گئے　　معراجِ نور ہو گئی کونین مل گئے

یہی سیدنا حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں

متی یبدفی اللیل البهیم جبینه　　یلوح مثل مصباح الدجی المتوقد

جب آپ کی جبین اقدس اندھیری رات میں ظاہر ہوتی ہے تو اندھیری رات میں روشن چراغ کی طرح چمکتی ہے۔

گیسوئے معنبر

جس کی خود اللہ تعالیٰ اپنے سچے کلام میں قسم یاد فرمائے "وَ الَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی" تو اس پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ تبرکاً چند حوالے ملاحظہ ہوں

بال مبارک بطورِ تبرک تقسیم

بموقعہ حجۃ الوداع حضور اکرم ﷺ قربانی کرکے اپنے مکان میں تشریف لائے

ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الايمن وحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصارى فاعطاه ثم ناول الشق الا يسر فقال احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة فقال اقسمه بين الناس . (بخاری و مسلم و مشکوۃ صفحہ ۲۳۲)

پھر آپ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے داہنی طرف کے بال مبارک منڈوائے اور ابوطلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے پھر آپ نے اپنے بائیں طرف کے بال منڈوائے اور وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت کئے اور فرمایا کہ ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

درسِ عبرت

نبی پاک ﷺ نے اپنے گیسو پاک تقسیم کرنے کا حکم فرمایا اسی لئے تا کہ امت کو ان کے برکات نصیب ہوں اور فقیر پہلے عرض کر چکا ہے کہ آپ کے بال تمام لوگوں سے زیادہ تھے یعنی آپ کے بال ہزاروں کی تعداد میں تھے وہ تمام صحابہ کرام میں تقسیم ہو گئے۔ ان سے صحابہ کرام نے دینی دنیوی فوائد حاصل کئے یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات سرکارِ دو عالم ﷺ کے بالِ اقدس کی مرہونِ منت ہیں جیسا کہ گذرا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد امت میں جہاں بال اقدس پائے گئے ہزاروں بیماروں کی شفاء و دیگر منافع امت کو نصیب ہوئے اسے ہم تبرکات سے تعبیر کرتے ہیں اور صحابہ کرام بلکہ خود حضور اکرم ﷺ کی نظروں میں ایک بال دنیا و مافیہا سے عظیم تر ہے اور اس کی بے ادبی کفر اور بے دینی ہے چنانچہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں

سمعت رسول الله ﷺ وهو اخذ شعرة يقول من اذى شعرة من شعرى فالجنة عليه حرام

(جامع صغیر صفحہ ۴۵، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ اپنا ایک موئے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے فرما رہے تھے کہ جس نے میرے

ایک بال کو بھی اذیت دی تو اس پر جنت حرام ہے۔

فائدہ

اذیت سے بے ادبی و گستاخی مراد ہے اس سے وہ بے ادب و گستاخ غور کریں جو حضور اکرم ﷺ کو ہر معاملہ میں گھٹانے کے درپے ہیں جب حضور اکرم ﷺ اپنے ایک بال مبارک کی بے ادبی و گستاخی سے جنت حرام فرما رہے ہیں تو پھر اس کا کیا حشر ہوگا جو ذاتِ اقدس پر حملہ کرتا ہے۔

بال مبارک سے شفاء

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی کیونکہ ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک تھا

فاخرجت من شعر رسول اللہ ﷺ وکانت تمسلہ فی جلجل من فضة فخضخضتہ لہ فشربات منہ. (بخاری، مشکوۃ صفحہ ۳۹۱)

تو وہ رسول اللہ ﷺ کے اس بال کو نکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلا کر دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اس کو شفا ہو جاتی۔

فائدہ

غور فرمائیے کہ صحابہ کرام اور امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدہ پر بال مبارک میں قدرت نے کتنی برکات رکھی تھیں کہ ہر بیماری کی شفاء اسی بال سے نصیب ہو رہی ہے۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شرح

ناممکن میں یہ قدرت کہاں اور واجب میں عبدیت ہم حیران ہیں اور یہ بھی خطا ہے کیونکہ آپ یہ بھی نہیں اور وہ بھی نہیں۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کی حکومت و سلطنت اور آپ کا تصرف اور اختیار کچھ اس قدر وسیع ہے کہ چشمِ فلک نے مخلوق میں اتنا بڑا اختیار و تصرف اور اتنی بڑی ہر جہاں گیر حکومت کبھی دیکھی۔ زمین و آسمان، برگ و شجر، شمس و قمر، بحر و بر غرضیکہ کون و مکان کا ہر ذرہ اس سلطانِ ذی جاہ کے اختیار و تصرف میں ہے اس تاجدارِ ذی وقار کا ہر شے پر حکم و فرمان جاری ہے۔

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

ادھر زمین والے اگر حضور کے مطیع و فرمانبردار ہیں تو ادھر آسمان والے بھی حضور کے ہر اشارہ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ زمین پر اگر پتھر کلمہ پڑھ رہے ہیں، درخت بلانے پر چلے آ رہے ہیں، اونٹ فریادرسی کے لئے حاضر ہو رہے ہیں اور جانور سجدہ کر رہے ہیں تو آسمان پر سورج حکم پا کر اُلٹے قدم لوٹ رہا ہے، چاند اشارہ پاتے ہیں ٹکڑے ہو رہا ہے، شبِ معراج ہر آسمان کے دروازے کھل رہے ہیں اور ملائکہ صف بہ صف تعظیم و استقبال کے لئے چشم براہ ہیں۔ گویا

تخت ہے ان کا تاج ہے ان کا دونوں جہاں میں راج ہے ان کا

خدا کے بعد اتنی بڑی بڑائی صرف حضور اکرم ہی کو حاصل ہے اور آپ سے کوئی بڑا نہیں

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جیسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

باوجود اتنی بڑی بڑائی کے حضور کا سرِ اقدس اپنے بڑائی دینے والے مالک کی بارگاہ میں جھکا رہا اور آپ نے باوجود تملیک حق مالکِ جنت ہونے کے خدا کی اس قدر عبادت فرمائی کہ کمالِ عبادت کا ظہور آپ ہی کی ذاتِ بابرکات سے ہوا اور اس وصفِ خاص سے بھی محبوب کو موصوف فرما کر خدا نے "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" نوازا اور کہیں "مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا" اور کہیں "نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ" فرما کر آپ کی عبدیت کاملہ کا اعلان فرما دیا اور یہ واقعہ ہے کہ جس طرح معبودِ حقیقی اپنی الوہیت میں وحدہ لاشریک ہے اور اس کا کوئی شریک و ثانی نہیں اسی طرح آپ عبد کامل ہونے میں (حضور ﷺ) بھی بے مثال و باکمال ہیں اور ان کا کوئی ثانی و مثل نہیں۔

تیرے پایہ کا نہ پایا تجھے یکنے یک بنایا

مذکورہ بالا مضمون سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو وہ خداداد قوت و قدرت حاصل ہے کہ چاہیں تو پتھروں سے کلمہ پڑھوا لیں، چاہیں تو غروب شدہ سورج کو لوٹا لیں اور چاند کے ٹکڑے کر ڈالیں۔ دوسرے یہ کہ آپ نے جس قدر عظمت و رفعت پائی اُسی قدر آپ نے خدا کی عبادت کر کے دکھائی گویا حضور اکرم ﷺ قدرت

وعبدیت ان دونوں صفتوں سے موصوف ہیں۔

اس کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز عالمِ ممکنات میں شمار کی جاتی ہے صرف ایک خدا کی ہستی ہے جو واجب الوجود ہے اور خدا کے سوا ہر چیز پر لفظِ ممکن صادق آتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے شعر میں ''ممکن'' سے مراد ماوشما عوام الناس ہیں اور واجب سے مراد خدا کی ذات ہے۔

اب سنئے! اعلیٰ حضرت نے اپنے اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کی حیثیت مقدسہ کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کیا ہے اور انہیں کیا سمجھا جائے؟ سو اس باب میں دو صورتیں ظاہر ہیں کہ یا تو آپ کو گستاخانِ رسالت کی طرح اپنی مثل بشر کہا جائے اور یا خدا کہہ کر ارتکابِ شرک کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت نے ان دونوں صورتوں کا بلیغ و با دلیل رد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے

ممکن میں یہ قدرت کہاں؟

اگر انہیں ممکن یعنی عام انسانوں کی طرح سمجھا جائے تو پھر ایک عام انسان میں یہ طاقت وقدرت کہاں ہے کہ وہ چاہے تو درختوں کو بلالے، پتھروں سے کلمہ پڑھوالے، سورج کو لوٹا لے اور ایک انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کردے، کبھی پانچوں انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادے۔ یہ قدرت ماوشما میں ہرگز نہیں ہے لیکن حضور میں یقیناً ہے

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک   اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

جب یہ قدرت حضور میں ہے تو پھر آپ ہماری مثل میں بھی یقیناً نہیں ہیں کہ ہم جو ممکن ہیں ہم میں یہ قدرت کہاں ہے تو پھر حضور کیا ہیں؟ کیا خدا ہیں؟ معاذ اللہ یہ بھی نہیں اس لئے کہ

واجب میں عبدیت کہاں؟

اگر آپ کو واجب یعنی خدا مانا جائے تو پھر خدا میں یہ عبدیت کہاں ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کرے، اُسے سجدے کرے اور اپنی عبدیت کا اظہار کرے یہ چیز تو شایانِ شان حضور ہے اور آپ ہی نے عبدیت کاملہ کا اظہار فرمایا اور واجب الوجود میں تو عبدیت نہیں اس لئے کہ وہ معبود ہے، مسجود ہے، عابد و ساجد نہیں ہے۔

لہٰذا یہ دونوں صورتیں ممکن و واجب کی بیان کرکے اعلیٰ حضرت حیرانی کا اظہار فرماتے ہیں

حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا   یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یعنی ممکن بھی نہیں اور واجب بھی نہیں پھر حضور کیا ہیں؟ چنانچہ اس شعر کے ساتھ ہی آگے فرمایا

حق یہ کہ ہیں عبداللہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

برزخ (عربی) درمیانی درجہ۔ سر بکسر السین وراء مشددہ بمعنی راز اس کی جمع اسرار ہے۔ عربی کا مقولہ ہے ''صدور الاحرار قبور الاسرار'' (نیکوں) کے سینے بھیدوں کے لئے قبریں ہیں۔ عربی لوگ کہتے ہیں ''رجل سری'' کاموں کو خفیہ طریق سے کرنے والا مرد اور کہتے ہیں ''فلان سر ھذا الامر'' فلاں اس معاملہ سے واقف ہے۔

شرح

حق تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ساری کائنات کے بادشاہ ہیں خالق اور مخلوق کے درمیان ایک امر فاصل میں ''ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل'' کے مطابق ایک ہاتھ آپ کا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا مخلوق کے ہاتھ میں ادھر خدا سے لیتے ہیں ادھر خدائی میں بانٹتے ہیں آپ نہ تو خدا ہیں نہ ہی اس سے جدا ہیں۔ خدا کی مخلوق میں مگر ساری مخلوق سے ممتاز اور ساری مخلوق کے حکم و سلطان، آپ کی رفعت و عظمت اور آپ کی حیثیت مقدسہ کو اللہ ہی جانے آپ ایک رازِ خدا ہیں

یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یعنی

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو　　　اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیئے کیا ہو

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے خود فرمایا کہ

لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربی　　　مجھے حقیقۃً میرا اللہ ہی جانتا ہے۔

ہم تو محبوبِ کبریا، سلطان دوسرا، سرورِ انبیا ﷺ کے لئے مختصر الفاظ میں یہی سکتے ہیں جو اعلیٰ حضرت نے ہی دوسری جگہ لکھا ہے کہ

بس رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا　　　خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

شعر سابق اور شعر ہذا میں وحدۃ الوجود کا خوب حل فرمایا ہے۔

وحدۃ الوجود

صوفیۂ کرام اور اہل عرفان ''لا موجود الا اللہ'' کے قائل ہوتے ہیں ان کی نظر میں خدا کے ماسوا سب معدوم ہیں موجود وہی ذاتِ احد ہے اہلِ ظاہر نے ہمیشہ یہی کہا یہ معنی عقولِ متوسطہ کی دنیا سے ماورا ہے اور عقلاً اس کا ادراک ہونا ممکن نہیں لیکن علامہ فضل حق خیر آبادی غالباً وہ پہلے عالم ہیں جنھوں نے اپنے رسالہ ''الروض المجود فی وحدۃ الوجود'' میں اس مسئلہ کی حقانیت پر دلیل عقلی قائم کی اور فرمایا یہ دلائل عقولِ متوسطہ ہی کی دنیا میں ہیں جنہیں کوئی فلسفی رد کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

پورا رسالہ قابلِ دید ہے ترجمہ کے ساتھ مکتبہ قادریہ لاہور سے دوسری بار شائع ہو چکا ہے۔علامہ نے اپنے حاشیۂ قاضی مبارک میں بھی جا بجا اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور بہت کچھ تفصیل بھی فرمائی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ اپنی زندگی بھر وحدۃ الوجود کی حقانیت کے معتقد رہے اور متعدد تصانیف میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ایک جگہ لکھتے ہیں مرتبۂ وجود میں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقۃً اسی کی ذاتِ پاک سے خاص ہے۔وحدتِ وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں یہی ہیں کہ وجودِ واحد، موجودِ واحد سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے۔

کل شئی ھالک الا وجھہ

اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو زید و عمر ہر شئی خدا ہے۔یہ اہلِ اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہلِ توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہے۔(کشف حقائق واسرار دقائق ۱۳۰۸ھ مطبوعہ الٰہ آباد صفحہ ۱۵)

دوسری جگہ ایک تقریبی مثال سے یہ مسئلہ اور اس میں تین فرقوں کا بیان قدرے تفصیل سے لکھا ہے فرماتے ہیں ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام واصاف کے آئینے نصب ہیں۔آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شئے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت خلاف نظر آتی ہے، بعض دھندلی، کسی میں سیدھی، کسی میں اُلٹی، ایک میں بڑی، ایک چھوٹی، بعض میں پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما، کسی میں بھونڈی۔

یہ اختلاف آئینوں کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا ان میں عکس ہے خود واحد ہے ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے ان کے اُلٹے، بھونڈے، دھندے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا ''ولـلـه مثل

الاعلیٰ "اب اس آئینہ خانہ کو دیکھنے والے تین قسم کے ہوئے۔

اول

ناسمجھ بچے اُنہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے وہ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اُس کے تابع ہیں جب وہ اُٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے یہ نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے جواب ہو جائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدومِ محض ہوجائیں گے۔ ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقتاً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم اهل نظر وعقلِ کامل

وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجود ایک ہی ہے یہ سب ظل وعکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے۔ حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود۔ یہی حق وحقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم

عقل کے اندھے، سمجھ کے اوندھے، اُن ناسمجھ بچوں سے بھی گئے گزرے انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی۔ انہوں نے عقل ودانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب ونقائص جو نقصانِ قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص، عاجز، محتاج، الٹے بھونڈے، بدنما، دھندے کا جو عین ہے قطعاً انہیں دنائم سے متصف ہے۔

سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا ۔ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۴۳)

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجودِ حقیقی احتیاج سے پاک وہاں جسے آئینہ کہیے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینہ میں انسان کی صرف سطحِ مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثلاً کلام و بصر و علم و ارادہ و حیات وقدرت سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجودِ حقیقی عز جلالہ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کا باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت ہوئی وہ سمجھ گئے کہ

یك چراغیست دریں خانه كه از پرتو آں   هر كجا نگری انجمنے ساخته اند

انہوں نے صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں۔

(۱) حقیقی ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے (۲) ظلِ عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ۔

یہ ہے حقِ حقیقت و عینِ معرفت وللہ الحمد۔ (فتاویٰ رضویہ ششم صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴ اشاعت مبارکپور)

صفاتِ باری

صفاتِ باری سے متعلق بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ مسلک عرفاء کی حقانیت کے قائل ہیں۔ ظاہر ہے کہ صوفیہ کرام جب لا موجود الا اللہ کے قائل ہیں تو صفاتِ باری کو غیر ذات یا لا عین لا غیر کیسے کہہ سکتے ہیں جب سارا عالم ان کی نظر میں وجودِ واحد کا پرتو ہے تو خود صفاتِ باری کو لا عین کیونکر کہہ سکتے ہیں؟

امام احمد رضا قدس سرہ جس ماحول میں کلام فرماتے تھے وہ عوامِ اہل سنت اور اہلِ ظاہر کا ماحول تھا اس مقام پر انہوں نے متکلمین کی طرح صفاتِ باری کو لا عین و لا غیر ہی بتایا ہے مگر "المعتقد المنتقد" للعلامۃ فضل رسول البدایونی کے حاشیہ المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ) میں مسلکِ صوفیہ کی کامل تحقیق فرمائی ہے اور آخر میں فرماتے ہیں

فالذی نعتقده فی دین الله تعالیٰ ان له عزوجل صفات ازلیة قدیمة وهی الکمالات الحاصلة للذات بنفس الذات فلا مصداق لها الا لذات فلها حقیقة بها هی وهی المعانی القائمة القدیمة المقتضیات للذات وحقیقة بها هی وما هی الا عین الذات من دون زیادة اصلافانهم وتثبت و ایاک ان تزل فان المقام مزلة الاقدام وبالله التوفیق وبه الاعتصام.

(ملخصاً، المعتمد المستند بناء نجاة الابد ۱۳۲۰ھ طبع استنبول صفحہ ۴۹)

ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ نفسی اور لفظی کی تقسیم متاخرین نے معتزلہ کو خاموش کرنے اور پست عقول کو سمجھانے کی خاطر کی ہے جیسے کہ متاخرین نے متشابہات میں تاویل کی راہ اختیار فرمائی ہے اور مذہب وہی ہے جس پر ائمہ سلف ہیں کہ کلامِ باری واحد ہے جس میں اصلاً کوئی تعدد نہیں۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں وہی قرآن جو باری تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جو اس کی ذاتِ پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ہے وہی ہماری زبانوں سے متلو، ہمارے کانوں سے سموع، ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے نہ یہ کہ کوئی اور جداشئ قرآن پر دال ہے نہیں نہیں یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں حقیقتاً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذاتِ الٰہی سے جدا ہو یا کسوتوں (لباسوں) کے حدوث سے ان کے دامنِ قدم پر کوئی داغ آیا ہو یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راہ پایا ہو۔

ومبدم گر لباس گشت بدل　　　　شخصِ صاحب لباس راچه خلل

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزانِ الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں اہل سنت نے قرآن مکتوب کو حقیقتاً کلام اللہ ہی قرار دیا ہے اگر چہ اس کا نطق ہماری زبان سے واقع ہے اس سے زیادہ کچھ بولنے یا کسی کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ ملخصاً (الکشف شافیا حکم فو نو جرافیا ۱۳۲۸ھ مطبوعہ کانپور صفحہ ۲۶ تا ۲۹، تلخیصاً)

حاشیہ المعتقد میں فرماتے ہیں

عرف هذا من عرف ومن لم يقدر علیٰ فهمه فعليه ان يؤمن به كما يؤمن بالله وسائر صفاته من دون ادراک الكنة (المعتمد المستند صفحہ ۳۶)

اس پر ایمان لانا بھی ایک علم ہے۔ ملفوظات میں حضرت شیخ اکبر اور اکابرفن کا قول فرماتے ہیں علم باطن کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے اگر نہ جانتا ان کی تصدیق نہ کرتا۔ پھر حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں صبح کر کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا علم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں کہ ہلاک ہو جائے گا۔ (الملفوظ مطبوعہ دہلی اشاعت سمنانی کتب خانہ میرٹھ جلد ا ملخصاً)

مقامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ لکھا ہے اہلِ نظر کے یہاں

حقیقت محمدیہ وجوب وامکان کے درمیان برزخِ کبریٰ ہے۔وہ فرماتے ہیں جس طرح مرتبہ وجود میں صرف ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پَرتو وجود سے موجود، یوں ہی مرتبہ وجود میں صرف ذاتِ مصطفٰی ہے باقی سب اسی عکس کا فیض موجود۔مرتبہ کون میں نور احدی آفتاب ہےاور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبہ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب اور سارا جہان اس کے آبگینے۔وفی ھذا قول

خالق کل الوری ربک لا غیرہ　　　　نور ک کل الوریٰ غیر ک لم لیس لن

ای لم یوجد، ولیس موجودا، ولن یوجدابدا

نور محمدی ﷺ کا جس طرح عالم اپنی ابتداءِ وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا کچھ نہ بنتا یوں ہی ہر شیٔ اپنی بقاء میں اس کی دست نگر ہے آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتۃً فنائے محض ہو جائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اسی مضمون کو قدرے اختصار کے ساتھ کشف حقائق میں لکھا ہے اور سلطنتِ مصطفٰی فی ملکوت الوریٰ میں مزید تفصیل کا حوالہ دیا ہے۔صلات الصفا میں بھی علمائے ربانیین عرفائے کاملین کے بعض اقوال نقل فرمائے ہیں اور بڑے انوکھے انداز میں حدائق بخشش میں اظہار فرمایا ہے۔

شرح شعر سابق ولاحق

حقیقت محمدیہ علیہا التحیۃ والثناء عامہ ممکنات اور ذاتِ واجب الوجود کے درمیان برزخ اور واسطہ ہے۔اس مسئلہ کو شاعرانہ لطافت کے ساتھ بیان کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ ہم نے موجود کی دو ہی قسمیں ہی جانیں واجب اور ممکن۔ذاتِ رسالت کو ہم کس میں شامل کریں اگر واجب کہیں تو واجب بندہ نہیں ہوسکتا اور مصطفٰی ﷺ بندہ ہیں اور اگر ممکن کہیں تو ممکنات میں تصرفات واختیارات کی وہ قدرت کہاں جو ہم مصطفٰی ﷺ میں دیکھ رہے ہیں۔

انہوں نے چشم زدن میں زمین سے آسمان اور آسمان سے لامکاں تک سیر کی پھر اسی وقت لامکاں سے زمین تک واپس بھی آگئے۔اس عالم امکان میں ایک سے ایک اربابِ فضل وکمال اور اربابِ حکومت واقتدار رونما ہوئے لیکن یہ قدرت اور یہ کمال کسی میں نہ تھا۔مصطفٰی ﷺ نے انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا، ان کی مرضی پر ڈوبا ہوا سورج واپس آیا، ان کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ رواں ہوا اور ایک لشکر سیراب ہوا۔نہ جانے کتنے تصرفات واختیارات

ہیں جوان کی ذات سے چشمِ عالم نے ملاحظہ کئے اور کسی میں دیکھے نہ گئے۔ ایسے بیّن اور عظیم تفاوت کے باوجود انہیں ممکن کہیں تو کیسے کہیں؟ عقل حیران ہے کہ اگر یہ کہیں کہ وہ واجب بھی نہیں ممکن بھی نہیں تو یہ خطا اور غلط ہے وہ واجب نہیں تو ممکن ضرور ہیں اس لئے حق یہ ہے کہ وہ خدا کے بندے اور ممکن ہونے کے ساتھ عالم امکان کے بادشاہ ہیں نہ تو وہ خدا ہیں نہ عالمِ امکان یعنی عام ممکنات میں سے ہیں بلکہ وہ اللہ کے راز سربستہ اور خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ اور برزخ ہیں۔

پہلے شعر میں ''یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' کا اشارہ ممکن اور واجب کی طرف ہے یعنی ان کی ذات سے ممکن وواجب دونوں کی نفی کرنا خطا ہے کیونکہ واجب قطعاً نہیں اور ممکن ضرور ہیں اگر چہ قدرت واختیار میں سارے ممکنات سے برتر وبالا ہیں۔

دوسرے شعر میں عالمِ امکان سے مراد عام ممکنات ہیں جیسے ہم کہیں سکندر سارے انسانوں کا بادشاہ اور پوری دنیا کا حکمران تھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خود دنیا سے باہر اور انسانوں سے ماورا کوئی ہستی تھا بلکہ مراد یہی ہے کہ وہ تمام انسانوں کا بادشاہ ہونے کے باعث ان عام انسانوں کی صف میں شامل نہ تھا اس میں اور دیگر انسانوں میں بیّن فرق تھا سارے انسان اس کے سامنے ملکیت اور رعایا کی حیثیت رکھتے تھے اور وہ ان کے بادشاہ اور فرمانروا کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے اس کو ان محکوم انسانوں کی فہرست میں لانا درست نہیں اگر چہ بذاتِ خود وہ بھی انسان ہی تھے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ دوسرے شعر میں ''عالمِ امکان'' سے مراد عام ممکنات ہیں اور دوسرے شعر میں ''یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' کا اشارہ عام ممکنات اور الٰہ وخدا کی طرف ہے۔ شعر اول میں ذکر شدہ لفظ ممکن وواجب کی طرف نہیں یعنی جب وہ عام ممکنات کے بادشاہ اور عالمِ امکاں کے فرمانروا ہوئے تو وہ ان محکومین اور اپنے رعایا کی صف میں شامل ہوئے اور جب وہ خدا کے بندے اور ممکن ہوئے تو خدا نہ ہوئے۔ حاصل یہ کہ وہ عام ممکنات میں بھی نہیں اور خدا بھی نہیں بلکہ دونوں کے درمیان برزخ وواسطہ ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ کچھ عناد پرور اور متعصب قسم کے جاہل افراد اعتراض واستہزاء کے ساتھ ان شعروں کا عجب غلط سلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ ایک متبحر عالم اور بلند پایہ عارف کا شعر سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا کرنی چاہیے یہاں علم وفن میں دست گاہ اور شعر وسخن سے تعلق کے ساتھ ذوقِ لطیف اور پاسِ انصاف کی بھی سخت ضرورت ہے۔ (مضمون مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی، معارف رضا، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۶)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس مضمون کو دوسری جگہ یوں فرمایا

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجا دِ خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامۂ کثرت کا

اور فرمایا

کوئی جانے کیا ہو عقل عالم سے وارہو
کنز مکتوم ازل میں درِ مکنونِ خدا ہو

سب سے اول سب سے آخر ابتدا ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم اصل مقصودِ ہدیٰ ہو

سب تمہاری ہی خبر تھے تم مؤخر مبتدا ہو

نوٹ

چونکہ یہ اشعار علمِ تصوف سے متعلق ہیں بطورِ تتمہ چند ضروری امور ذہن نشین ضروری ہیں۔

تصوفِ اعتقادی

جس میں یہ بیان ہوگا کہ امام احمد رضا اعتقادیات میں عرفائے کاملین اور صوفیۂ واصلین ہی کے مسلک پر کاربند رہے یاد رہے کہ اعتقاد صرف خیال وادراک کا نام نہیں بلکہ اعتقاد ایک عمل بھی ہے لیکن خاص عملِ قلب ہے یعنی دل کا کسی نظر کو راسخ ومضبوط طور پر قبول کر لینا اور اس کے اذعان ویقین سے سرشار ہو جانا۔ آپ امام احمد رضا کے اعتقادیات میں وہی سرشاری اور وہی یقین واذعان پائیں گے جو خاص عرفا اور اہلِ دل کا حصہ ہے۔

تصوفِ عملی

اس سے مراد صوفیہ کے قلبی اعمال اور ان کا ورع وتقویٰ ہے جسے رب العالمین نے اپنے اولیاء کا علامتی نشان بنایا ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ٥ (پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ٦٣)

وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

تصوفِ علمی

امام احمد رضا نے فنِ تصوف میں جو گراں قدر حقائق و معارف بیان کئے ہیں اور اہلِ سلوک کی جو عظیم رہنمائی فرمائی ہے وہ سب ''تصوفِ علمی'' یا تعلیماتِ تصوف سے عبارت ہیں۔

اقسامِ عقائد

بابِ عقائد پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ تمام عقائد ایسے قطعی اور یقینی نہیں ہوتے جن کو اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو اسلام سے خارج ہو جائے بلکہ اس حیثیت کے حامل صرف وہی عقائد ہوتے ہیں جو قطعی یقینی دلیلوں سے ثابت ہوں اور ان پر اجماعِ مسلمین قائم ہو جس طرح بہت سے اعمال وعبادات دین وشریعت میں داخل ہیں لیکن ان سب کی حیثیت یکساں نہیں اور سب کی بجا آوری لازم وضروری نہیں بلکہ ان اعمال کے درجات ومراتب ہیں اور وہ فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، اساءت وغیرہ قسموں میں منقسم ہیں ان کے دلائل اور احکام دونوں میں تفاوت ہے جن کی بجا آوری یا ترک کا وجوب قطعی دلیلوں سے ثابت نہ ہو۔

اسی طرح عقائد کا بھی معاملہ ہے بعض ایسی قطعی یقینی اجماعی دلیلوں سے ثابت ہیں جن میں سے کسی ایک کا بھی منکر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کا کذب اور عیب سے پاک ہونا، نبی کریم ﷺ کی رسالت ان کا آخری نبی ہونا توہین رسول کا منافیٔ ایمان ہونا، ہر نبی کا بعطائے الٰہی غیب پر مطلع ہونا۔

اور بعض عقائد احادیث مشہورہ یا قابلِ تاویل آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوئے ان کے لئے ویسی قطعی یقینی دلیلیں فراہم نہ ہو سکیں تو ان کا منکر مبتدع، بددین، گمراہ قرار پاتا ہے اور بعض ان سے بھی کم درجہ کی دلیلوں سے ثابت ہوئے ان کا منکر گمراہ نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق فی الاعتقاد قرار پاتا ہے اور کچھ ان سے بھی کم درجہ کے ہو سکتے ہیں جن کے منکر پر فسق فی الاعتقاد کا بھی حکم نافذ نہ ہو۔

ان اقسام عقائد کی مثالیں اور ان کی تفصیلات یہاں بیان کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ان کا اصل میدان علمِ کلام اور کتبِ عقائد ہی۔

صوفیۂ کرام ان تمام عقائد کے معتقد ہوتے ہیں جو قطعی یقینی دلیلوں سے ثابت ہیں کسی بھی مسئلہ میں اور کسی بھی جگہ وہ ان سے سرموانحراف نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جو اہل سنت کے مسلمہ عقائد ہیں انہیں بھی وہ مانتے ہیں لیکن عقائد کی بعض فروع میں، کشف وشہود کے نتیجہ میں ان پر بہت سی ایسی باتیں عیاں ہوتی ہیں جن تک عام عقلوں کی رسائی نہیں ہوتی اور وہ متفقہ عقائد کے خلاف بھی نہیں ہوتیں بلکہ ان میں پختگی اور تقویت کا سامان ہوتا ہے ان باتوں کو وہ مانتے ہیں اور انہیں اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن اہلِ ظاہر اور اس مقام سے قاصر لوگوں پر وہ ان عقائد کو مسلط نہیں کرتے بلکہ وہ ان کا اپنا ادراک اور اپنا اعتقاد ہوتا ہے جو اس منزلِ بلند پر فائز ہونے اور مظاہر ذات وصفات میں فکر وتدبر کے نتیجہ میں رونما ہوتا ہے اس پر وہ قرآن وحدیث سے دلائل بھی رکھتے ہیں کیونکہ ان کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو کشف بھی نصوصِ قرآن و

حدیث کے خلاف ہو رد کر دیا جائے گا۔ پہلے وہ اپنے ہر انکشاف کو ان نصوص و اصول پر پیش کر کے پرکھ لیتے ہیں جب اسے کلامِ باری اور حدیث نبوی کے مطابق پاتے ہیں تو قبول کرتے ہیں ورنہ رد کر دیتے ہیں۔

قرآن و حدیث کے لطائف و معانی کی انتہاء نہیں "وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" اس لئے یہ کوئی مقامِ حیرت نہیں کہ بہت سے معانی تک عام عقلوں کی رسائی نہ ہو سکے اور اربابِ کشف و مشاہدہ کو صفائے قلب اور فضلِ ربانی کے نتیجہ میں ان معانی کا بدیہیات و محسوسات کی طرح ادراک ہو جائے اور اربابِ ظاہر کسی دیدہ ور کی تفہیم و تلقین کے بغیر انہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہوں۔ یہ عام عقلوں کا قصور ہے اُن اجلہ اولیاء اور ان کے پاکیزہ و بلند عقائد و افکار کا نہیں۔

عامی یا تو ان کے علم و تقویٰ اور کشف و مشاہدہ پر اعتماد کرتے ہوئے قبول کرے یا خاموش رہے کیونکہ وہ ایسے لازمی عقائد نہیں جن کا قبولِ جزو ایمان اور لازم اسلام ہو۔ بہت سے لوگ ان مخصوص عقائد صوفیہ و مشاہداتِ اولیاء کی اس حیثیت کو بھول جاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب وہ قطعیات ہیں جن کے بغیر صوفیہ کرام کے نزدیک کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا حالانکہ محض خام خیالی اور اقسام عقائد سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ خود وہ عقائد جو اہل سنت کی کتابوں میں مدون ہیں انہیں کتنے ایسے ہیں جن کو آج تک کسی عالم دین نے قطعیہ ضروریہ سے شامل نہیں کیا اور نہ ان کا منکر کافر سمجھا گیا ہاں عقائد قطعی یقینی اجماعی بھی ہیں جن میں ایک کا بھی صریح انکار حکم تکفیر کے لئے کافی ہے۔ یہ سب عقائد کی مبسوط کتابوں کے مطالعہ اور ان پر اچھی طرح غور و فکر کرنے سے بے شمار منکشف ہو سکتا ہے۔

تصوف کیا ہے؟

تصوف کے دشمن ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین تصوف اسلام کے خلاف ثابت کرتے ہیں حالانکہ تصوف خلاصۂ اسلام کا نام ہے۔

چنانچہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں

التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعة.

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ صفحہ ۴، مقال عرفا باعز از شرع وعلماء ۱۳۲۷ھ از امام احمد رضا قدس سرہ، طبع دہلی صفحہ ۳۰)

تصوف کیا ہے؟ بس احکامِ شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

اور سیدی ابوعبداللہ محمد خفیف ضبی قدس سرہ فرماتے ہیں

التصوف تصفية القلوب واتباع النبی ﷺ فی الشريعة. (طبقاتِ کبریٰ الامام الشعرانی صفحہ ۱۸، مقال عرفا

(باعز ازشرع وعلماء ۱۳۳۷ھ از امام احمد رضا قدس سرہ، اشاعت سمنانی کتب خانہ میرٹھ صفحہ ۲۱)

تصوف طریقت ہی کا دوسرا نام ہے اور طریقت اُس راہ کا نام ہے جو خدا تک پہنچانے والی ہو۔ اب خدا تک پہنچانے والی راہ کون سی ہے ؟ اُسے سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سنیئے

اقرب الطرق الی اللہ تعالیٰ لزوم قانون العبودیۃ والاستمساک بعروۃ الشریعۃ.

(بہجۃ الاسرار للعلامۃ ابی الحسن علی الشطنونی صفحہ ۵۰، مقال عرفا باعز از شرع وعلماء، صفحہ ۱۶)

ہر صوفی کامل درجۂ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور ہر ولی صوفی کامل ضرور ہوتا ہے۔ ولی کون ہے؟ اس کی تعریف میں بہت سے اقوال ہیں لیکن قرآنِ کریم ارشاد فرماتا ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ o (پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۶۳)

وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ولایت کے لئے کرامت لازم ہے مگر کرامت دو طرح کی ہے ایک وہ جس میں کس دھوکہ کا دخل نہیں ہوسکتا۔ دوسری وہ جس میں استدراج اور شعبدہ کا شبہ ہوسکتا ہے تو اصل کرامت وہی ہے جو شبہ سے پاک ہو اسی لئے سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کرامۃ الولی استقامۃ فعلہ علی قانون قول النبی ﷺ. (بہجۃ الاسرار شریف صفحہ ۳۹ طبع مصر، ایضاً صفحہ ۱۵)

ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی کریم ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک کرامت تو حسی ہوتی ہے جسے عوام بھی جانتے ہیں جیسے ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا، گذشتہ و آئندہ حالات کی خبر دینا، سینکڑوں منزل بیک قدم طے کرلینا۔ دوسری کرامت معنوی ہوتی ہے جسے صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے نفس پر آدابِ شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بُری عادتوں سے بچنے توفیق پائے، تمام واجبات ٹھیک وقت سے ادا کرنے کا التزام رکھے۔

ان کرامتوں میں مکر و استدراج کو دخل نہیں اور وہ کرامتیں جنھیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہوسکتی ہے کرامت معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۷، مقال عرفا صفحہ ۲۰)

علمائے باطن کے ان ارشادات کی روشنی میں تصوف، صاحبِ تصوف کرامت، صاحب کرامت اور ولی کا اجمالی

نقشہ ذہن میں آجاتا ہے کہ اصل تصوف تصفیۂ قلب اور اتباع شریعت ہے۔ حقیقی اور اعلیٰ کرامت شریعت پر استقامت ہے سچا ولی وہی ہوگا جو سید الکونین ﷺ کی اطاعت و پیروی میں سچا ہو۔

حضرت ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ قشیریہ صفحہ ۳۰ میں سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الادمی معاصر سیدنا جنید بغدادی قدس سرہما کا فرمان نقل کرتے ہیں

من الزم نفسه اداب الشريعة نور الله قلبه بنور المعرفة و لامقام اشرف من مقام متابعة الحبيب فی او امره و افعاله و اخلاقه. (مقال عرفا صفحہ ۲۷)

جو اپنے اوپر آدابِ شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے روشن کردیگا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور اکرم ﷺ کی پیروی کی جائے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایسی کرامت دی گئی کہ خلاء میں چارزانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب یہ نہ دیکھو کہ فرض وواجب، مکروہ وحرام اور محافظت حدود وآدابِ شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔ (قشیریہ صفحہ ۱۸، مقال عرفا صفحہ ۱۸)

فائدہ

یہاں تک تصوف وولایت اور صوفی وولی کا مختصر تعارف تھا اب میں چاہتا ہوں کہ ان اقوال کی روشنی میں امام احمد رضا قدس سرہ کا صاحبِ تصوف، حاملِ طریقت، صاحب کرامت اور ولی کامل ہونا اجمالاً ثابت کرلیا جائے پھر کچھ تفصیلات پیش ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے ہی یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے پوری زندگی شریعت پر سختی سے عمل کیا۔ ہر فرض وواجب کی محافظت اور اتباعِ سنت وشریعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا جس کے نتیجہ میں ان کا قلب مبارک ایسا پاکیزہ اور مصفی ہو چکا تھا کہ نورِ معرفت کی تابندگی اوائل زندگی ہی میں نظر آنے لگی۔

امام احمد رضا ۱۲۹۴ھ میں جب محبِ رسول مولانا عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے ایماء پر اپنے والد گرامی عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خاں قدس سرہ کی معیت میں مارہرہ شریف سیدنا شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بیعت سے شرف یاب ہوئے تو اسی وقت والد گرامی کے ساتھ اجازت وخلافت سے بھی سرفراز کئے گئے۔

حضرت مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن اربابِ سلوک اور اہل ایصال مرشدین کرام میں سے تھے جو اپنے مسترشدین و مریدین کو ریاضت و مجاہدہ کی سخت منزلوں سے گزارتے ان کے قلوب کا بھرپور تزکیہ و تصفیہ کرتے پھر جب انہیں سجادہ مشیخت اور مسند ارشاد پر جلوہ آرائی کے قابل دیکھتے تو خلافت و اجازت سے سرفراز کرتے مگر امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے والد گرامی کو بلا ریاضت و مجاہدہ بیعت کے ساتھ ہی خلافت بھی دے دی گئی یہ اس بارگاہ کا عجیب و غریب واقعہ تھا۔

حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آلِ رسول کے ولی عہد پوتے اور خلیفہ با کمال سیدنا ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ (۱۲۹۶ھ) نے عرض کیا حضور آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت دی جاتی ہے ان کو ابھی کیسے دے دی گئی؟ فرمایا اور لوگ میلا کچیلا زنگ آلودہ دل لے کر آتے ہیں اس کے تزکیہ کے لئے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ مصفی و مزکی قلب لے کر آئے انہیں ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی صرف اتصالِ نسبت کی حاجت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہوگئی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تصوف کے متعلق جو وضاحتیں فرمائی ہیں آپ کی تصنیف مقال العرفاء کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

بلبل نے گُل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

حیرت (عربی) بسبب تعجب، ایک حال پر رہ جانا، بھونچکا پن۔ جھنجھلا کر، جھنجھلانا سے ہے بمعنی خفا ہونا، غصے میں آجانا۔

خلاصہ

حضور اکرم ﷺ کو گُل نے دیکھ کر کہا یہ میرا محبوب گل ہے قمر بولی نہیں یہ میرا مطلوب سرو جانفزا ہے۔ حیرت نے دونوں کو غصے میں آکر کہا مت بولو نہ آپ گل ہیں اور نہ سرو جانفزا یہ تو جانِ جاناں ہیں کہ تمہارے سب کے محبوبوں کو ان پر فدا کیا جائے۔

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شرح

سورج اپنی تابانی اور جوبن جوش میں تھا۔ چاند بھی اپنے طور پر بڑھ کر خوب چمکا لیکن جب رُخ مصطفیٰ ﷺ بے پردہ ہوا تو نہ سورج کی تابانی رہی اور نہ چاند کی چاندنی ہر دونوں کی روشنی چھپ گئی جیسے سورج کے طلوع کے بعد تمام ستارے منہ چھپا لیتے ہیں ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کی نورانیت کے سامنے نہ سورج کی روشنی نہ چاند کی چمک۔
کیونکہ قاعدہ ہے کہ اقوی روشنی کے سامنے ادنیٰ کا نور گم ہو جاتا ہے نبی پاک ﷺ کے نورِ اقوی کے آگے سورج و چاند کیا ہیں جبکہ جملہ انوار سے آپ کا نور اقویٰ ہے۔

نوٹ

نیز آپ کی تشریف آوری سے انبیاء و رسل کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا ان کی شرعتیں منسوخ ہو گئیں گویا کہ آسمانِ نبوت کے تمام چاند، سورج اور ستارے آپ ایسے شمس کبریٰ کے انوار و تجلیات میں گم ہو گئے۔

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

عصیاں (عربی) گناہ، پاپ۔ صدا (عربی مونث) گنبد کی آہٹ، فقیر کی آواز یہاں مطلق آواز مراد ہے۔

شرح

خوف تھا کہ گناہوں کی سزا نا معلوم دنیا میں ہو گی یا آخرت میں۔ رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین ﷺ کی رحمت نے آواز دی ارے مت گھبرا نہ دنیا میں سزا نہ آخرت میں۔ قرآن و احادیث مبارکہ سے تائید حاضر ہے

قرآن مجید

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ا (پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۳۳)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کیونکہ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنت

الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے۔ایک جماعت مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت سید عالم ﷺ پر اُس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو استغفار کیا کرتے تھے تو

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ (پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۳۳)

اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ جب تک استغفار کرنے والے ایماندار موجود ہیں اُس وقت تک عذاب نہ آئے گا پھر جب وہ حضرات بھی مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کا اذن دیا اور یہ عذاب موعود آ گیا جس کی نسبت اس آیت میں فرمایا

"وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ" (پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۳۴)

اور انہیں کیا ہے اللہ انہیں عذاب نہ کرے۔

محمد بن اسحاق نے کہا "وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمْ" کفار کا مقولہ ہے جو ان سے حکایۃً نقل کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت کا ذکر فرمایا کہ اس قدر احمق ہیں آپ ہی تو یہ کہتے ہیں یارب اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر عذاب نازل کر اور آپ ہی یہ کہتے ہیں کہ یا محمد (ﷺ) جب تک آپ ہیں عذاب نہ ہوگا کیونکہ کوئی امت اپنے نبی کی موجودگی میں ہلاک نہیں کی جاتی کس قدر معارض اقوال ہیں۔بہر حال آیت میں دنیا میں عذاب کفار پر نہ آنے کی نوید ہے تو فسق و فجور والوں پر عذاب کیا؟

"فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى" کی تفسیر میں حضرت امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مضمونِ وحی یہ تھا

ان الجنة حرام علی الانبياء حتی تدخلها وعلی الامم حتی تدخلها امتک

بیشک جنت تمام پیغمبروں پر حرام ہے جب تک کہ تم اُس میں نہ جاؤ اور سب اُمتوں پر حرام جب تک کہ تمہاری اُمت اس میں نہ داخل ہو۔

کوئی ہے نازاں زہد پر یا حسنِ توبہ ہے سپر
یاں ہے فقط تیری عطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

سپر (فارسی مونث) ڈھال

شرح

کسی کو ناز ہے زہد و عبادت پر کوئی سمجھتا ہے کہ اس نے تو بہ نصوح (خالص) کر لی اب عذابِ الٰہی سے توبہ ڈھال بن جائے گی لیکن ہمارے ہاں تو صرف اے حبیب خدا ﷺ آپ کی عطاء و بخشش کا سہارا ہے، ہمارے ہاں تو زہد ہے اور نہ ہی توبہ نصوح (خالص) کا اعتبار۔

شرح

اس شعر کی کسی شاعر نے یوں ترجمانی کی ہے

عبادت پر کسی کو ناز کسی کو ہے اطاعت پر ہمیں بس ناز ہے تو ہے محمد کی شفاعت پر (ﷺ)

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

لہو، کھیل تماشہ، عیش۔ کھونا، ضائع کرنا۔

شرح

اے بندۂ خدا دن کو لہو و لعب میں ضائع کر دیتا ہے اور ساری رات غفلت کی نیند گزار دیتا ہے کسی کو نبی کریم ﷺ کی شرم ہوتی ہے کسی کو خدا کا خوف ہوتا ہے تجھے تو نہ وہ ہے نہ یہ یعنی تجھے نہ نبی کریم ﷺ سے شرم اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا خوف تو دونوں سے محروم ہے ان میں کوئی ایک ہوتا تو کبھی اپنی زندگی برباد نہ کرتا۔

اس شعر میں ان احباب کو وعظ و نصیحت ہے جو دنیوی امور میں منہمک ہو کر یادِ خدا سے غافل ہیں اس لئے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی حکم خداوندی اور فرمانِ نبوی ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ا

(پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰)

تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَ لْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ا وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (پارہ ۴، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۰۴)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

احادیث مبارکہ

آقائے نامدار سرکارِ مدینہ، جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکی کا حکم کرو اگر چہ تم نہ کر سکو اور بُری بات سے منع کرو اگر چہ تم وہ بات کرتے ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ امر بالمعروف ہاتھ سے امیر کے لئے ہے اور زبان سے علماء کے لئے اور دل سے عامہ خلق کے لئے۔

مسئلہ

امر بالمعروف کرنے والے کو چاہیے کہ پوشیدہ طور سے کہے تا کہ نصیحت کا ثواب اُسے مل جائے۔

ابو دردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو ظاہر طور پر نصیحت کی تو گویا اُس کے لئے برائی کی اور اگر پوشیدہ طور سے نصیحت کرے تو گویا اُس نے اسی کو سنوارا اور اگر اس نے پوشیدہ طور سے نصیحت اور کچھ فائدہ نہ ہوا تو پھر ظاہر طور پر نصیحت کرے اور اہلِ خیر و صلاح سے مدد طلب کرے تا کہ اس کو اس گناہ سے باز رکھیں اور اگر باز نہ رکھیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ بہت ہو جائیں اور اہلِ صلاح پر غلبہ کریں اس وقت عذاب آئے اور سب کو ہلاک کر دے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم سے کوئی بُری بات دیکھے تو چاہیے کہ اُسے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے منع کرے، اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل سے ہی بُرا سمجھے اور یہ ایمان بہت ہی ضعیف مرتبہ کا ہے۔

فائدہ

یارِ بد سے دور سے رہنا چاہیے اور بیگانے سے صحبت نہ رکھو اور جو شخص اپنے کو زاہدوں اور صالحوں سے مشابہ رکھتا ہے لیکن حرام کھاتا ہے اور اپنے مریدوں کو حرام کھانے اور لینے سے منع نہیں کرتا تو ایسے آدمی سے بچنا چاہیے کیونکہ حقیقت میں وہ دین کے دشمنوں سے ہے۔ نیز بزرگوں نے فرمایا کہ بدمذہب سے اُنس نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی اس کے ساتھ کھانا چاہیے اور جو شخص بدمذہب کے ساتھ دوستی رکھتا ہے تو ایمان و اسلام کا نور اس سے چھینا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)

حکایت

کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں ایسے حلال کی خبر دیجئے کہ جس میں حرام نہ ہو اور ایسے حرام سے کہ جس میں حلال نہ ہو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسا حلال ہے کہ اس میں حرام نہیں اور مخلوقات کا ذکر ایسا حرام ہے کہ اس میں حلال نہیں ہے اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

فائدہ

بزرگوں نے کہا ہے کسی کے عیب نہ شمار کرنے چاہیے اور ایسا ہی منہ پر تعریف و مدح بھی ناجائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرے جس وقت اپنی اصلاح ہو جائے گی تو دوسرے پر بھی ضرور اثر پڑے گا وجہ یہی ہے کہ ہم کو کامیابی جو کسی کام نہیں ہوتی تو ہمارے ایمانوں میں خرابی ہوگئی ہے نہ ہم دین کے رہے اور نہ دنیا کے۔ پچھلے لوگ سنت کا نام سنتے ہی اپنے آپ کو سنت پر فنا کر دیتے تھے اب ہم نے سنت کو ٹھکرا دیا ہے کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

رزقِ خدا کھایا کیا فرمانِ حق ٹالا کیا
شکر کرم ترس سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

ٹالا از ٹالنا، بہانہ، ہٹانا۔

شرح

اے بندۂ خدا مولیٰ عزوجل کا رزق کھایا اس سے تجھ پر لازم تھا کہ اس کی عبادت و اطاعت کرتا اور اس کے عطا کردہ رزق پر شکر کرتا اور اپنی نافرمانی پر ندامت کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا لیکن نہ تو نے شکر کیا اور نہ اس سے خوف کھایا۔

اس شعر میں بھی وعظ و نصیحت فرمائی لیکن پہلے شعر میں سادہ لفظوں سے اس شعر میں دلیل دے کر سمجھایا کہ سر سے پاؤں تک خامیوں اور غلطیوں سے بھرپور ہو تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار ہو اور پھر سوچنا بھی چاہیے کہ رزق بھی اس کا کھائیں اور نافرمانی بھی اسی کی بلکہ ہمارے اوپر فرض ہے کہ اس کے کرمہائے بے شمار کا ہر وقت شکر کریں لیکن ہمارے اندر نہ شکر کی عادت اور نہ ہی اس کے عذاب کا خوف۔

سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

حضورا کرم ﷺ امام المعصو مین ہیں اس کے باوجود یہ حال تھا

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ الی لا ستغفر الله واتوب الیه فی الیوم اکثر من سبعین مرة. (رواہ البخاری)

ابو ہریرہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قسم ہے خدا کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں اللہ کی طرف دن میں ۷۰ بار سے زیادہ۔

عن الاغر المزنی قال قال رسول الله ﷺ انه لیغان علیٰ قلبی وانی لاستغفر الله فی الیوم مائة مرة. (رواہ مسلم)

اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پردہ ڈالا جاتا ہے میرے دل پر اور میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے دن میں سو بار۔

عن اغر المزنی قال قال رسول الله ﷺ یایها الناس توبوا الی الله فانی اتوب الیه فی الیوم مائة مرة. (رواہ مسلم)

اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لوگو توبہ کرو خدا سے میں توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں سو مرتبہ۔

انتباہ

حضور سرورِ عالم ﷺ سے غلطی کے صدور کا تصور بھی نہیں ہوسکتا اگر کوئی ایسا تصور کرتا ہے تو وہ مجرم ہے اس کے باوجود آپ کا دن میں توبہ واستغفار کا تکرار سو بار تک پہنچتا ہے اور ایک ہم ہیں کہ زندگی گزر جاتی ہے ایک بار بھی توبہ و استغفار نصیب ہوتا۔

فائدہ

غین قلب (قلب پر پردہ) کی بے شمار توجیہات ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ آپ ہر لحہ ترقی میں ہیں جب پہلے سے دوسرے مرتبہ پر ترقی فرماتے ہیں تو آپ کو پہلا مرتبہ پردہ محسوس ہوتا ہے۔

زندگی بسر کرنے کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو نصیحت فرمائی تھی کہ ہر وقت تیری زبان اللہ کی یاد میں تر رہے یعنی ہر وقت انسان

یادِ خدا میں وقت گزارے۔اس کے لئے بہترین طریقہ پاس انفاس ہے جوتقریباً ہر طریقت کے سلسلہ میں مروج ہے۔

پاس انفاس

ہر سانس جواندر جائے ''اللہ'' جو باہر نکلے ''ھو'' کا تصور ہو اس پر اتنی مداومت کی جائے کہ نیند میں بھی یہ شغل جاری ہو۔

ہے بلبلِ رنگین رضاؔ یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حل لغات

رنگین، رنگیلا، رنگدار، گلکاری کیا ہوا۔نغمہ سرا، فاعل ترکیبی نغمہ بمعنی خوش آوازی۔سرا از سرائیدن بمعنی گانا۔

شرح

(امام احمد رضا) رسول اللہ ﷺ کا رنگین بلبل یا خوش آوازی سے گیت گانے والا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ تو صرف اے حبیب خدا ﷺ آپ کا واصف ہے نہ بلبل رنگین ہونے پر ناز ہے اور نہ ہی طوطی نغمہ سرائی پر اگر چہ لوگ اس سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

شخصیت امام احمد رضا قدس سرہ

امام احمد رضا قدس سرہ محدث بریلوی بہ ہمہ پہلو جامع شخصیت تھی۔صاحبزادہ سید وجاہت رسول شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سچ پوچھئے تو امام احمد رضا علوم ظاہری و باطنی کا ایک سنگم ہے جہاں پر تشنہ لب کو سیرابی و آسودگی کی دولت ملتی ہے۔یہ ایک ایسا کیمیا گر ہے جس نے لاکھوں گم کشتگان کو جادۂ حق سے ہمکنار کیا، جس کے علم میں امام اعظم کی فکر، امام رازی کی حکمت، شیخ اکبر کی نگاہِ حقیقت شناس، امام غزالی کا روشن دماغ اور مولائے روم کا سوز و گداز پنہاں ہے۔جس کی نوک قلم نے عظمت الٰہی، ناموسِ رسالت، طہارتِ اہل بیت اور عزت و عظمت صحابہ واولیاء کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔جس نے اسلاف کرام کے دینی ورثہ اور ان کے عقائد و تعلیمات کے تحفظ کے لئے اپنی بے نیام شمشیر قلم کو اپنے دور کے ''رشدیوں'' اور مسلمہ کذابوں کے نجس عزائم کا سر قلم کرنے کے لئے ہر وقت تیار و سر بلند رکھا۔اقصائے عالم میں علم وعرفان کی دنیا آباد کی اور مسلمانوں کے دلوں میں چراغِ مصطفوی کی لو تیز تر کر کے شرارِ بولہبی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔بقولِ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کہ اس عاشق رسول ﷺ کے علم کی وسعت اور ہمہ

گیریت کا اعجاز یہ ہے کہ جب بھی ہم ایک طویل سفر طے کر کے امام احمد رضا کی فکر وعلم شروع کئے جانے والے تحقیقی اور تصنیفی کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ان کے بحر محیط علم کے ساحل ہی پر کھڑے ہیں۔

(معارفِ رضا شمارہ ۱۴۱۴ھ)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو سمجھنے کے لئے ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب (مدظلہ) کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ یہاں فقیر آپ کے ایک ہمعصر شاعر کی نظم پر اکتفا کرتا ہے۔

منقبت رضوی

شاعر عالی بیاں احمد رضا ۔۔۔ چل دیئے سوئے جناں احمد رضا
آپ کے مانند مضمون آفریں ۔۔۔ نعت گوئی میں کہاں احمد رضا
ہائے وہ رطب اللسانی کے مزے ۔۔۔ ہائے وہ شیریں بیاں احمد رضا
آج پابند شریعت اُٹھ گیا ۔۔۔ پیر و پیغمبراں احمد رضا
آسمانِ علم و فضل و دین پناہ ۔۔۔ ہو گئے ہم سے نہاں احمد رضا
اُٹھ گیا دنیائے دوں سے اُٹھ گیا ۔۔۔ جانشین مرسلاں احمد رضا
کون ہے قائل نہیں جو آپ کا ۔۔۔ مانتا ہے اک اک جہاں احمد رضا
ہم کو کس پر چھوڑ کر تم چل بسے ۔۔۔ حضرت جنت مکاں احمد رضا
خوف سے ہر وقت لرزہ میں رہی ۔۔۔ تجھ سے جان بدگمان احمد رضا
ہے عرب سے تا عجم شہرا ترا ۔۔۔ تجھ سے واقف کُل جہاں احمد رضا
پینے والے تھے مئے عرفاں کے ہم ۔۔۔ اور تھا پیر مغاں احمد رضا
دیکھنے کے واسطے نکلے ہیں آج ۔۔۔ تیری جلوہ بیزیاں احمد رضا
لے گیا ہے شوق ان کو سوئے دوست ۔۔۔ اب بریلی میں کہاں احمد رضا
راہِ حق جس نے بتائی مدتوں ۔۔۔ آج ہے ہم سے نہاں احمد رضا
حق بجانب تھا جو کچھ فرما گئے ۔۔۔ خاص تھے حق کی زباں احمد رضا
از پائے اعدائے دین مصطفیٰ ۔۔۔ تیز تھے مثل سنان احمد رضا

نام کیا پیارا ہے رحمت ان پہ ہو ہے دعا وردِ زباں احمد رضا
ذرے کو خورشید سے نسبت ہی کیا مجھ سے اور تیرا بیاں احمد رضا
حاجی و مفتی و حافظ خضر راہ دوستدار مرسلاں احمد رضا
مر رہے ہیں سینکڑوں مشتاقِ دید ہو ذرا جلوہ کناں احمد رضا
پھرتا ہے مشتاق آنکھوں میں میری تیری محفل کا سماں احمد رضا
حق ہے پیارے تم نبی کے لاڈلے تم سے خوش نوری یہاں احمد رضا
عیش صاحب روک لو اپنا قلم تم کہاں ہو اور کہاں احمد رضا
میں وظیفے میں پڑھا کرتا ہوں عیش مرشدی جنت مکاں احمد رضا

(مفتی جان محمد خان عیش فیروز پوری، شاگردِ رشید جناب شمس لکھنوی)

(معارف رضا کراچی شمارہ ۱۴۱۴ھ، بحوالہ دبدبہ سکندری جلد ۵۸ شمارہ ۱۲ جون ۱۹۲۲ء)

نوٹ

باوجود اتنا وسیع الاوصاف والمناقب والکمالات امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اپنی کسی وصف پر فخر نہیں اگر فخر ہے تو صرف اس وصف پر کہ واصف حبیب کبریاعلیہ وسلم ہیں۔

نعت شریف

وصفِ رُخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشّمس وضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثناء کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

شرح

ہم حضور سرورِ عالم علیہ وسلم کے رُخ انور کی کیا تعریف کرتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم "وَ الشَّمْسِ" اور "وَ ضُحٰهَا" قرآنی آیات کی شرح کرتے ہیں اور ہم اس ذات کی مدح وثناء کرتے ہیں جن کو خالق ومخلوق محمود کہتے ہیں۔

رُخِ انور

حضور اکرم علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس " الشَّمْسِ" اور " ضُحٰهَا" ہے اس کے وصف بیان کرتے ہیں تو ہمیں

چہرۂ اقدس کا وصف ''وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا ''کی تفسیر کے رنگ میں نظر آتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک بار تفسیر لکھنا شروع کی تو صرف '' وَ ضُحٰهَا'' کی تفسیر میں آٹھ سو صفحات قلم بند کر ڈالے۔ (معارف رضا کراچی شمارہ ۱۴۱۳ھ)

اور مفسرین نے ''وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا '' سے حضور اکرم ﷺ کا چہرہ انور مراد لیا ہے یعنی

وَ الضُّحٰی o وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰی o (پارہ ۳۰، سورۂ الضحیٰ، آیت ۱،۲)

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں ''الضُّحٰی'' اشارہ ہے نورِ جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف اور ''وَ الَّيْلِ'' کنایہ ہے حضور اکرم ﷺ کے گیسوئے عنبریں سے۔ (خزائن العرفان)

اے کہ شرح والضحیٰ آمد جمال روئے تو　　　نکتہ واللیل وصف زلف عنبر بوئے تو

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وجود مبارک میں وحی الٰہی، معجزات اور دیگر دلائل نبوت کا اثر وظہور نہ بھی ہوتا تو آپ کا چہرۂ مبارک ہی آپ کی دلیل نبوت کو کافی تھا۔

(زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۲۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے) فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ کام کاج چھوڑ کر جلدی جلدی آپ کو دیکھنے آرہے تھے میں بھی آیا

فلما رايت وجهه عرفت انه وجهه ليس بوجه كذاب فسمعته يقول يا ايها الناس افشوا السلام وصلوا الارحام واطعموا الطعام وصلوا باليل والناس تدخلوا الجنة بسلام

(المستدرک جلد ۴ صفحہ ۱۶۰، خصائص کبریٰ)

تو جب میں نے آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ آپ اس وقت فرما رہے تھے اے لوگو سلامتی پھیلاؤ اور صلہ رحمی یعنی اپنوں سے محبت کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اللہ کی عبادت کرو اور سلامتی سے جنت میں جاؤ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

كان رسول الله ﷺ احسن الناس وجها واحسنهم خلقا. (بخاری شریف، مسلم شریف صفحہ ۲۵۸)

کہ حضور اکرم ﷺ صورت وسیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں، میری والدہ اور میری خالہ حضور اکرم ﷺ سے بیعت کر کے واپس آئے تو میری والدہ اور میری خالہ نے کہا

ماراینا مثل ھذا الرجل احسن وجھا ولا انقی ثوبا ولا الین کلاماً ورایناکالنور یخرج من فیه. (زرقانی علی المواہب جلد۴ صفحہ ۴۵)

ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا پاکیزہ لباس والا نرم اور میٹھے کلام والا کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو کے وقت آپ کے منہ سے نور نکلتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کان رسو ل اللہ ﷺ احسن الناس وجھا وانورھم لونالم یصفه واصف قط الا شبه وجھه بالقمر لیلة البدر وکان عرقه فی وجھه مثل اللؤ لؤ ء. (زرقانی علی المواہب جلد۴ صفحہ ۲۲۵)

رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے بھی آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ اذا سر استنا ر وجھه حتی کانه قطعة من القمر. (بخاری شریف)

جب حضور اکرم ﷺ شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے

انه علیه الصلوٰة والسلام کان اذا سر فکان وجھه المراة التی تری فیھا صور الاشیاء وکان الجدر تلاحک وجھه ای سیری الجدر فی وجھه ﷺ .

کہ جب حضور اکرم ﷺ مسرور و خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مثل آئینے کے ہو جاتا کہ اس میں اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں آپ کے چہرہ میں نظر آجاتیں۔

مارایت احسن بشرا فی ثوبین احمرین من رسول اللہ ﷺ. (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۲۲)

میں نے سُرخ لباس میں رحمت دو جہاں سے بڑھ کر کسی کے قامت زیبا کو حسین نہیں دیکھا۔

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

حل لغات

شق (عربی) پھٹا ہوا، شگاف پڑا ہوا۔ کانپ، اسم از کانپنا، تھرتھرانا، خوف کھانا۔ رجعت (عربی) واپسی، لوٹنا۔ اعجاز (عربی) عاجز کرنا، معجزہ (کرامت) یہاں معجزہ مراد ہے۔

شرح

اے خدا کے بندو! چاند دو ٹکڑے ہوا اس کی صورت تمہارے سامنے ہے آنکھوں سے اب بھی دیکھ سکتے ہو ایسے سورج کا حال ہے کہ تھرتھرا کر پیچھے لوٹ آیا ان دونوں کا حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی قدرت کا اندازہ لگایئے کہ معجزے کیسے ہوتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہوا اور سورج لوٹ آیا۔

شق القمر اور رد الشمس

ان دونوں کے متعلق فقیر کی دو بہترین تصنیفیں ہیں۔ کفار و مشرکین اور دیگر اعدائے دین ان دونوں معجزات کے منکر تو تھے ہی افسوس ہمارے دور میں بعض اسلام کا دم بھرنے والے بھی منکر ہو گئے حالانکہ محدثین نے فرمایا یہ دونوں معجزے علاماتِ نبوت کے لئے اعلیٰ بہترین معجزے ہیں۔

علامہ مفتی عنایت احمد کاکوری علیہ الرحمۃ مصنف علم الصیغہ ودیگر تصانیف مفیدہ اپنی تصنیف الکلام المبین فی معجزات سید المرسلین صفحہ ۱۱۷ پر معجزۂ شق القمر کا واقعہ لکھ کر منکرین کے رد میں لکھتے ہیں کافروں کو کہا گیا کہ اب تم لوگوں کو قیامت کے ماننے میں مجال استبعاد نہیں رہا بڑی وجہ استبعاد قیامت کی یہ تھی کہ صورتِ عالم کا بگڑ جانا بالخصوص اجرام علویہ یعنی آسمان اور ستاروں کا پھٹ جانا تمہارے نزدیک غیر ممکن تھا سو تم نے اے اہل مکہ بچشم خود دیکھ لیا کہ ’’وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ‘‘ یعنی چاند پھٹ گیا جبکہ تم نے ہمارے پیغمبر سے درخواست کی تھی کہ کوئی معجزہ دکھائیں سو انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے دکھلا دیا یہاں تک جبلِ حراء ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں دیکھا گیا اور جب چاند کہ منجملہ اجرام علویہ ایک نیرِ نورانی ہی پھٹ گیا تو اور ستاروں کا اور آسمانوں کا پھٹ جانا اور سارے عالم کی ہیئت کا بدل جانا اور فنا ہو جانا کچھ محال نہیں پس تم پیغمبر کو جو ہمیشہ قیامت سے ڈراتے ہیں سچا سمجھو اور ان کی اطاعت اختیار کرو اور ایمان لاؤ لیکن عجب حال ہے جاہلانِ بے دین کا جو باتیں ان کے دلوں میں سما رہی ہیں اگرچہ صریح خلافِ عقل ہیں اور ان کی خوبی پر کوئی دلیل نہیں جیسے بت پرستی

ان کو بہتر جانتے ہیں ''وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً'' اور اگر دیکھتے ہیں کوئی معجزہ نمایاں جیسے پھٹ جانا چاند کا کہ بہت بڑا معجزہ ہے اور تصرف ہے اور دلیل کامل ہے اوپر صدق پیغمبر اور آنے قیامت کے ''یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا'' اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتا ہے اس کے بعد (ف) فائدہ کی لگا کر لکھا

معجزۂ شق القمر

معجزاتِ مشہورہ متواتر میں سے ہے اور قرآن مجید میں بوضوح تمام مذکور ہے اور بعض نافہم جو بنقل قولِ ضعیف مرجوح یہ کہتے ہیں کہ ''وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ'' سے مراد یہ ہے کہ قیامت کو چاند پھٹ جائے گا سو یہ قول باطل محض ہے کوئی عاقل بنظر سیاق وسباق آیت کے اس مقام پر ہرگز نہ سمجھے کہ ''اِنْشِقَاقْ'' شدہ روز قیامت مراد ہے۔ اولاً ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ'' خبر کو کہ قرب وقوع قیامت ہے۔ انشقاق قمر حالی کے ساتھ مناسبت ہے کہ دلیل ہے اوپر امکان قیامت کے جیسا کہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا نہ انشقاق قمر آئندہ کو اس واسطے کہ اس کو علاقہ ساتھ وقوع قیامت کے ہے نہ ساتھ قرب قیامت کے پس اگر منظور بیان انشقاق روزِ قیامت ہوتا تو یوں کہتے کہ آئے گی قیامت اور پھٹ جائے گا چاند جیسا کہ اہل سلیقہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ثانیاً انشق صیغہ ماضی ہے بیوجہ موجہ اس کو بمعنی مضارع ٹھہرانا بیجا ہے۔ ثالثاً وہ معطوف ہے اقتربت پر کہ وہ بھی صیغہ ماضی ہے بمعنی ماضی پس مناسبت عطف بھی مقتضی اس بات کو ہے کہ انشق سے معنی ماضی ہے مراد ہوں۔ رابعاً ''وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا'' یہ صاف دلیل ہے اس بات پر کہ اس سے ماقبل معجزہ شق القمر ہی مذکور ہے نہ انشقاق روزِ قیامت بالجملہ بے شبہ و شک اس مقام پر ذکر معجزۂ شق القمر ہے اور بنص قرآنی تحقیق اس معجزے کا ثبوت اور احادیث کے طریقہ سے یہ معجزہ بروایات معتبرہ ثابت ہے۔ جماعت اصحاب نے مثل حضرت علی اور ابن عباس اور ابن عمر اور جبیر بن مطعم اور حذیفہ بن الیمان اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس معجزہ کو روایت کیا ہے اور ان اصحاب سے جماعت کثیر تابعین نے ان سے بے شمار تبع تابعین نے روایت کی ہے اور صحیحین میں اور بہت کتب معتبرہ حدیث میں اس کی روایت ہے اور امام تاج الدین سُبکی (سُبکی منسوب ہے طرف سُبک کے بضم سین مہملہ وسکون بای موحدہ ایک قریہ ہے قرائے مصر میں (القاموس)) نے شرح مختصر ابن حاجب میں صاف لکھا ہے کہ روایت شق القمر کی متواتر ہے اور تفصیل اس کے معجزہ کی یہ ہے کہ قبل ہجرت کے مکہ معظّمہ میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور خواص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے مجتمع ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو ایمان لاؤ گے انہوں نے کہا ہاں ایمان لائیں گے آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یہ بات ہو جائے یعنی چاند آپ

کے حکم سے شق ہو جائے سو چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور آپ نے پکار کے اور ہر ایک کافر کا نام لے کر فرمایا اے فلانے اے فلانے گواہ رہو سب لوگوں نے اچھی طرح سے دیکھ لیا اور دو ٹکڑے اتنے فرق سے ہو گئے تھے کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان نظر آتا تھا کافروں نے کہا کہ یہ ان کا سحر ہے پھر ابو جہل نے کہا کہ سحر ہے تو تمہارے او پر سحر ہو گا یہ بات تو نہیں ہو سکتی کہ ساری زمین والوں پر سحر ہو اور شہر والے لوگ جو تمہارے ہاں آئیں ان سے تم حال پوچھو سو اور آفاق کے آنے والوں سے پوچھا سب نے بیان کیا کہ ہم نے بھی چاند کا شق ہونا دیکھا۔

فائدہ

بے دینوں نے اس معجزے پر دو اعتراض کئے ہیں ایک یہ کہ آسمان اور ستاروں میں خرق والتیام محال ہے پھر چاند کیسے پھٹ گیا اور دوسرا یہ کہ اگر یہ امر واقع ہوتا تو اور اقالیم کے لوگ بھی دیکھتے اور اپنی تواریخ میں نقل کرتے سو یہ دونوں اعتراض بیہودہ ہیں۔

اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ موافق مذہب اہل اسلام کے آسمان اور ستاروں میں خرق اور التیام ہرگز محال نہیں قیامت میں آسمان اور ستارے سب پاش پاش ہو جائیں گے چنانچہ نصوص قطعیہ آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی اس باب میں بے شمار وارد ہیں اور موافق قواعد حکمت کے بھی یہ بات باطل ہے حکمائے انگلستان نے جو فیساغورس کی بہات کی کمال تشریح اور توضیح کی ہے۔ صاف ثابت کیا ہے کہ سب ستارے کثیف مثل زمین کے ہیں اور سب قابل کون و فساد اور خرق والتیام کے ہیں اور حکماء مشائین نے جن کا مذہب امتناع خرق والتیام فلکیات ہے کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں کی کہ سب کواکب میں فرق والتیام نہیں ہو سکتا بلکہ صرف فلک الافلاک کی امتناع خرق والتیام افلاک پر دلیل کہ ان کے اصول بے سرو پا پر مبنی ہی قائم کی ہے چنانچہ صدر شیرازی ی فی شرح ہدایۃ الحکمۃ میں دو جگہ یہ بات ذکر کی ہے پس چاند کا امتناع خرق مذہب مشائین کے بھی ثابت نہیں اور دوسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ یہ بات غلط ہے اور اقالیم والوں نے نہیں دیکھا اور نقل نہیں کیا زمانہ وقوع میں کافرانِ قریش اور اہل اقالیم سے جو حال شق القمر کا دریافت کیا تو سب نے مشاہدہ اس کا بیان کیا چنانچہ کتب معتبرہ احادیث میں مذکور ہے اور تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ملیبار کے ایک راجہ نے مسلمانوں کی زبانی قصہ شق القمر کا سنا اور اپنے برہمنوں سے اُن سالوں کے حالات میں کہ جو زمانہ رسول اللہ ﷺ کا تھا اس قصے کو تلاش کرایا سو برہمنوں نے کتابوں میں دیکھ کر اس کی تصدیق کی اور وہ راجہ مسلمان ہو گیا اور سوانح الحرمین میں لکھا ہے کہ شہر دہار کہ متصل دریائے چنبل صوبہ مالوہ میں واقع ہے وہاں کا راجا اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا یکبارگی اُس

نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اُس نے اپنے ہاں کے پنڈتوں سے استفسار کیا انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پیغمبر عرب میں پیدا ہوں گے ان کے ہاتھ پر معجزۂ شق القمر ظاہر ہو گا چنانچہ راجہ نے ایک ایلچی حضور اکرم ﷺ کے حضور بھیجا اور ایمان لایا اور آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور قبر اُس راجہ کی اس شہر کے باہر اب تک زیارت گاہ ہے فقط اور مولانا رفیع الدین صاحب نے اپنے رسالہ شق القمر میں بھی اسی قصے کو تاریخ فضلی سے نقل کیا ہے اور نام اس راجہ کا راجہ بھوج لکھا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ معجزہ بوقت شب بہت رات گئے واقع ہوا تھا اور تھوڑی دیر تک ٹھہرا تھا یہاں تک کہ حاضرین نے اُسے بخوب وجہ مشاہدہ کر لیا کچھ پہر دو پہر نہیں ٹھہرا تھا اور عادت لوگوں کی یہ ہے کہ رات میں مسقّف مکان بیٹھتے ہیں اور ہر شخص کی نگاہ آسمان پر نہیں ہوتی اور مانند خسوف اور کسوف کے پہلے اس امر کا انتظار بھی نہیں تھا کہ لوگ خیال رکھتے اور چاند کو دیکھا کرتے اور بہت سی جگہ پر چاند اس وقت تک موافق قاعدۂ ہیات کے نکلا بھی نہ ہو گا یعنی اس وقت وہاں دن ہو گا اور بہت شہروں میں اس وقت چاند ابر میں اور برف میں چھپا ہو گا پس اکثر اہل اقالیم کا اس معجزے کو نہ دیکھنا اور اپنی کتابوں میں نقل نہ کرنا موجب تکذیب اس معجزے کا نہیں ہو سکتا۔ توریت میں لکھا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب ٹھہر گیا اس قصے کو بھی کسی اہل تواریخ نے نقل نہیں کیا حالانکہ وہ معاملہ دن کا تھا پس جس طرح اُس کی نقل نہ کرنے سے اُس کی تکذیب لازم نہیں آتی اسی طرح معجزۂ شق القمر کو اگر اور اہل تواریخ نے نقل نہیں کیا تو اس سے تکذیب اس معجزے کی لازم نہیں آتی بلکہ اس میں عدم لزوم تکذیب کا بسبب ہونے معاملہ شب کے بطریق اولیٰ ہے۔

فائدہ

مولانا رفیع الدین صاحب کا ایک رسالہ ہے دفع اعتراضات معجزۂ شق القمر میں اس میں بہت شرح وبسط سے شبہات منکرین کو دفع کیا ہے اور ہم نے جس قدر بیان کیا یہ بھی کافی ہے۔

فائدہ

یہ جو مشہور ہے کہ چاند کا ایک ٹکڑا زمین پر آیا اور حضور اکرم ﷺ کے گریبان میں گھس کر آستین میں ہو کے نکل گیا یہ محض بے اصل ہے۔ اکابر محدثین نے تصریح کی ہے یہ بات کسی سند سے ثابت نہیں صحیح اس قدر ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور دونوں ٹکڑے علیحدہ بہت فرق سے ہو گئے کہ ان کے درمیان میں سے جبلِ حرا نظر آتا تھا۔

ردالشمس

امام طحاوی اور طبرانی نے اسمائے بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ موضع صہبا میں کہ ایک موضع کا نام ہے متصل خیبر کے تشریف رکھتے تھے اور آپ پر وحی نازل ہوئی اور سر مبارک حضرت علی کے زانو پر تھا اور آپ سو گئے اور حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تب آپ بیدار ہوئے آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھ لی اُنہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ الٰہی یہ علی تیری طاعت میں اور تیرے رسول کی طاعت میں مشغول تھے آفتاب کو پھیر لا۔ اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ آفتاب نکل آیا یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پڑی۔

فائدہ

حدیث ردالشّمس کو اگرچہ ابن جوزی نے جو موضوعات میں لکھا ہے مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن جوزی کا اعتراض اس پر غلط ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اس حدیث کے بیان میں تصنیف کیا ہے اس کا نام ہے کشف اللبس فی حدیث ردالشّمس اور طرق اس حدیث کی باسانید کثیرہ بیان کی ہیں اور اس حدیث کی صحت کو بدلائل قویہ ثابت کیا ہے۔

فائدہ

اسماء بنت عمیس بعین وسین بروزن زبیر صحابیہ ہیں۔ اول حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں بعد اُن کے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سے ان کی اولاد ہوئی اور باپ ان کے عمیس بن سعد بھی صحابی ہیں۔ (التقریب وقاموس)

منکرین معجزۂ رد الشمس

چونکہ دورِ سابق میں اس معجزہ کے منکرین اعدائے دین تھے ان کا رد علمی لحاظ سے خوب ہو چکا۔ ہمارے دور میں مودودی نے انکار کیا اور اس کے پاس کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ ابن تیمیہ و ابن الجوزی کا سہارا لیا اور ان دونوں نے صرف اتنا کہا کہ ردالشّمس کی حدیث موضوع ہے ان کے اس غلط دعویٰ کی بھی علمائے محققین نے خوب خبر لی اس لئے کہ یہ حدیث امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سند سے مروی ہیں اور حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

حدیثان ثابتان و رواتهما ثقات. (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۲۸۴)

یعنی اس حدیث پاک کی دونوں سندیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں معتبر ہیں۔

ایماندار کے لئے اتنا ہی کافی ہے جس کلمہ گو کے دل میں رسول اکرم ﷺ کی محبت کا کچھ بھی حصہ ہے اس کے اطمینان کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس حدیث پاک کو امام طحاوی جیسے جلیل القدر اور حضرت قاضی عیاض جیسے حافظ حدیث جن کی جلالتِ شان اور علوم مرتبت کا اقرار مخالفین کو بھی ہے وہ فرمائیں کہ حدیث ثابت ہے اس کے راوی معتبر ہیں کیا ایماندار کے لئے یہ کافی نہیں ہے حالانکہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے

الا یمان یقطع الا نکار والاعتراض ظاھراً وباطناً. (روح البیان جلد۲ صفحہ ۲۸۷)

ایمان انکار کی ظاہری باطنی جڑ اکھیڑ دیتا ہے۔

ردالشّمس کے معجزہ کے منکرین اور مودودی کے رد میں فقیر نے رسالہ لکھا ہے ''معجزہ ردالشّمس'' اس کا مطالعہ فرمایئے۔

نوٹ

شہاب ثاقب کا ٹوتے رہنا کیا یہ اجرام نیکی کے خرق والتیام پر دال نہیں؟ یوں بھی کہ ''وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ'' تمہارا رزق آسمان میں ہے کھاتے زمین پر ہو اور ہے وہ آسمان میں۔ جب روحانی طور پر خرق التیام کو رزق کے سبب مانا جائے گا تو ظاہراً بھی تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ہے تو خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

شرح

اس شعر کے مصرعہ اول میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام کمالات حضور اکرم ﷺ کے کمالات کا ظل تھے وہ اپنے اپنے وقت میں کمالات دکھاتے رہے۔ جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ان سب کے کمالات آپ کے کمالات میں ایسے پوشیدہ ہو گئے جیسے سورج کے آنے پر ستارے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام احمد قسطلانی شارحِ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

اندرج فی نورہٖ کل نور والطوی تحت منشور آیۃ کل آیۃ بغیرہٖ ودخلت الرسالات کلھا فی سلب نبوۃ والنبوات تحت لواء رسالۃ. (مواہب لدنیہ جلد۱ صفحہ ۳۷۹)

نورِ محمدی میں تمام نور مندرج ہو گئے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات وآیات حضور اکرم ﷺ کے دفتر آیات میں لپٹ

گئے اور تمام رسالتیں سلب نبوۃ مصطفویہ میں آئیں اور تمام نبوتیں لوائے رسالت محمدیہ میں داخل ہوگئیں۔

فائدہ

حضور فضل وشرف کے سورج اور حسن وخوبی کے چاند ہیں اسی فضل کے سورج سے نور لے کر تمام انبیاءِ کرام چمکے ہیں یعنی حضور اصل ہیں اور سارے انبیاء فرع ہیں۔آپ سورج ہیں اور رسل تارے ہیں

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا　　　　نیرِ نور ہو تم سارے رسل تارے ہیں

جس طرح ستارے آفتابِ نور لے کر دمکتے ہیں لیکن کب چمکتے ہیں جبکہ آفتاب چھپا ہو اسی طرح تمام انبیاءِ کرام اسی آفتابِ فضل سے نور لے کر چمکے اور اس وقت تک چمکتے رہے جب تک کہ آفتابِ نبوت کے نیرِ اعظم نے صحنِ عالم میں قدم نہ رکھا

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی　　　　چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

حوالہ جات

علامہ قسطلانی شارحِ بخاری میں فرماتے ہیں

فجميع ماظهر علىٰ ايدى الرسل عليهم السلام من الانوار فانما من نوره الفائض

(مواہب جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

انبیاءِ کرام ورسلِ عظام سے معجزات ظاہر ہوئے وہ سب حضور کے فیض کا ظہور تھا۔

علامہ مرزوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں سب سے اول جو فیضانِ نورِ محمدی ظاہر ہوا وہ پیشانی آدم علیہ السلام میں ہوا جبکہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر تعلیمِ اسماء فرمائی اور مقام جوامع الکلم محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے نوازا اور حضرتِ آدم نے ملائکہ پر وہ علمِ الٰہی ظاہر کیا حتی کہ مخلوقِ الٰہی کا ظہور ہوا اور اصلاب وانساب بدلتے بدلتے زمانہ سید المرسلین آیا۔

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

وكلهم من رسول الله ملتمس　　　　غرفا من البحر او رشفا من الديم

تمام پیغمبرانِ عظام علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کے دریائے معرفت سے پانی کے چلو یا قطرۂ آب کے ملتمس ہیں۔

قرآن مجید

یہ مضمون قرآن مجید کی آیۃ ذیل سے مؤید ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْہَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پارہ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۸۱،۸۲)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

انبیاء علیهم السلام کی نبوت ہمارے نبی ﷺ کے طفیل

شرح مواہب لدنیہ میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا نور پیدا ہوا اور اس نور سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے انوار ظاہر فرمائے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور کو حکم فرمایا کہ ان انوار کی طرف نظر کرم فرمائیں جب آپ کے نور نے ان انوار پر نظر ڈالی تو وہ تمام انوار ماند پڑ گئے۔ عرض کی یا اللہ یہ کس کا نور ہے اگر اس پر ایمان لاؤ گے تو مرتبۂ نبوت پاؤ گے سب نے عرض کی ہم ان کی نبوت پر ایمان لائے۔

فائدہ

اس روایت کی تائید مذکورہ بالا آیۃ کے علاوہ تفسیر ابن جریر میں ہے امام طبری وغیرہ محدثین اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ

لم یبعث اللہ من اٰدم ومن دونہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد ﷺ لئن بعث وھو حتی لیومنن بہ ولینصرنہ ویا خذ العھد بذلک علی قومہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اسی مضمون کا عہد لے چنانچہ اُس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نشر مناقب و ذکر مناصب حضور اکرم ﷺ سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مجالس و محافل کو حضور کی یاد و مدح زیب و زینت دیتے اور اپنی

امتوں سے حضور پُرنور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رسان حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ اللہ "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کہتا تشریف لایا۔

اے بلا بے خردی کفار رکھتے ہیں ایسے کے حق میں انکار
کہ گواہی ہو گر اس کو درکار بے زبان بول اُٹھا کرتے ہیں

حل لغات

بلا، مصیبت، دکھ۔ بے خردی، بے عقلی۔

شرح

کفار بے عقلی کی مصیبت میں مبتلا ہیں کہ ایسے محبوب کل ہادیٔ سبل ﷺ کے متعلق انکار کر رہے ہیں کہ آپ کو اگر گواہی کی ضرورت ہو تو بے زبان چیزیں بول اُٹھتی ہیں۔

معجزات ھی معجزات

اس شعر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ صرف ایک مصرعہ کے اندر ہزاروں معجزات کی طرف اشارہ فرما دیا ہے گویا دریا درکوزہ کی مثال کو سچ کر دکھلایا ہے۔

بے زبان بول اُٹھیں

اس جملہ میں اربعہ عناصر اور حیوانات، نباتات، جمادات، اشجار و احجار و جبال وغیرہ سب شامل ہیں اور ہر ایک جنس کے سینکڑوں معجزات کتب سیر و احادیث میں مذکور ہیں بلا ترتیب مشتے نمونہ خروار ملاحظہ ہو۔

جبال واحجار واشجار

ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ مکے میں تھا آپ بعض اطرافِ مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا جو پہاڑ یا درخت سامنے آیا وہ یہ کہتا تھا "السلام علیک یا رسول اللہ"

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ایک پانی کے کنارے پر تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابوجہل آیا اور کہا اگر تم سچے ہو پس اس پتھر کو بلاؤ جو پانی کے دوسرے کنارے پر ہے۔ پتھر پانی پر تیرتا آئے اور ڈوبے نہیں اور نبی کریم ﷺ نے اس پتھر کی طرف اشارہ کیا تو پتھر اپنی جگہ سے اکھڑا اور پانی پر تیرتا ہوا بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ پتھر نے بآواز بلند کلمۂ شہادت پڑھا حضور اکرم ﷺ نے عکرمہ سے

فرمایا اتنا ہی کافی ہے یا اور کچھ تو اس نے کہا یہ اپنی جگہ پر واپس چلا جائے۔ آپ نے اشارہ فرمایا اور وہ پتھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ (انوارِ محمدیہ)

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں چلا یہاں تک کہ ایک چوڑے میدان میں اُترے۔ حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کو تشریف لے گئے وہاں کوئی چیز نہ پائی جس کی آڑ میں قضائے حاجت کریں دو درخت نظر آئے اس وادی کے کنارے حضور اکرم ﷺ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا کہ میری فرمانبر داری کر وہ درخت آپ کے ساتھ ہولیا جس طرح اونٹ مہار پکڑ نے والے کے ساتھ ہولیتا ہے بعد اس کے دوسرے درخت کے پاس آپ تشریف لے گئے اور اس کی بھی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا کہ بحکم خدا میری اطاعت کر وہ بھی ساتھ ہولیا پھر ان دونوں کو اس جگہ پر ٹھہرایا جو بیچا بیچ مسافت کا درمیان ان دونوں کے درختوں کے تھا اور فرمایا کہ دونوں مل جاؤ بحکم خدائے تعالیٰ وہ دونوں درخت مل گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیٹھا دل میں کچھ خیال کرتا تھا اور اُدھر سے میری نگاہ علیحدہ ہوگئی پھر میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے آتے ہیں اور وہ دونوں درخت علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ جا کر کھڑے ہوئے۔

دارمی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ہم جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک اعرابی آیا جب وہ قریب ہوا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کا شریک کوئی نہیں اور محمد (ﷺ) بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اس نے کہا اس پر آپ کی کون گواہی دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ درخت اور اس درخت کو آپ نے بلایا اور وہ اس میدان کے کنارے پر تھا وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہوا آپ نے اس سے تین بار گواہی چاہی اُس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ سچے ہیں پھر اپنی جگہ کو چلا گیا۔

ایک بدو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں کیسے جانوں کہ آپ پیغمبر ہیں آپ نے فرمایا اگر میں اس درخت خرما کے خوشہ کو بلاؤں وہ گواہی دے گا کہ میں رسول خدا ہوں پھر آپ نے اُس خوشے کو بلایا وہ درخت دور سے جھکتا ہوا آیا یہاں تک کہ آپ کے پاس گرا اور اس نے آپ کی نبوت کی گواہی دی پھر آپ نے اس سے فرمایا پھر جا وہ اپنی جگہ پر پھر گیا اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

بزار نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کیا آپ نے فرمایا کہ تو اس درخت سے جا کے کہہ کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بلاتے ہیں اس اعرابی نے جا کر کہا تو اس درخت نے اپنے دائیں بائیں اور

آگے اور پیچھے حرکت کی اور زمین کو چیرتا ہوا اور اپنی جڑوں کا گھسیٹتا ہوا جھپٹتا ہوا آپ کے سامنے آکے کھڑا ہوا اور کہا ''السلام علیک یارسول اللہ'' اعرابی نے کہا آپ اسے اجازت دیجئے کہ اپنی جگہ پر چلا جائے آپ نے پھر جانے کا حکم دیا وہ پھر گیا اور جڑیں اُس کی پھر زمین میں گھس گئیں اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کے لئے سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے پھر اُس نے کہا کہ اگر اجازت دیجئے تو میں آپ کے پاؤں چوموں آپ نے اجازت دی اور اُس نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک چومے۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بزرگ دیندار کی تعظیم کے واسطے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے اگر براہ محبت دینی ہو چنانچہ امام نووی نے اپنی کتاب اذکار میں لکھا ہے۔

بیہقی اور ابو یعلی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک سفر جہاد میں فرمایا کہ کہیں قضائے حاجت کے لئے جگہ ہے میں عرض کیا کہ اس میدان میں آدمیوں کی کثرت سے کوئی ٹھکانا نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھو کہیں درخت یا پتھر ہیں میں نے عرض کیا کہ یہاں آس پاس میں درخت ہیں آپ نے فرمایا درختوں کو کہہ کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ اور پتھروں سے بھی اسی طرح کہو میں نے جاکے کہا قسم خدا کی میں نے دیکھا ان درختوں کو کہ قریب ہو کے ایک جگہ ہو لئے اور پتھر مل کے مثل دیوار کے ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے پیچھے ان کے بیٹھ کر قضائے حاجت کی جب آپ فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ علیحدہ ہو جائیں میں نے کہہ دیا قسم خدا کی دیکھا میں نے ان پتھروں کو اور درختوں کو جدا ہو کے اپنی اپنی جگہ پر ہو گئے۔

امام احمد اور بیہقی اور طبرانی نے یعلی ابن سیابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو ضرورتِ قضائے حاجت کی ہوئی آپ نے چھوہارے کے دو چھوٹے درختوں کو حکم کیا وہ دونوں مل گئے آپ نے قضائے حاجت فرمائی۔

صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب جن حضور اکرم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کون گواہی دیتا ہے کہ آپ رسولِ خدا ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ درخت اس کے بعد آپ نے اس کو بلایا کہ اے درخت چلا آ تو وہ درخت اپنی جڑوں کو گھسیٹتا ہوا چلا آیا اور آکر اس نے آپ کی

رسالت کی گواہی دی۔

بیہقی اور ابونعیم نے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ رکانہ پہلوان نے جب حضور اکرم ﷺ سے معجزہ طلب کیا آپ نے ایک درخت سمرہ کو کہ آپ سے قریب تھا فرمایا کہ ادھر آ بحکم خدا وہ درخت آ کر آپ کے سامنے کھڑا ہوا بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ پھر جا وہ درخت پھر گیا اس کے بعد رکانہ پہلوان کا مفصل واقعہ ہے۔

مسلم اور ابوداؤد نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا شریر جو کوئی باغ میں جاتا اُس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لئے جھپٹتا آپ نے اُسے بلایا اور وہ آیا اور اُس نے آپ کے لئے سجدہ کیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا کہ جتنی چیزیں آسمان وزمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسولِ خدا ہوں سوائے نافرمان جن وانس کے۔

فائدہ

حدیث ہذا حضرت ابو ہریرہ اور جابر بن عبداللہ اور یعلی بن مرہ اور عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بطریق متعددہ مروی ہے اور محدثین میں سے مسلم اور ابوداؤد اور ابونعیم اور بیہقی اور حاکم اور امام احمد اور دارمی اور بزار نے اپنے اپنے طریقے سے روایت کی ہے۔(نسیم الریاض)

طبرانی اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک جنگل میں تھے ایک ہرنی نے آپ کو پکارا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے پھر کے دیکھا کہ ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے اور ایک اعرابی وہاں سو رہا تھا آپ نے ہرنی سے پوچھا کہ کیا ہے اُس نے کہا کہ مجھے اس اعرابی نے شکار کیا ہے اور میرے اس پہاڑ میں دو بچے ہیں آپ مجھے چھوڑ دیں میں انہیں دودھ پلا کے پھر آؤں گی۔ آپ نے فرمایا کہ تو بیشک پھر آئے گی اس نے کہا کہ ہاں بیشک پھر آؤں گی آپ نے اُسے کھول دیا۔ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کے پھر آ گئی آپ نے اُسے پھر باندھ دیا بعد اس کے وہ اعرابی جاگا اور حضور اکرم ﷺ کو وہاں دیکھا اُس نے عرض کیا کہ کچھ آپ کو ارشاد فرمانا ہے جو آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تو اس ہرنی کو چھوڑ دے اس نے چھوڑ دیا ہرنی وہاں سے چلی اور کہتی تھی

اشھدان لاالہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ

فائدہ

یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے لہٰذا ابن حجر نے اسے صحیح کہا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بھیڑیا ایک چرواہے کی بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا چرواہے نے جھپٹ کر بکری اُس سے چھڑالی وہ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے چرواہے سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے جو رزق دیا تھا وہ تو نے مجھ سے چھڑوالیا۔ چرواہے نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے ایسی بات میں نے کبھی نہیں دیکھی کہ بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا کہ اس سے زیادہ تعجب کی بات ہے کہ ان چھوہارے کے درختوں میں درمیان پتھریلی زمین کے ایک شخص تمہیں اگلی پچھلی باتوں کی خبر دیتا ہے یعنی جنابِ رسول اللہ ﷺ مدینے میں کہ نخلستان ہے اور درمیان دو سنگستان کے واقع ہے۔ احوالِ گزشتہ اور اخبار آئندہ بیان فرماتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے اس نے سارا قصہ بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔ (شرح السنۃ)

طبرانی اور بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ ایک بار اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے ایک اعرابی آیا اس نے اس ایک سوسمار کو شکار کیا تھا اُس نے اصحابِ پیغمبر خدا ﷺ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اصحابِ پیغمبر نے کہا یہ پیغمبر خدا ہیں۔ اُس نے کہا کہ قسم ہے لات و عزیٰ کی تم پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ سوسمار ایمان نہ لائے اور اس سوسمار کو آپ کے روبرو ڈال دیا۔ آپ نے اس سوسمار کو پکارا کہ اے سوسمار اس نے فصیح صاف کہ سب لوگوں نے سنا جواب دیا کہ میں حاضر ہوں اور تابعدار ہوں اے زینت ان لوگوں کی جو قیامت میں موجود ہوں گے آپ نے پوچھا کہ تو کس کی عبادت کرتا ہے اس نے کہا کہ اُس خدا کی جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اُس کا حکم ہے اور دریا میں اُس کی بتائی ہوئی راہ ہے اور بہشت میں اس کی رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ آپ نے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اُس نے کہا کہ آپ رسول ہو پروردگارِ عالم کے اور خاتم النبیین ہو جو کوئی آپ کی تصدیق کرے اُس نے فلاح پائی اور جو کوئی آپ کی تکذیب کرے وہ محروم رہا۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا آپ نے اُسے اسلام کی تعلیم دی واپس پہنچا تو اس کی تمام قوم مسلمان ہو گئی۔

اپنے مولیٰ کی بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

شرح

ہمارے آقا و مولیٰ، امام الانبیا ﷺ کی بہت بڑی شان ہے کہ جانور بھی آپ کی تعظیم کرتے ہیں، پتھر آپ کو ادب سے سلام عرض کرتے ہیں اور درخت تو سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اس شعر میں بھی بے شمار معجزات کو بیان فرمایا گیا ہے مثلاً

(۱)تعظیم جانوران　　(۲)احجار کا باادب ہو کر سلام کرنا　　(۳)درختوں کا سجدہ ریز ہونا

ان تینوں کے واقعات جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم تصنیف تیار ہو جائے گذشتہ شعر کی شرح میں بلا ترتیب چند معجزات عرض کردیئے یہاں ان تینوں کے نمونے ملاحظہ ہو

تعظیم جانوران

سیدنا یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین چیزیں حضور اکرم ﷺ سے دیکھیں ہم ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے چلے جاتے تھے ایک اونٹ اب کش پر گذرے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کر اونٹ نے اپنے گلے میں آواز کی اور گردن زمین پر رکھی آپ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے۔اونٹ کا مالک حاضر ہوا اُس سے آپ نے کہا کہ اس اونٹ کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو اُس نے کہا کہ ہم اس اونٹ کو ویسے ہی آپ کی نذر کرتے ہیں مگر یہ اونٹ ان لوگوں کا ہے جن کے سارے گھر کی معاش اُسی پر ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم اس اونٹ کا یہ حال بیان کیا تو میں اسے نہیں لیتا مگر اس نے مجھ سے شکایت کی ہے اس بات کی کہ محنت اس سے زیادہ لی جاتی ہے اور دانہ چارہ اسے کم ملتا ہے تم اسے اچھی طرح رکھو۔(دوسری بات باب الاشجار میں آئے گی)ان شاء اللہ

حاکم اور طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ پانچ یا چھ یا سات اونٹ عید کے دن حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں قربانی کے واسطے لائے گئے سب وہ اونٹ آپ کی طرف کو جھپٹے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ مجھے پہلے قربان کریں۔

درخت سجدہ کریں

یعلی کہتے ہیں کہ پھر ہم آپ کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ایک جگہ اُترے حضور ﷺ سو رہے تھے ایک درخت زمین چیرتا ہوا آپ کے قریب آیا یہاں تک کہ آپ کو ڈھانپ لیا پھر اپنے مقام کو چلا گیا۔جب حضور ﷺ جاگے میں نے اس درخت کا حال بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُس درخت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی کہ رسول اللہ ﷺ پر سلام کرے اللہ تعالیٰ نے اُسے اجازت دی تو وہ میرے سلام کو آیا تھا۔

فائدہ

حدیث مذکور کا آخری مضمون یہ ہے کہ یعلی فرماتے ہیں کہ ہم وہاں چل پڑے تو ایک ندی پر گزر ہوا۔وہاں ایک عورت اپنے بیٹے کو لائی جسے جنون تھا۔حضور اکرم ﷺ نے اس کے نتھنے کو پکڑ کر فرمایا نکل جا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔پھر ہم لوگ چلے گئے جب اس سفر سے پھرے اور پھر اس ندی پر پہنچے اُس عورت سے آپ نے اس کے بیٹے کا

حال پوچھا اُس نے کہا کہ قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اس دن سے ہم نے اُس لڑکے میں کچھ بھی آثار مرض کے نہیں دیکھے۔

انتباہ

صرف حدیث شریف کی تکمیل کے لئے مذکورہ بیان درمیان میں آ گیا ہے اسی لئے موضوع اگرچہ تبدیل ہوا لیکن کمالات مصطفیٰ ﷺ کے لئے تو موضوع نہ سہی موزوں تو ہے۔

تسلیم الحجر

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

انی لا عرف حجرا بمکۃ کان یسلم علی قبل ان ابعث انی لا عرف الان. (مشکوۃ باب علاماتِ نبوت)

میں مکہ اس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب میں غارِ حرا سے واپس ہوا تو

جعلت لا امر بحجر و لا شجر الا قال السلام علیک یارسول اللہ

یعنی میں جس درخت اور پتھر سے گزرتا تھا وہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

(مرقات شرح مشکوۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۴)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ گردونواح جاتے تو

فما استقبلہ جبل و لا شجر الا وھو یقول السلام علیک یارسول اللہ (مشکوۃ شریف)

جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا وہ کہتا سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول

ایک مرتبہ حضور ﷺ دریا کے کنارے کھڑے تھے کہ عکرمہ بن ابی جہل وہاں آیا اور کہنے لگا کہ آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلایئے جو دریا کے پار پڑا ہے وہ پانی پر تیرتا آئے اور ڈوبے نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پتھر کو اشارہ کیا وہ اپنی جگہ سے ہلا اور پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ آپ نے عکرمہ سے فرمایا کیا تجھے اتنا ہی کافی ہے اس نے کہا کہ اب یہ اپنی جگہ پر لوٹ جائے آپ نے اس پتھر کو پھر اشارہ کیا وہ اپنی جگہ

لوٹ کر چلا گیا۔ (جواہر البحار جلد ا صفحہ ۱۷۶)

پڑھا ہے زبانوں نے کلمہ تمہارا   ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمد خدا تیری ہی مدح وثنا کرتے ہیں

حل لغات

رفعت (عربی) بلندی۔ چرچا (اردو) ذکر، گفتگو، شہرہ، بحث۔ مرغِ فردوس، جنت کے فرشتے۔

شرح

ذکر کی بلندی صرف آپ کا ہی حصہ ہے دونوں عالم میں صرف آپ کا ذکر اور شہرت ہے جنت کے فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد آپ کی ہی مدح وثنا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (پارہ ۳۰، سورۃ الم نشرح، آیت ۴)

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

احادیث مبارکہ

امام ابو نعیم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اکرم ﷺ نے جبریل امین سے اس آیت کے متعلق استفسار فرمایا یعنی یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ذکر کیسے بلند فرمایا۔ جبریل نے عرض کی

اذا ذکرت ذکرت معی. (خصائص جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر ہو گا۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ جہاں ذکر خدا ہے وہاں ذکر مصطفیٰ بھی ہے۔ ذکر خدا ذکر مصطفیٰ کے بغیر بیکار ہے۔

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو   واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

رفع اللہ ذکر ہ فی الدنیا و الاخرۃ فلیس خطیب ولا متشھد ولا صاحب صلوٰۃ الا وھو ینادی

اشهد ان لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ. (خصائص جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

اللہ عزوجل نے حضور کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا ہے کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے والا ایسا نہیں ہے جو شہادت الوہیت کے ساتھ شہادتِ رسالت ادا نہ کرے۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں ہے نامِ الٰہی سے ملا نامِ محمد ﷺ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل نے آکر عرض کی کہ رب عزوجل فرماتا ہے

قربت اسمک مع اسمی فلا اذکر فی موضع حتی تذکر معی

یعنی ہم نے آپ کے نامِ نامی کو اپنے نام سے ملایا پس نہ ذکر کئے جائیں گے ہم کسی جگہ یہاں تک کہ آپ ہمارے ساتھ ذکر کئے جائیں۔

چنانچہ یہی دونوں جہاں میں معمول فرمایا گیا کہ جہاں اللہ کا نام ہے وہاں اُس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کا نام ہے جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں اُس کے پیارے حبیب کا ذکر ہوتا ہے کوئی کلمہ گو، کوئی نمازی، کوئی متشہد، کوئی مؤذن وخطیب ایسا نہیں جو اللہ کے نام اور اللہ کے ذکر کے ساتھ اس کے پیارے حبیب کا ذکر نہ کرتا ہو۔ پنج وقتہ اذان و اقامت ونماز و کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت و خطبہ غیرہ اشیاء میں سوائے تین مقام عطسہ و ذبیحہ و آخر اذان کے سب جگہ برابر اللہ کے نام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا نام پکارا جاتا ہے اور اللہ کا ذکر کرکے حضور اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے

خطبوں میں نمازوں میں اقامت میں اذان میں ہے نام سے اللہ کے ملا نامِ محمد (ﷺ)

تمام آسمان حتیٰ کہ عرشِ معلٰی اور تمام جنتیں اور ان کی اشیاء حور غلمان، اشجار اثمار در و دیوار سب پر حضور اکرم ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی منقوش وکندہ ہے گویا یہ دلیل اس امر کی ہے کہ یہ سب اشیاء ملک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور حضور سب کے مالک ومختار ہیں۔ بزار ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرمایا حضور اکرم ﷺ نے جب میں آسمان پر بلایا گیا تو میں کسی آسمان پر نہ گذرا مگر اس پر کلمہ طیبہ ”لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ منقوش پایا۔

طبرانی وغیرہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ سے جب آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ میری خطا کو صدقہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بخش دے فرمایا تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی تو میں نے سر اُٹھایا

فرایت علی قوائم العرش وفی روایۃ فی کل موضع من الجنۃ مکتوبا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فعلمت انه کرم خلقک علیک

تو عرش کے پایوں پر اور جنت کے ہر گوشہ پر ”لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہﷺ“ لکھا پایا پس جان لیا کہ وہ تیری بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہے۔

انگلیاں پائیں وہ پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غمخواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

حل لغات

تشنے،تشنہ کی جمع ہے بمعنی پیاسہ وخواہش مند۔سیراب، پانی سے بھرا ہوا،بھرپور، پھولا پھلا۔

شرح

پائے ناز کی انگلیاں مبارک ایسی پیاری ہیں جن سے کرم کے دریا بہہ رہے ہیں جب آپ کی غمخواری جوش میں آتی ہے تو پیاسے سیراب ہو جاتے ہیں۔

معجزاتِ آب

فقیر نے اسی شرح حدائق میں متعدد مقامات پر ایسے معجزات کو تفصیل سے لکھا ہے لیکن یہاں بھی تبرکاً عرض ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاکﷺ کے ہمراہ تھا کہ نمازِ عصر کا وقت آ گیا اور ہمارے پاس سوائے تھوڑے بچے ہوئے پانی کے اور پانی نہ تھا وہی ایک برتن میں ڈال کر رسولِ اللہﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھ کر انگلیاں اس پر پھیلا دیں اور فرمایا اے اللہ کی برکت وضو کرنے والوں پر اپنا سایہ ڈال۔میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے ابل رہے ہیں اور لوگ وضو کر رہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں۔میں نے بھی جس قدر میرے پیٹ میں آیا بھر لیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ برکت ہے (سالم شاگرد جابر کہتے ہیں) میں نے پوچھا آپ اس روز کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

(بخاری شریف جلد۲صفحہ۳۲۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی گئی یارسول اللہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں اور پئیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے پس حضور اکرمﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈال دیا

(جو آپ کے پاس تھا) تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام نے پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ (بخاری شریف)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسرے مقام پر فرمایا

پنجۂ مہر عرب جس سے دریا بہہ گئے — چشمۂ خورشید میں تو نام کو نم نہیں
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں — انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

حبیب اللہ وکلیم اللہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب پانی کا مطالبہ کیا تو آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے پتھر پر عصا مارا تو پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بے شک پتھروں سے پانی نکلنا موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے لیکن ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پتھر زمین کی ایک قسم ہے اور پہاڑی زمینوں سے اکثر چشمے پھوٹتے رہتے ہیں۔ آج بھی پہاڑوں کو جا کر دیکھا جا سکتا ہے کہ چاروں طرف پتھر ہیں اور درمیان سے صاف شفاف پانی کا چشمہ جاری ہے۔ گوشت پوست خون اور ہڈیوں میں صاف شفاف پانی کا نکلنا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضور اکرم ﷺ کے عہد تک کسی آنکھ نے یہ کمال نہ دیکھا اگر دیکھا تو حضور اکرم ﷺ نے یہ عظیم و عجیب و غریب معجزہ دیکھا بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام کی پیاس بجھانے اور ان کی وضو وغیرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔

آبِ زم زم

آبِ زم زم بڑا متبرک اور پاکیزہ پانی ہے اس پانی میں دو خصوصیتیں ہیں یہ پیاس بھی بجھاتا ہے اور بھوک بھی دور کرتا ہے۔ دنیا کے اور کسی پانی کو یہ شرف حاصل نہیں یہ پانی اتنا برکت والا ہے کہ ہر مومن اس کے پینے کا متمنی اور خواہش مند ہے اور دوسرے تمام پانیوں پر اس پانی کو ترجیح دیتا ہے مثلاً ایک مسلمان کو شدت سے پیاس لگی ہوئی ہو اور اُس کے سامنے ایک طرف آبِ زم زم کا پیالہ اور دوسری طرف روح افزاء کی بوتل رکھ دی جائے تو عقل کہے گی کہ روح افزاء کی بوتل پی کر پیاس بجھاؤ لیکن عشق کہے گا نہیں آبِ زم زم سے سیراب ہو جاؤ۔ عقل کہے گی کہ روح افزاء رنگ والا ہے اس میں کیف و سرور کی مستی ہے بڑا خوش ذائقہ ہے عشق کہے گا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آبِ زم زم میں وہ رنگ اور وہ مزہ نہیں جو روح افزاء میں ہے لیکن ذرا یہ تو دیکھ کہ روح افزاء ایک انسان کی ذہنی اختراع کا نتیجہ ہے اور آبِ زم زم وہ پانی ہے جس

نے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کا بوسہ دیا ہے اب وہ مومن روح افزاء کے تمام اوصاف کو نظرانداز کرتے ہوئے آبِ زم زم کو پیئے گا اس لئے ایک تو اس پانی نے ایک معصوم نبی کی ایڑی کو بوسہ دیا اور دوسرے اس لئے کہ اس پانی میں حبیب کبریا ﷺ کا لعابِ دہن ملا ہوا ہے۔

آبِ زم زم و آبِ کرم کا موازنہ

آبِ زم زم کتنی فضیلت اور برکت کا حامل ہے لیکن علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس آبِ زم زم سے بھی وہ پانی افضل واعلیٰ ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا کیونکہ آبِ زم زم کا چشمہ زمین سے جاری ہوا اور وہ پانی جو آپ کی انگشتانِ مبارک سے جاری ہوا اس کا تعلق حوضِ کوثر سے ہے۔

تھانوی کا انکار

اشرف علی تھانوی نے حضورِ اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا انکار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے اس واقعہ کے معجزہ ہونے کو اس پر موقوف کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ایک پیالہ میں پانی منگا کر اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا تو پانی ابلنے لگا۔ پانی حضورِ اکرم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلتا ہوا نظر آتا تھا اس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ لحم وشحم سے پانی نکلتا تھا بلکہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے دست مبارک رکھ دینے سے وہ پانی بڑھنے لگا اور جوش مارنے لگا اور انگلیوں کے درمیان سے اس کا اُبلنا نظر آتا تھا۔ اب جن صاحب نے اس معجزہ کے اعجاز کو اس بات پر موقوف کیا ہے کہ پانی لحم وشحم سے نکلتا تھا جس کا کچھ ثبوت نہیں تو گویا در پردہ وہ اس اعجاز کے معجزہ ہونے کا انکار کرتے ہیں کیونکہ لحم وشحم سے پانی کا نکلنا ثابت ہی نہیں۔ (شکر النعمۃ صفحہ ۳۴)

انتباہ

تھانوی نے از خود انکار کیا ہے کسی امام کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اسے کہتے ہیں مداخلت فی الدین اور ہم نے حدیث کی تصریح کے علاوہ آئمہ کے حوالے پیش کئے ہیں۔

نوٹ

تھانوی صاحب کی یہ انتہائی بے وقوفی ہے حالانکہ لحم وشحم سے پانی تو نکلتا ہے پسینہ کہاں سے نکلتا ہے؟ جب یہ بھی گوشت پوشت سے نکلتا ہے اور تسلیم ہے تو افسوس ہے حضورِ اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوں تو انکار یا

للعجب !

تردیدتھانوی

مولوی اشرف علی کا یہ کہنا کہ حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں س پانی کا نکلنا کہیں ثابت نہیں اور کتب احادیث و سیر سے نابلد ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ محققین کی بہت بڑی جماعت نے اپنی اپنی تصانیف میں زیر بحث احادیث کا یہی مطلب لیا ہے کہ وہ پانی حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں سے نکلتا تھا۔

مسلم شریف کی شرح میں علامہ شرف الدین النووی نے لکھا ہے

ونقله القاضي عن المزني واكثر العلماء ان معناه ان الماء كان يخرج من نفس اصابعه ﷺ وينبع من ذاتها

قاضی عیاض نے مزنی اور اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پانی خود آپ کی انگشتانِ مبارک سے نکل رہا تھا۔

حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ولم يسمع بهذه المعجزة عن نبينا ﷺ حيث نبع الماء من بين عظمه عصبه ولحمه ودمه .

(زرقانی جلد۵ صفحہ۱۵۳)

یہ معجزہ کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون میں سے پانی جاری ہوا ہمارے نبی پاک ﷺ کے سوا اور کسی نبی کے بارے میں نہیں سنا گیا۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

نبع الماء من بين عظمه وعصبه ولحمه ودمه . (زرقانی جلد۵ صفحہ۱۵۸)

آپ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی جاری ہوا۔

حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں

انه نبع من نفس اللحم الكائن في الاصابع . (مواہب الدنیہ)

آپ کی انگلیوں کے گوشت سے پانی جاری ہوا۔

حافظ کبیر محدثِ شہیر علامہ ابونعیم احمد بن عبداللہ فرماتے ہیں

لان ینبوع الماء من بین اللحم و العظم اعجب و اعظم من خروجه من الحجر

(دلائل النبوت صفحہ ۳۴۵)

گوشت اور ہڈی کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا عجیب تر ہے عظیم تر ہے پتھر سے پانی نکلنا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

هذه المعجزة اعظم من معجزة موسیٰ علیه السلام اذ نبع له الماء من الحجر لانه معتادواما خروجه من لحم و دم فلم یعهد. (نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۴)

اور یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے عظیم تر ہے کیونکہ ان کے لئے پتھر سے پانی جاری ہونا متعارف نہیں ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں

هذ ه المعجزة اعظم من تفجر الماء من الحجر کما وقع لموسیٰ علیه السلام فان ذالک من عادة الحجر فی الجملة قال الله تعالیٰ ''وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ا '' واما من لحم و دم فلم یعهد من غیره ﷺ. (شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۱۵)

یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے سے بڑھ کر ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے وقوع پذیر ہوا کیونکہ آخر یہ پتھر کی عادات میں سے ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے ''اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں'' لیکن گوشت اور خون سے پانی جاری ہونا ہمارے نبی پاک ﷺ کے سوا اور کسی کے لئے ثابت نہیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

انه کان اذا اراد الطهور ولم یجدا لماء مداصابعه فیتفجر منها الماء حتی یقضی طهوره

(جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۹۱)

جب حضور اکرم ﷺ طہارت کا ارادہ فرماتے اور پانی موجود نہ ہوتا تو اپنی انگشتانِ مبارک کو پھیلاتے تو ان سے پانی کے چشمے بہنے لگتے یہاں تک کہ آپ طہارت سے فراغت حاصل کر لیتے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نویں صدی کے مجدد ہیں ان کے متعلق مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ علامہ سیوطی کو بائیس مرتبہ جاگتے ہوئے امام الانبیاء کی زیارت ہوئی ہے اس سے اندازہ

کر لیجئے کہ آپ رسولِ خدا کی بارگاہ میں کتنے مقبول ہیں ایسے جلیل القدر مجدد نے بھی لکھا ہے کہ آپ کی انگشتانِ مبارک سے پانی جاری ہوا تھا گوشت اور خون سے پانی کا نکلنا عجیب ہے۔ (خصائص جلد ۲ صفحہ ۴۷۸)

علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے

هو اعجب من نبع الماء لموسیٰ علیه السلام من الحجر فان نبعه من الحجر متعارف معهود واما من بین اللحم والدم فلم یعهد. (حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پتھر سے جو چشمہ جاری ہوا تھا اس سے یہ معجزہ عظیم تر ہے کیونکہ پتھر سے پانی کا جاری ہونا معلوم و متعارف ہے لیکن گوشت اور خون سے پانی کا نکلنا متعارف نہیں۔

شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں

داده شده است موسیٰ علیه السلام از تفجیر ماء از حجر وبرآمدن چشمها از شنگ داده است آں حضرت را انفجار آب از انگشتانِ وی وایں ابلغ والمکست ازاں چه حجر از جنس ارض است که بیرون می آیدازاں ینابیع بخلاف برآمدن چشمها از گوشت وپوست۔ (مدارجِ النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہیں ہرنی داد
اسی در پر شترانِ ناشاد گلۂ رنج وعنا کرتے ہیں

حل لغات

داد، انصاف، نیاز، بخشش، تعریف، واہ واہ۔ فریاد، سزا۔ شتران، شتر کی جمع اونٹ۔ عنا (عربی) تکلیف، دکھ، رنج، مصیبت۔

شرح

رسول اللہ ﷺ کے حضور میں چڑیاں فریاد کرتی ہیں اسی درگاہ میں ہرنی انصاف چاہتی ہے اسی بارگاہ میں ستم رسیدہ اونٹ اپنے دکھ درد مصیبت کی شکایت کرتے ہیں۔

معجزات

اس شعر میں درجنوں معجزات کا ذکر فرمادیا مثلاً چڑیوں کی فریاد، ہرنیوں کی انصاف طلبی، اونٹوں کا استغاثہ۔ ان تمام معجزات کے لئے دفتر درکار ہیں۔ چند نمونے حاضر ہیں

چڑیوں کی فریاد

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ دیکھا کہ اس کے پاس اس کے دو بچے تھے ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا وہ پرندہ (مانند چڑیا) آیا اور اترنے کے لئے بازو پھیلائے اتنے میں آپ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اس کا دل دکھایا ہے اس کے بچے واپس کردو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھے ناگاہ ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اس نے کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ درختوں کے جنگل میں میرا گذر ہوا میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا ان کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی میں نے کمبل کو بچوں پر دور کردیا وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو رکھدے میں نے ان کو رکھ دیا مگر ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کردیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے تحقیق اللہ اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو اُن کو واپس لے جا اور ان کو ان سمیت وہیں رکھدے جہاں سے انہیں پکڑا ہے پھر وہ انہیں واپس لے گیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ھرنی کی فریاد

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک صحرا میں تشریف فرما تھے تو ایک ہرنی نے آپ کو ندا دی یارسول اللہ آپ نے فرمایا کیا بات ہے اس نے کہا اس اعرابی نے مجھ کو شکار کرلیا ہے حالانکہ میرے اس پہاڑ پر دو بچے ہیں آپ مجھے آزاد کردیجئے تاکہ میں جا کر انہیں دودھ پلا آؤں۔ آپ نے فرمایا کیا تو ایسا کرے گی ہرنی نے کہا ہاں تو آپ نے اُسے چھوڑ دیا تو وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کے واپس آگئی آپ نے اُسے باندھ دیا اتنے میں اعرابی جاگ گیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کو اس کی ضرورت ہے فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دو اس نے چھوڑ دیا ہرنی دوڑتی ہوئی جنگل میں چلی گئی اور کہتی جارہی تھی

اشھدان لاالہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ ﷺ (شفاء شریف باب المعجزات، حجۃ اللہ علی العالمین)

اعجوبہ

ایک بزرگ نے باب السلام کی طرف ایک ہرنی کو سر جھکائے کھڑا دیکھ کر فرمایا کہ جنگلی جانور یہاں کیسے۔اس نے کہا حضرت میں اسی ہرنی کی اولاد سے ہوں جسے حضور اکرم ﷺ نے قید سے آزاد کرایا تھا اس ہرنی نے وصیت کی تھی کہ میری اولاد پر لازم ہے کہ بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضری دیں اور ہدیہ صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔(نزہۃ المجالس)

اونٹوں کی فریاد

اونٹوں کے متعدد واقعات فقیر اسی شرح میں بیان کر چکا ہے لیکن یہاں بھی موضوع خالی از بیان چھوڑنا مناسب نہیں۔یہ واقعات ان سے مختلف ہیں

شفاء شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جو بھی باغ میں داخل ہوتا وہ اونٹ اُس پر حملہ کرتا لیکن جب نبی کریم ﷺ اس کے پاس گئے تو اس کو چمکارا اور اس نے اپنے ہونٹ زمین پر رکھ دیئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔آپ نے اس کو نکیل ڈال دی اس وقت فرمایا زمین و آسمان کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے نافرمان جنات و انسان کے۔اسی طرح عبداللہ بن ابی اوفی سے بھی مروی ہے۔

اونٹ کے بارے میں دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ کا حال لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس کے ذبح کرنے کا قصد کر رہے تھے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اونٹ نے کام کی زیادتی اور چارہ کی کمی کی شکایت کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس سے بچپنے میں سخت سے سخت کام کے بعد اس ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہو۔انہوں نے کہا ہاں۔

عضباء کی کھانی اس کی اپنی زبانی

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور تصنیف شفاء شریف میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی عضباء کے کلام کرنے کے قصہ میں مروی ہے کہ اس نے آپ سے اپنا حال عرض کیا اور یہ کہ چرنے میں اس کی طرف دوسرے جلدی کرتے ہیں اور وحشی جانور کنارہ کش ہو کر کہتے ہیں تو تو حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی ہے اُس اونٹنی حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کھانا پینا چھوڑ کر (غم میں) مرگئی۔اسفرائنی نے اس کو بیان کیا ہے۔

اس کی شرح میں حضرت امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات سرورِ کائنات ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے تو ایک اونٹنی کے پاس سے گذر

ہوا اونٹنی نے عرض کی

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

آپ نے جواب میں فرمایا

علیک السلام

پھر اونٹنی نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں ایک قریشی اعقب نامی کی اونٹنی ہوں میں اس سے بھاگ کر جنگل میں پہنچی تو درندے، چرندے میرے قریب پھر رہے تھے۔ میں مارے ڈر کے مرتی جارہی تھی مگر وہ آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ خبردار اس اونٹنی کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی سواری ہے جب صبح ہوئی تو میں چراگاہ میں پہنچی تو ہر درخت پکار پکار کر عرض کرتا کہ اونٹنی مجھے کھا میری طرف تشریف لا کیونکہ تم ہمارے نبی کریم ﷺ کی اونٹنی ہو وہاں سے پھرتی ہوئی آپ کے در پر آپڑی ہوں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس اونٹنی نے یہ بھی آرزو کی تھی کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ محشر کے دن بھی میں آپ کی سواری بنوں۔ آپ نے فرمایا تمہاری عرض منظور ہے۔ (نسیم الریاض وشرح شفاء ملا علی قاری)

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے جو بھی تیرے کوچے میں ہے اے جان کفن بردوش ہے

نوٹ

اس اونٹنی کے مزید حالات و تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب ''باادب جانور'' کا مطالعہ فرمائیں۔

ایک اور اونٹنی

حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بچپن شریف میں ایک بار گھر سے نکلے تو پھر گھر تشریف نہ لائے۔ آپ کے متعلقین نے سمجھا کہ حضور اکرم ﷺ گم ہو گئے ہیں چنانچہ آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک صاحب اونٹنی پر سوار ہو کر آپ ﷺ کی تلاش کر رہے تھے کہ انہیں حضور اکرم ﷺ ایک درخت کے نیچے استراحت فرماتے نظر آئے اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضور اکرم ﷺ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور پھر اونٹنی کو جو اُٹھایا تو اس نے اُٹھنے سے انکار کر دیا پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے آگے بٹھایا تو اونٹنی اُٹھی اور چل پڑی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۶۸)

گویا اونٹنی نے امام الانبیاء کا پیچھے بیٹھنا گوارا نہ کیا اسے علم تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور رسولوں کے پیشوا پھر جو پیشوائے رسل ہو وہ پیچھے کیوں بیٹھے۔ کسی نے لکھا ہے

گویا تھی اونٹنی کی یہ صدا — بے خبر سرکار کو آگے بٹھا
جب تلک آگے نہ بیٹھیں گے نبی — میں قیامت تک نہ اُٹھوں گی کبھی

آستیں رحمتِ عالم اُلٹے کمر پاک پہ دامن باندھے
گرنے والوں کو چہ دوزخ سے صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

حل لغات

آستین (فارسی) قمیص یا کوٹ وغیرہ کی گانتھ۔

شرح

رحمت عالم ﷺ کی آستین نے کمر مبارک کے اُلٹے دامن اس لئے باندھے کہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگوں کو دامن پکڑنے میں آسانی ہو اور آپ دوزخیوں کو دوزخ سے آسانی سے نکال کر باہر لاسکیں۔ یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ دوزخیوں کو نکالنے کے لئے بارات کی صورت میں تشریف لے جا کر انہیں دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل فرمائیں گے۔

حدیث شفاعت

امام ابوجعفر طبری اپنی تفسیر ابن جریر میں اور ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں اور امام جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں

عن علی وعن انس قال قال رسول الله ﷺ ان ناسا من اهل لا اله الا الله يدخلون النار بذنوبهم فيقول لهم اهل اللات والعزى واليهود والنصارى ومن فى النار ومن اهل الاديان والاوثان ما اغنى عنكم قولكم لا اله الا الله وانتم اليوم فى النار سواء فيغضب الله لهم غضبامايغضبه بشئى فما مضى. (الحدیث)

فرماتے ہیں شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ﷺ کہ بعض گروہ "لاالٰہ الا اللہ" کہنے والوں کے شامت اعمال سے جہنم میں جائیں گے ایک دن ایسا اتفاق ہوگا کہ یہودی، نصرانی اور بت پرست لوگ ان مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کہیں گے اے لوگو تمہارا "لاالٰہ الا اللہ" آج تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا ہم بت پرست اور تم خدا پرست برابر آج آگ میں جل رہے ہیں پس برابر ہو گیا "لاالٰہ الا اللہ" کہنا اور بت پرستی کرنا اور یکساں ہوگئی خدا کی عبادت اور بتوں کی پرستش۔ حضور اکرم

ﷺ فرماتے ہیں جب یہ کلام کفار کے منہ سے نکلے گا فوراً دریائے رحمت الٰہی جوش میں آئے گا اور بہت غضبناک ہوکر فرمائے گا آج ہمیں برابر کردیا کفار نے بتوں کے اور یکساں بنادیا توحید کو اور شرک کو اے جبرئیل جلد جاؤ دیکھو مسلمان گنہگاروں کا جہنم میں کیا حال ہوا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے الٰہی تو خوب جانتا ہے جو کچھ ان کا حال ہوا ہوگا آج یہ کیا باعث ہوا جو اُن قیدیوں کی جانب رحمت کی نظر ہوئی ۔ ارشاد ہوگا کہ اے جبرئیل آج دریائے رحمت ہمارا جوش میں آیا ہے کیونکہ بت پرستوں کافروں نے ہمارے بندے مسلمانوں "لاالــہ الا الــلہ" والوں کو توحید کا طعنہ دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ "لاالــہ الا الــلہ" آج تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا۔ اے جبرئیل یہ سن کر ہماری رحمت کا دریا جوش میں آیا اور اب قریب وہ وقت آیا ہے کہ گنہگار مسلمان بخشے جائیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سن کر دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے مالک داروغۂ دوزخ آپ کو آتا ہوا دیکھ کر اپنے آہنی منبر سے اترے گا اور کہے گا کہ حضرت آج آپ یہاں کس طرح تشریف لائے۔ حضرت جبرئیل فرمائیں گے کہ اے مالک یہ بتا کہ مسلمان گنہگارانِ امت محمد رسول اللہ ﷺ کا جہنم نے کیا حال کیا۔ مالک عرض کرے گا کہ یا حضرت آپ کا کیا حال اُن کا پوچھتے ہیں ان کی نہایت بُری حالت ہے، بڑے تنگ مکان میں مقید ہیں، آگ نے ان کے جسم جلا ڈالے، ہڈیاں سوختہ کردیں، صرف ان کے دل اور زبان سالم ہیں کہ وہ ایمان کی جگہ تھے باقی کچھ جل گیا ہے جبرئیل علیہ السلام فرمائیں گے جلدی حجاب ہٹا دے دروازہ کھول کہ میں بھی اپنی نبی کی امت کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں مجھے رب العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھ۔ مالک دروازہ جہنم کا کھول دے گا اور سرپوش ہٹائے گا جہنمی لوگ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دوزخ میں دیکھیں گے تو مالک سے پوچھیں کہ ایک مالک یہ کون سا فرشتہ ہے کہ ہم نے آج تک ایسا خوبصورت فرشتہ نہیں دیکھا کہے گا کہ یہ جبرئیل امین ہیں جو وحی لے جاتے تھے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ حضور اکرم ﷺ کا نام سن کر جہنمی لوگ غل شور مچائیں گے پھر رو رو کر عرض کریں گے جبرئیل ہمارا اسلام ہمارے نبی شفیع سے عرض کیجئے گا اور یہ بھی کہیئے گا ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں آپ ہماری شفاعت کیجئے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام گنہگاروں سے وعدہ فرمائیں گے کہ میں ضرور بالضرور تمہاری حالت زار کی خبر تمہارے شفیع کی خدمت میں عرض کروں گا جب وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام رخصت ہوکر اپنے مقام پر آئیں گے ارشادِ رب العباد ہوگا اے جبرئیل یہ امت محمد یہ کا کیا حال دیکھا عرض کریں گے الٰہی تو سب کچھ جانتا ہے وہ نہایت تنگ حال اور بڑے سخت عذاب میں پڑے ہوئے ہیں اس ہم کلامی کی لذت میں حضرت جبرئیل محو ہوکر گنہگار امت کا وعدہ بھول جائیں گے آخر خود ہی

عالی جاہ رب العزت ارشاد فرمائے گا کہ اے جبرئیل تم کوئی وعدہ بھی امت محمد یہ کے گنہگاروں سے کر آئے تھے۔ جبرئیل عرض کریں گے ہاں یارب میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کا سلام ان کے نبی سے عرض کروں گا اور جو عذاب کی تکلیف ان پر گذر رہی ہے وہ بھی اُن کو سناؤں گا۔ ارشاد ہوگا اے جبرئیل جاؤ اور آپ ﷺ کو اطلاع دو۔

حضرت جبرئیل حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں گے آپ اس وقت ایک محل میں ہوں گے جو سچے اور سفید موتی کا اتنا بڑا اور فراخ ہوگا کہ چار ہزار اس کے دروازے ہوں گے جس میں طلائی جوڑیاں کیواڑوں کی جڑی ہوں گی۔ رو رو کر جبرئیل عرض کریں گے یا محمد ﷺ میں آپ کی گنہگار امت کے پاس سے آیا ہوں جو جہنم کے عذاب میں مبتلا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بہت رو رو کر سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ للہ ہماری خبر لیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے سنتے ہی لبیک امتی اے میری امت لو حاضر ہے تمہارا نبی شفاعت کے لئے یہ کہتے ہوئے عرشِ الٰہی کے نیچے حاضر ہوں گے اور سجدہ میں گریں گے خدائے برحق کی وہ ثنا اور حمد بیان کریں گے کہ جو سارے جہان میں کسی نے بیان نہ کی ہوگی سات دن کی مدت اور مقدار کے بعد حکم ہوگا کہ اے نبی سر اُٹھاؤ مانگو کیا مانگتے ہو؟ کہو کیا کہتے ہو؟ شفاعت کرو کس کی شفاعت کرتے ہو ہم نے تمہاری شفاعت قبول فرمائی۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ سجدے سے یارب امتی امتی کہتے ہوئے سر اُٹھائیں گے ارشاد ہوگا کہ جاؤ جس نے ساری عمر میں ایک ''لاالٰہ الا اللہ'' کہا اور شرک نہیں کیا خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو اس کو بھی جہنم سے نکالو۔ حضور اکرم ﷺ اذنِ شفاعت حاصل کر کے اہل جنت کو اطلاع دیں گے اے لوگوں محمد رسول اللہ ﷺ نے شاعت کا دروازہ کھلوایا ہے اے اہل جنت تم میرے ساتھ چلو اور جس کسی کو تم پہچانتے ہو اس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکالو۔ یہ منادی سن کر بے تعداد مخلوق جنت کی آپ کے ساتھ ہو جائے گی اور حضور اکرم ﷺ ان کو ساتھ لے کر دوزخ کی طرف شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ آگے آگے دولہا ہیں جن کا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہیں پیچھے پیچھے چاند سورج کی چمک کے لاکھوں براتی ہیں۔ اب یہ برات جنت سے چلی ہے جہنم کی طرف جاتی ہے تا کہ سارے گنہگار مسلمانوں کو دوزخ سے نکالے اور جنت میں لا کر بادشاہ بنا دے۔ یہ وہ مبارک مجمع ہے کہ آج تک ابتدائے عالم سے انتہا تک کہیں نہ ہوا تھا جو آج ہوا ہے جس وقت لاکھوں چاند، سورج، ستارے جہنم کے پاس پہنچیں گے مالک دیکھ کر گھبرائے گا اور حضور اکرم ﷺ کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ زارزار رو کر فرما فرمائیں گے اے مالک جلدی بتا کہ میری پیاری امت کا کیا حال ہے تو نے انہیں کس کس طرح جلایا اور کیا کیا عذاب کیا؟ مالک عرض کرے گا یا حضرت وہ تو نہایت عذاب اور تکلیف میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے مالک جلدی دروازہ جہنم کھول دے میں اپنی آنکھوں

سے ان کا حالِ زار دیکھ لوں۔ مالک دروازہ کھولے گا اور سرپوش ہٹالے گا جس وقت دوزخی لوگ شفیع المذنبین ﷺ کے جمال باکمال کے چہرۂ پرنور کو دیکھیں گے چلائیں گے

یامحمد حرقت النار جلودنا واکبادنا ووجودنا

یا حضرت آگ نے ہمارے جسم جلا دیئے کلیجے خاک کر دیئے منہ سوختہ بنا دیئے اور بڑے بڑے عذاب ہوتے رہے۔

حضور اکرم ﷺ ملائکہ کو حکم دیں گے ان کو جہنم سے باہر نکالو۔ یہ سن کر فرشتے لاکھوں کروڑوں میں بے گنتی مسلمان گنہگاروں کو جو جل کر کوئلہ بن گئے ہوں گے جہنم سے نکال کر باہر ڈالیں گے اب کہاں یہ سوختہ کوئلے کہاں جنت یہ لوگ جنت کے قابل کہاں رہے۔ حضور اکرم ﷺ عرض کریں گے الٰہی یہ لوگ اس قابل نہیں رہے کہ ان کو جنت میں لے جاؤں۔ ارشاد ہوگا کہ ہم نے انہیں دوزخ میں جا کر کوئلہ بنا دیا تھا اور ہم ہی ان کو جنت کے قابل بنائیں گے۔ رضوانِ جنت کو حکم ہوگا کہ نہر الحیوۃ کو اس طرف چھوڑ دے حکم الٰہی سے رضوان نہر الحیوۃ کو جہنم کے دروازے کے قریب بھیج دے گا۔ حضور اکرم ﷺ فرمائیں گے تھوڑے عرصہ کے بعد ایک ایک سوختہ اور کوئلہ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن اور نورانی ہو کر نہر سے نکلے گا اور اپنے شفیع اور پیارے نبی ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر جنت میں ابدالاباد کے لئے آباد ہو جائیں گے۔ جب کفار اور مشرک اور سارے بت پرست غیر اللہ کے پوجنے والے مسلمان گنہگاروں کو جنت میں جاتے دیکھیں گے اُس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی "لا الہ الا اللہ" کہہ لیتے تو آج ضرور بخش دیئے جاتے۔

ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین

بہت سے کفار اُس وقت تمنا کرتے ہوں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہو جاتے۔

لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔

موت پر موت

جب یہ لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے اس وقت ملک الموت کو حکم ہوگا کہ موت کو لاؤ۔ ملک الموت کو ایک بھیڑ کی صورت میں لا کر حاضر کریں گے اور تمام اہلِ جنت اور اہلِ نار کو پکارا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اسے پہچانتے ہو؟ پھر حکم ہوگا کہ اس کو ذبح کرو۔ ملک الموت حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے موت کو ذبح کرائیں گے پھر ایک منادی فرشتہ کھڑا ہو کر پکارے گا اے اہلِ جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہیں جنت مبارک رہے اب کبھی نہ نکالے جاؤ گے اور نہ تمہیں موت آئے گی۔ اس خبر کا سن کر اہلِ جنت کا خوش ہونا لاانتہا اور اہل نار کا رونا اور غم اور حزن کرنا بے انتہا ہوگا۔

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رُخ رنگین کی ثنا کرتے ہیں

حل لغات

کھلکھلا پڑتی ہیں، کھلکھلا کا مصدر کھلکھلانا، قہقہہ مار کر ہنسنا۔ کلیاں، کلی کی جمع بمعنی بن کھلا پھول، غنچہ۔ یکسر، تمام، بالکل، سراسر۔ جامہ، کپڑا، لباس۔

شرح

جب صبا مدینہ پاک سے تشریف لاتی ہے تو ادھر تمام غنچے قہقہہ مار کر خوشی سے ہنسنے لگ جاتے ہیں پھول کپڑوں سے باہر نکل کر چہرۂ گلوں کی تعریف کرنے شروع ہوتے ہیں۔

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

کے مطابق ہے۔ اس شعر کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ

تو ہے بادشاہ کون و مکاں کہ ملک ہفت فلک کے ہر آن
تیرے مولیٰ سے شہ عرش ایوان تیری دولت کی دعا کرتے ہیں

حل لغات

ایون، محل شاہی۔

شرح

اے حبیب اکرم ﷺ آپ تو کون و مکان کے وہ بادشاہ ہیں کہ ہر لحظہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کے مالک (اللہ تعالیٰ) سے (اے شاہی محل کے شاہ) آپ کی دولت اور عزت و مرتبت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ا لخ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر

صلوٰۃ کے معنی لغت میں دعا اور رحمت و استغفار اور حسن ثنا کے ہیں۔ اللہ کی جانب سے رسول پر اور کبھی اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ صلوٰۃ اگر منسوب الی اللہ ہو تو اُس سے مراد رحمت ادبہ اگر منسوب الی الملئکہ ہو تو اس سے مراد استغفار اور اگر منسوب الی العباد ہو تو اُس سے مراد دعا ہوتی ہے۔

اب آیۃ کا معنی یہ ہوا کہ تحقیق اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے اس کے طلبِ رحمت کرتے ہیں اوپر اس ذات کے کہ جس کا مرتبہ تمام خلق پر ارفع و اعلیٰ بلند و بالا کیا گیا ہے۔

فائدہ

آیۃ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتے حضور اکرم ﷺ کے بخت و دولت اور عزت و آبرو کی ہمیشہ دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہفت فلک سے تعیین مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے جیسے محاوراتِ عربیہ اور اردو میں عام ہے۔

جس کے جلوے سے اُحد ہے تاباں معدنِ نور ہے اُس کا داماں
ہم بھی اس چاند پہ ہوکر قرباں دلِ سنگین کی جلا کرتے ہیں

حل لغات

جلوے، جلوہ کی جمع کسی خاص طرز سے اپنے آپ کو ظاہر کرنا، سامنے آنا، رونق، نور یہی پچھلا معنی مراد ہے۔ اُحد، پہاڑ جو مدینہ پاک میں مشہور ہے۔ تابان، روشن، چمکدار۔ معدن، کان، کھان۔ دلِ سنگین، پتھر دل، سخت دل، جلا (بکسر الجیم) چمک دمک، صفائی۔

شرح

جس ہستی بے نظیر ﷺ کے جلوے سے جبل اُحد چمک رہا ہے ان کا دامن تو نور کی کان ہے ہم بھی اس محبوب ﷺ پر قربان ہوکر اپنے سخت دل کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔

اُحد خوش بخت جبل

جبل اُحد شریف وہ مبارک پہاڑ ہے جس کو حضور اکرم ﷺ کے محبّ و محبوب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے

هذا جبل يحبنا و نحبه. (بخاری و مسلم)

یہ پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا

اربعة اجبال من اجبال الجنة قال فما لا جبال؟قال احد يحبنا ونحبه وورقان والطور

ولبنان. (جذب القلوب)

چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔عرض کیا گیا وہ کون سے ہیں؟ فرمایا احد کہ وہ ہم کو محبوب ہے اور ہم اس کو اور ورقان اور طور اور لبنان یعنی جبل قاسیون۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ مع حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پہاڑ پر تشریف لے گئے کہ یہ پہاڑ ہلنے لگا آپ نے فرمایا

اسکن یا احمد فانما علیک نبی و صدیق و شهیدان

اے پہاڑ ساکن ہو جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہے تو جب تم لوگ اس پر سے گزرا کرو تو اس کے درختوں کا میوہ کھایا کرو اور اگر میوہ نہ ہو تو اس کی گھاس کا بھی وہی حکم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ اپنی اولاد سے فرمایا کرتی تھیں کہ جاؤ احد کی زیارت کرو اور میرے لئے وہاں کی گھاس وغیرہ لاؤ۔

فائدہ

اُحد پہاڑ پر حضرت ہارون علیہ السلام کا مدفن شریف ہے اور اسی کے پاس سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ستر شہداء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات ہیں۔حضور اکرم ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

نیز فرماتے جب تک زمین وآسمان قائم ہے جو شخص ان پر سلام پڑھے گا اس کو یہ سلام کا جواب دیں گے۔

مسئلہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص شہدائے احد کی قبور پر حاضر ہو کر ان پر سلام بھیجے تو وہ قیامت تک ان پر سلام بھیجتے ہیں۔(جذب القلوب صفحہ ۱۹۱)

فائدہ

سیدۃ نساء اہل الجنۃ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی

زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتی تھیں ۔بعض روایات میں آیا ہے کہ ہر جمعہ کو بلکہ بعض میں آیا ہے کہ تیسرے چوتھے روز تشریف لے جاتی تھیں اور وہاں جا کرنماز پڑھتیں اور روتیں اور قبر کی اصلاح ومرمت کرتیں نیز آپ نے ایک پتھر بھی بطورِعلامت قبر پر رکھا ہوا تھا۔(جذب القلوب صفحہ ۱۵۸)

حاضری کا طریقہ

جتنی مرتبہ ہو سکے نہایت ادب واحترام اور اخلاص کے ساتھ حاضر ہو اور دست بستہ یوں سلام عرض کرے

السلام علیک یا سیدنا حمزۃ

السلام علیک یا عم رسول اللہ السلام علیک یا عم نبی اللہ

السلام علیک یا عم حبیب اللہ السلام علیک یا عم المصطفیٰ ط

السلام علیک یا سید الشھداء یا اسد اللہ و اسدرسولہ ط

السلام علیک یا سیدنا عبداللہ بن جحش ط السلام علیک یا مصعب بن عمیر ط

السلام علیکم یاشھداء احد کافۃ عامۃ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ط

فائدہ

جب مزارِ سیدنا حمزہ پر حاضری دی جاتی ہے جو مزورین دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں وہ آنے والے کو گھیرے میں لے کر مذکورہ بالا الفاظ پڑھاتے ہیں بجائے ان کے گھیرے میں آنے کے خود مذکورہ بالا الفاظ یاد کرلیں اور نہایت خشوع سے پڑھیں خوب ذوق نصیب ہوگا ہاں مزورین کو نذرانہ ضرور دیں۔

کیوں نہ زیبا ہو تجھے تاجوری تیری ہی دم کی ہے سب جلوہ گری

ملک وجن وبشر حور وپری جاں سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں

حل لغات

زیبا،لائق،آراستہ،زیب دینے والا۔تاجوری،بادشاہت

شرح

اے حبیب ﷺ آپ کو ہی شاہی زیبا کیوں نہ ہو جب کہ آپ کے ہی دم قدم سے کائنات کے وجود کورونق نصیب ہوئی ہے۔فرشتے ہوں یا جنات،بشر ہوں یا حور و پری سب آپ پر جان چھڑکتے ہیں۔

شعراول حدیث لولاک کا ترجمان ہے اس پر خوب بحثیں لکھی جا چکی ہیں۔فقیر کی شرح حدیث لولاک کا مطالعہ بھی کافی ہے۔

ملائکہ کی جاں نثاری

آگ کے فرشتے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ابو جہل نے کفارِ قریش سے کہا کہ لوگو کیا تمہارے سامنے (حضرت) محمد (ﷺ) نماز پڑھتے ہیں سجدہ کرتے ہیں۔ کہا ہاں، ابو جہل نے کہا لات وعزیٰ کی قسم اگر میں اس کو ایسا کرتا دیکھوں گا تو اس کو سخت اذیت پہنچاؤں گا اور ابو جہل جوشِ انتقام میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا یہ عجیب اتفاق تھا کہ اُس حضور اکرم ﷺ نماز ہی میں مشغول تھے۔

ادھر حضور اکرم ﷺ نے سر سجدہ میں رکھا اُدھر ابو جہل پر شیطان سوار ہوا اور یہ سفاک اس خیال سے آگے بڑھا کہ (نصیب دشمناں) حضور اکرم ﷺ کی گردن مبارک پر قدم رکھ کر حضور اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائے۔ قریب پہنچ کر قدم بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ یکا یک وحشت زدہ ہو کر ایڑیوں کے بل واپس ہوا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زور زور سے ہلانے لگا جیسے کوئی آدمی آگ میں جل رہا ہے اور وہ آگ سے بچنے کی کوشش میں ہاتھ ہلائے۔ابو جہل لعین کے ساتھیوں نے جو اس کی جرأت و جسارت دیکھنے کے لئے آئے تھے دریافت کیا ابو جہل تجھ پر کیا آفت آئی اس طرح کیوں پیچھے بھاگ رہا ہے اس سے زیادہ مناسب موقع کب مل سکتا ہے۔اس وقت تو حضرت محمد ﷺ بالکل تنہا ہیں کیوں بہادری نہیں دکھاتا۔

ابو جہل کہنے لگا کیا کہوں میں آپ کی جانب قدم بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ میں نے دیکھا میرے اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان ایک خندق ہے جو دہکتی ہوئی آگ سے بھری ہوئی ہے جس سے اونچے اونچے شعلے اُٹھ رہے ہیں اور فرشتے حضور کی حفاظت کر رہے ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر ابو جہل میرے قریب پہنچ جاتا تو آگ کے فرشتے اس کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا کر کے اُس جہنم میں پہنچا دیتے۔(مسلم)

جبرائیل و میکائیل

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد میں حضور اکرم ﷺ کے دائیں بائیں دو سفید پوش دیکھے کہ خوب جنگ لڑ رہے تھے میں نے پہلے انہیں نہیں دیکھا اس کے بعد بھی نہیں دیکھا اور وہ جبرائیل و میکائیل علیہ السلام تھے۔

فائدہ

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی مدد کے لئے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا چنانچہ جنگِ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مدد کو آئے تھے اور یہ واقعہ کلام اللہ میں مذکور ہے اور جنگِ حنین میں بھی فرشتے مدد کو آئے تھے اور جنگ اُحد میں بھی فرشتوں نے مدد کی چنانچہ جبرائیل ومکائیل علیہ السلام کو حضرت سعد بن ابی وقاص نے مشاہدہ کیا تو یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا معجزہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کیونکہ دنیا میں ایسے مشاہدات ناممکن اور خرقِ عادت اور ہر وہ امر جو بطورِ خرق عادت واقع ہو وہ معجزہ یا کرامت ہے۔

بھشتی گھوڑا

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بروز بدر ایک مشرک کے پیچھے دوڑتا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اُس نے کہا بڑھا اے حیزوم پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک آگے چت پڑا ہے اور اس کی ناک ٹوٹ گئی اور منہ پھٹ گیا۔ کوڑے کی مار سخت تھی اور وہ تمام جگہ سبز ہوگئی جہاں میں نے فرشتے کو دیکھا تھا حضور اکرم ﷺ کو واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے یہ فرشتہ تیسرے آسمان سے اتر کر ہماری مدد کے لئے حاضر ہوا تھا۔ (الکلام المبین)

فائدہ

حیزوم بفتح حای مهمله وسکون تحیة وزائے معجمه مضموم نام اسپ جبرائیل ست کذافی القاموس وبعضے گفته اند نام اسپ یکے از فرشتگان است۔ (حاشیہ الکلام المبین)

یعنی حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے یا کسی فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے یہ رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے کہ بہشت کی ہر شے آپ کی غلام ہے کہ غزوات میں نہ صرف ملائکہ کرام بہت بہشت کی سواریاں بھی خدمت کے لئے حاضر ہوگئیں۔

جنات کی جاں نثاری

زمانہ جاہلیت ذباب نامی ایک بت پرست تھا اسے شکار کا بڑا شوق تھا ذباب کا نام اقراض تھا ایک بکرا بت کے نام ذبح کر کے عرض کی آپ میں بڑی قدرت ہے اپنی عنایت سے مجھے شکار عنایت فرمائیے۔ بت سے آواز آئی گھر جا تمہارے خیمہ کے پاس ایک کتا ہوگا اُسے پال لو وہ تمہارے لئے شکار پکڑے گا۔ بت کے منہ سے یہ کلام سنتے ہی ذباب

خیمہ کی طرف دوڑتے ہوئے آکر دیکھا کہ ایک نہایت ہیکل سیاہ کتا کھڑا ہے۔ ذباب نے اُسے پکڑا وہ دم ہلاتا ہوا اس کے ساتھ ہولیا۔ ذباب نے اس کتے کا نام حیاض رکھا وہ رات دن شکار کھیلنے میں مصروف ہوگئے جو جانور وہ شکار کرتا پھر ذباب بت کے سامنے لاکر ذبح کرتے، خون بت پر چڑھاتے اور گوشت مہانوں کو کھلاتے اور خود بھی کھاتے۔ تھوڑے عرصہ میں اُس کتے نے ذباب کو مالا مال کر دیا۔ دور دور سے مہمان آتے اس بت کے ذبیحہ کو خوشی سے کھاتے یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے۔ ذباب کے مکان پر ہر روز مہمان آتے تھے ایک دن حسبِ معمول ایک شخص آیا اور کہا کہ میں آج نبی کریم ﷺ سے قرآن سن کر آیا ہوں۔ جب اس مہمان نے سید المرسلین ﷺ کی کچھ باتیں کیں خلافِ عادت وہ کتا بھی کان لگا کر باتیں سننے لگا جب وہ شخص باتوں سے فارغ ہوا تو ذباب کتے کو شکار کے لئے جنگل میں لے گیا۔ ہرن، نیل گائے متعدد جانوروں پر چھوڑا کتے نے کسی کو نہ پکڑا بلکہ جانوروں کو پکڑ پکڑ کر چھوڑ دیا۔ ذباب نے کہا آج حیاض (کتے) کو کیا ہوا۔ کتا تو خاموش تھا مگر غیب سے آواز آئی کہ اے ذباب اس کتے نے ایک بڑی بات کی خبر سن لی ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو بھی اسے معذور سمجھو گے پس کتے کو گھر لے آئے۔ راستہ میں ایک دیو کی صورت کا انسان جنگلی گدھے پر سوار اور دوسرا شخص بھی اسی طرح سوار سامنے سے آئے ہوئے نظر آئے۔ ان شخصوں کے پیچھے ایک حبشی غلام، غلام کے ہاتھ میں بڑے زبردست کالے کتے کی رسی پکڑے لئے چلا آتا ہے ان سواروں میں سے ایک نے میرے کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا اے حیاض (کتا) شکار کرنا چھوڑ دو محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ ذباب اپنے گھر سوئے تو ایک آواز سنی آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ کتا تھا جو حبشی غلام کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کتا حیاض کتے کے ساتھ باتیں کرنے لگا حیاض کتے نے اس کتے سے کہا ذرا ٹھہر جاؤ ابھی گھر والا آتا ہے، ذرا ٹھہر جاؤ ابھی گھر والا آتا ہے۔ یہ کلام سن کر ذباب نے آنکھیں بند کر لیں اور سانس لینے شروع کر دیئے۔ حیاض کتے نے ذباب کے قریب آکر غور سے دیکھا کہ کیا گھر والا جاگ رہا ہے یا سو گیا۔ غور سے دیکھا تو جان گیا یہ سو گئے حالانکہ یہ جاگتے تھے۔ حیاض نے دوسرے کتے سے کہا ہاں اب کہو کیا کہتے ہو گھر والا سو گیا ہے اور بھی کوئی ہماری بات نہیں سن رہا۔ کالے کتے نے کہا کہ تو نے جو وہ دو سوار دیکھے یہ دونوں بڑی قوی ہیکل جن تھے یہ وہ ہیں جو حضور اکرم ﷺ سے قرآن مجید سن کر مسلمان ہو چکے ہیں آپ نے اپنی طرف سے ان دونوں کو روئے زمین کے جنات اور شیاطین پر مسلط کر دیا ہے جو بتوں کے اندر بولتے اور بتوں کے ذریعہ سے گمراہ کرتے ہیں ان کو پکڑ کر ماریں مجھے تو انہوں نے پکڑ کر خوب مارا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رکھا اور مجھ سے عہد لیا کہ اب کے بعد میں کسی بت کے اندر نہ جاؤں۔ اب تو اے حیاض میں ہندوستان کے جزیروں میں جانے کا ارادہ

کر چکا ہوں تیرا کیا ارادہ ہے؟

حیاض کتے نے جو کہ وہ بھی دراصل جن تھا کہا جو آپ کی رضا میری بھی وہی یہ کہہ کر دونوں بھاگ نکلے اور ایسے گم ہوئے کہ اب تک ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔صبح کوذباب نے سارا واقعہ اپنی قوم سے بیان کر کے کہا کہ میں تو مکہ معظّمہ جا کر مسلمان ہوتا ہے۔قوم سے کہہ کر اور تو کچھ نہ کیا لیکن علیحدہ ہو کر بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور سرورِ کون ومکاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب آپ نے دیکھا تو صحابہ کو فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھ کر مسلمان ہورہا ہے۔(خیر البشر سعید اللہ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بت کو جن نے قتل کردیا

مروی ہے کہ دو کافر آپس میں کھڑے باتیں کررہے تھے۔باتوں باتوں میں ایک نے کہا لوبھئی سنا ولید کے خوبصورت سونے کے خدا (بت) نے محمد (ﷺ) کو آج خوب گالیں دیں۔دوسرا ساتھی بولا ہاں بھئی پہلے تو مجھے یقین نہ آتا تھا مگر جب ولید نے اپنے سونے کے معبود کی قسم کھائی تو میں بھی ساتھ ہولیا۔ولید نے یہ بہت اچھا کیا جو محمد (ﷺ) کو بلالیا۔محمد (ﷺ) کے ساتھ ان کے ساتھی بھی آگئے اور اچھا خاصہ مجمع ہوگیا۔ولید نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ متواتر تین دن اور تین راتیں اپنے سونے کے بت کو پوجتا رہا اور کل تنہائی میں اس کے آگے سربسجود ہو کر محمد (ﷺ) کو بُرا بھلا کہا اور اُسے معاذ اللہ جھوٹا بتایا۔چنانچہ اس واقعہ سے متاثر ہو کر آج ولید نے اعلانِ عام کر کے لوگوں کو جمع کیا اور محمد (ﷺ) کو بھی بلایا کہ آؤ دیکھو ہمارے معبود! اب تو بول بول کر تمہیں جھٹلانے لگے چنانچہ محمد ﷺ مع اپنے ساتھیوں کے پہنچے اور ولید نے اپنے بت کی پوجا پاٹ کرنے کے بعد جب اس سے محمد ﷺ کے متعلق پوچھا تو واقعی وہ سونے کا معبود (بت) بزبانِ فصیح کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) نبی نہیں بلکہ ساحر ہے خبردار اس کا کہنا مت ماننا یہ جھوٹا ہے اور ہم (بت) سچے ہیں۔اس بات کے ختم ہونے پر دونوں کافر خوب ہنسے اور پھر وہی پہلا کافر کہنے لگا مگر یار سنا ہے کہ محمد (ﷺ) کہہ کر گیا ہے کہ کل دیکھنا کیا ہوتا ہے ولید تو کل کے لئے بھی تیار ہے بلکہ وہ تو اپنی کامیابی کی خوشی میں کل اور زیادہ اجتماع میں اپنے سونے کے معبود (بت) سے محمد (ﷺ) کے حق بلوانا چاہتا ہے چنانچہ اردگرد کے لوگوں کو بھی جمع کرنے کی کوششوں میں ہے۔

دوسرا کافر کہنے لگا اچھا تو کل ایک بار اور یہ تماشا دیکھ لیں گے کل ہوئی ولید نے اعلان کیا بہت لوگ جمع ہوئے۔ ولید نے حضور ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیجی۔صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی حضور آج پھر وہیں اس جہنمی بت کے پاس تشریف لے جارہے ہیں کل تو اس مردود نے بڑی بکواس کی تھی۔حضور اکرم ﷺ مسکرا کر فرمانے لگے چلو تو

کل جو کچھ ہوا اس میں یہی حکمت تھی کہ ولید آج اسی شوق میں اور زیادہ لوگوں کو اکٹھا کرے چنانچہ حضور اکرم ﷺ مع صحابہ کرام کے وہاں پہنچے وہاں ولید نے ایک بہت بڑا اجتماع کر رکھا تھا۔حضور اکرم کے تشریف لے جاتے ہی ولید اپنے بت کے آگے گر گیا اور کہنے لگا اے میرے معبود بول اور بتا کہ محمد (ﷺ) کیسا ہے؟ مجمع منتظر ہے کہ دیکھیں بت کیا کہتا ہے کہ اچانک بت میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ بولا

یا اهل مکة اعلموا ان محمدا ﷺ نبی صادق ف کلامه و دینه یدعوکم من الباطل الی الحق و انتم و اصنامکم باطل ضال مضل فان لم تؤمنوا به و لم تصدقوا لتکونوا یوم القیمة فی نار جهنم خالدین فیها ابدا فصدقوه محمد رسول الله و خیر خلقه

اے مکہ والو جان لو محمد ﷺ نبی برحق اور اپنے دین میں اور کلام میں سچے ہیں یہ تمہیں باطل سے حق کی طرف بلاتے ہیں تم اور تمہارے بت سب باطل گمراہ اور گمراہ کن ہیں۔تم نے اگر اس سچے رسول کی تصدیق نہ کی اور اس پر ایمان نہ لائے تو قیامت کے دن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں جاؤ گے پس تم ساری مخلوق سے بہتر اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کی تصدیق کرلو۔

بت کے منہ سے یہ کلام سن کر ولید دیوانہ وار اپنے معبود پر لپکا اور اسے اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔کئی سعید فطرت لوگوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔وہاں سے واپس ہوتے ہوئے صحابہ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کفر کو شکست ہوئی مگر حضور! کل اس بت کو کیا ہوگیا تھا آج تو اس نے خوب حق کی حمایت کی ہے۔

حضور اکرم ﷺ ذرا ٹھہرو ابھی یہ راز کھلتا ہے تھوڑی دیر میں ایک سبز پوش گھوڑے پر سوار نظر آیا جس کے ہاتھ میں ایک خون آلودہ تلوار تھی حضور کو دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور مودبانہ سلام عرض کیا حضور ﷺ تم کون ہو اور یہ خون آلودہ تلوار ہاتھ میں کیسی ہے؟

سبز پوش! حضور میں جن ہوں اور مسلمان ہو چکا ہوں حضور کا غلام ہوں کئی دن ہوئے میں گھر پر نہ تھا آج گھر آیا تو گھر والوں کو روتا پایا وجہ دریافت کی تو وہ بولے کیا تم نہیں جانتے مسفر دو دن سے ولید کے بت میں گھس کر محمد ﷺ کو گالیاں دے رہا ہے اور کافروں کو خوش کر رہا ہے۔آج ایک بہت بڑے اجتماع میں پھر وہ کمبخت وہیں گیا ہے۔حضور ﷺ نے یہ سن کر مجھے تو آگ لگ گئی اور میں اُسی وقت اس کے پیچھے دوڑا حتی کہ صفا و مروہ کے درمیان اُسے آلیا پھر اُسے وہیں قتل کر دیا یہ تلوار اسی کے ناپاک خون سے آلودہ ہے۔میرے آقا! اسے قتل کر کے میں خود ولید کے بت میں گھس گیا جو

آپ نے سنا یہ اسی آپ کے غلام کے الفاظ تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بارک اللہ فی اسلامک" اللہ تیرے اسلام میں برکت دے کام تو خوب کیا اب نام اور مقام بھی بتا دو سبز پوش نے عرض کی میرا نام مہمین بن عبہر ہے اور مقام کوہِ طور ہے۔

(جامع المعجزات مطبوعہ مصر صفحہ ۷)

سانپ درگاہِ رسول ﷺ میں

جابر بن عبداللہ نے خطیب سے بیان کیا کہ ایک بار سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ حضور اکرم ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے ناگاہ ایک کالا سانپ سامنے سے سیدھا آپ کی طرف آتا ہوا معلوم ہوا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے مار ڈالیں مگر آپ نے منع کیا کہ ایسا نہ کرنا اسے میرے پاس آنے دو یہ اپنے مطلب سے میرے پاس آتا ہے لوگ خاموش ہو کر تماشا دیکھنے لگے۔ سانپ نے حضور کے قریب پہنچ کر اپنا سر قدم مبارک سے ملا اور مودب ہو کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیان کرو تمہارا آنا کیسے ہوا؟ سانپ نے اجازت پا کر اپنا سارا منہ گوش مبارک میں رکھ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب اس نے اپنا سر نکالا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنا منہ اس کے کانوں سے لگا دیا اور دیر تک آہستہ آہستہ کچھ فرماتے رہے جب آپ اس سے باتیں کر چکے تو سانپ اسی جگہ غائب ہو گیا نہ معلوم اُسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ ہم لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے سانپ کو کیسے کان سے لگایا ہم کھڑے ڈر رہے تھے کہ خدا خیر کرے۔ ارشاد ہوا کہ وہ سانپ نہ تھا بلکہ جن تھا جنھوں نے اپنا ایلچی کر کے میرے پاس فلاں سورۃ کی کچھ آیتیں دریافت کرنے کے واسطے بھیجا تھا جنہیں وہ بھول گئے تھے میں نے اسے بتا دیں وہ بیچارہ چلا گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہاں سے حضور اکرم ﷺ سوار ہو کے آگے چلے ان کے گاؤں میں پہنچے لوگ پہلے سے آمد کی خبر سن چکے تھے اور گاؤں کے باہر جمع ہو گئے آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ جب آپ کی سواری وہاں پہنچی تو سب نے تعظیم بجا لا کے دست بستہ التماس کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں ایک نوجوان عورت ہے اس پر ایک جن عاشق ہو گیا ہے بیچاری نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے سوکھ کے کانٹا ہو گئی ہے۔ قریب ہے کہ مر جائے اس کے حال زار پر رحم فرمائیے۔ حضور اکرم ﷺ معہ اپنے ہمراہیوں کے اس عورت کے گھر تشریف لے گئے ہم نے دیکھا تو واقعی وہ چاند کا ٹکڑا تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس عورت کو اپنے پاس بلایا پہلے وہ کسی کے کہنے سننے کو خیال میں نہیں لاتی تھی لیکن حضور

کے بلانے سے خاموشی سے چلی آئی۔حضور اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے جن تو جانتا ہے میں کون ہوں جان لے کہ میں محمد رسول اللہ ہوں۔میرا حکم ہے کہ اس عورت پر سے چلا جا ہرگز اس کو نہ ستا۔اتنا سنتے ہی اُس عورت نے خود بخود چہرہ پر سے نقاب منہ پر ڈال دیا لوگوں سے شرم کرنے لگی اور بالکل صحیح سالم ہوگئی۔(خصائص کبریٰ)

رسول الجن صلی اللہ علیہ وسلم

جمہور اہلِ اسلام کے عقیدہ پر کہ حضور سرورِ عالمﷺ اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوق کے ذرہ ذرہ کے رسول ہیں (ﷺ)

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (پارہ ۱۸،سورۃ الفرقان،آیت ۱)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

فائدہ

مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت میں حضور اکرمﷺ کے عمومِ رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جن ہوں یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے امتی ہیں کیونکہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں اس میں یہ سب داخل ہیں ملائکہ کو اس سے خارج کرنا جیسا کہ بعض نے ملائکہ کو خارج کیا ہے وہ قرآن کے عموم کے خلاف ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرمﷺ نے فرمایا

ارسلت الی الخلق کافۃ یعنی میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا

علامہ علی قاری نے مرقات میں اس کی شرح میں فرمایا یعنی تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان ہوں یا فرشتے یا حیوانات یا جمادات اس مسئلہ کی کامل تنقیح و تحقیق شرح وبسط کے ساتھ امام قسطلانی کی مواہب لدنیہ میں ہے یا فقیر کے رسالہ ''کُلِّ کائنات کا نبی'' کا مطالعہ کیجئے۔

جب جنات حضور اکرمﷺ کے امتی ہیں وفادار امتی اپنے نبی پاکﷺ پر بدل و جان فدا ہے ہاں جنات میں بھی بد مذاہب ہوتے ہیں وہ فدا نہ ہوں تو ان کی بدقسمتی ہے۔

قاسم رزق اللہ

جیسے حضور اکرمﷺ ہمارے رزق کے قاسم ہیں جنات کے رزق کے بھی قاسم ہیں چنانچہ ابونعیم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جنات کے ایک وفد نے حضور کے پاس چند یوم قیام کیا جب یہ وفد اپنے شہر جانے لگا تو انہوں نے حضور سے کھانے کی درخواست کی حضور اکرمﷺ نے فرمایا

اذھبوا فکل عظم مررتم به فھو لکم لحما غریضاً و کل روث مررتھم فھو لکم تمر.

(خصائص جلد۲صفحہ۲۹)

جاؤ جس ہڈی کوتم پاؤ گے اس پرتمہارے لئے تازہ گوشت پیدا ہو جائے گا اور گوبر تمہارے لئے کھجوریں بن جائیں گی۔

فائدہ

امام ابونعیم حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ہم رکاب تھے راستہ میں حضور نے مجھ سے فرمایا استنجے کے لئے پتھر تلاش کرولیکن ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ ابو ہریرہ نے عرض کیا حضور ہڈی اور گوبر کا کیا حال ہے

جاء نی وفد جن فسا لونی الغذاء فدعوت لھم ان لا یمو بعظم ولا روث الا وجدوہ علیه طعاماً. (خصائص جلد۲صفحہ۲۹)

میرے پاس جنات کا ایک وفد آیا تھا انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تو میں نے ان کے لئے دعا فرمادی کہ ہڈی اور گوبر پر ان کے لئے کھانا موجود ہو جائے۔

ابونعیم زبیر ابن عوام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

فانھم ساء لونی الزاد فجعلت لھم کل عظم وروث

جنات نے مجھ سے اپنی خوراک کے متعلق سوال کیا تو میں نے ہڈی اور گوبر ان کی خوراک مقرر کردی۔

جنات کو علاقه مقیم کر دیا

امام ابونعیم کثیر ابن عبداللہ سے راوی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمان جن اور کافر جن میں جھگڑا ہوا اور وہ اپنا مقدمہ میرے حضور لائے اور عرض کی کہ ہمارے رہنے کی جگہ مقرر فرمادیجئے۔

فامکنت المسلمین الجلس والمشرکین الغور. (خصائص جلد۳صفحہ۳۰)

میں نے مسلمان جن کی سکونت جلس اور کافر جن کے لئے غور کو مقرر فرمادیا۔

کثیر ابن عبداللہ کہتے ہیں جلس سے مراد پہاڑ اور گاؤں ہیں میں نے دیکھا کہ جلس کے رہنے والے جن مسلمان ہیں اور غور سے مراد وہ مقام ہے جو پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ہے غور کے رہنے والے جن کافر ہیں۔

جنوں کا اسلام لانا

مخلوقاتِ الٰہی کی ایک صنف کا نام جن ہے اہل لغت کہتے ہیں عربی میں جن کا لفظ جن سے مشتق ہے اس کے معنی

چھپنے یا چھپانے کے ہیں چونکہ یہ مخلوق عموماً انسانوں کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے اس لئے ان کو جن کہتے ہیں جن کے وجود کا انکار کفر ہے۔ قرآنِ حکیم سے ان کا وجود ثابت ہے قرآن نے یہ بھی بتایا کہ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے

وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ٥ (پارہ ۲۷، سورہ الرحمٰن، آیت ۱۵)

اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لو کے سے۔

جنوں میں مرد اور عورت ہوتی ہیں ان میں سلسلہ توالد بھی جاری ہے ان میں مسلمان اور کافر بھی ہیں ان کی قوت انسان سے زائد ہے، یہ مسجدوں میں آ کر نماز پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں، ان کی خوراک گوبر اور ہڈی ہے، ان میں شریف اور شریر بھی ہوتے ہیں، وہابی اور مرزائی بھی ہیں اکثر شریر جن ہی انسان کو ستاتے ہیں، یہ ہماری طرح کپڑے پہنتے ہیں، اکثر اوقات سپید رنگ کے کپڑے پہنے یا سیاہ کتے یا سانپ کے روپ میں دکھائی بھی دیتے ہیں، جنات مکلّف ہیں خود رب العزت فرماتا ہے

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ (پارہ ۲۷، سورۃ الذریت، آیت ۵۶)

اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

جنات سے بھی انسانوں کی طرح قیامت میں جواب وسوال ہوں گے کافر جن دوزخ میں اور مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔

جنات اسلام سے پهلے

اسلام سے پہلے عرب میں جنوں کا تسلط تھا لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ بت خانوں کے عاملوں اور کاہنوں سے ان کی دوستی ہوتی تھی اور یہ ان کو غیب کی خبریں بتایا کرتے تھے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو ملاءِ اعلیٰ میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ والے اپنے نیچے کے فرشتوں میں اس کا ذکر کرتے اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر آسمان کے فرشتوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آخری آسمان تک بات پہنچتی ہے جہاں سے نیچے دنیا کی سرحد شروع ہوتی ہے۔

اسی آخری آسمان سے جن چھپ چھپا کر فرشتوں کی باتیں سن کر اور سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن اس میں اور اضافہ کر کے انسانوں میں مشتہر کر دیتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے تو ستارہ ہائے آسمانی میں ایک انقلابِ عظیم پیدا

ہوا اور جن وشیاطین اوپر چڑھنے سے روک دیئے گئے کیونکہ جب شیاطین اپنی سرحد سے بڑھ کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہتے تو فوراً ایک چمکتا ہوا تارہ شہاب ثاقب ٹوٹ کر ان پر گرتا اور جن کوئی آسمانی بات نہ سن سکتے چنانچہ اسی کا ذکر قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں میں آیا ہے۔

جب ٹوٹنے والے ستاروں کی بھر مار ہوگئی اور کافروں کی خبر رسانی کے ذرائع مسدود ہوگئے تو آسمان کے اس انقلاب نے جنوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ سب نے کہا کہ یقیناً روئے زمین پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے۔ آخر کار جنوں کی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ساری دنیا کا گشت لگانا چاہیے اور اس اہم واقعہ کو معلوم کرنا چاہیے چنانچہ جنوں کے ایک وفد نے یہ کام شروع کر دیا اور روئے زمین کو چھان ڈالا۔

اُدھر حضور اکرم ﷺ قبائل میں دورہ کر کے تبلیغ اسلام فرمارہے تھے اور اسی تقریب سے عکاظ کے میلہ میں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں رات کے وقت مقامِ نخلہ میں قیام ہوا اور صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ نماز میں مصروف تھے اور قرآن کی آیتیں جہر کے ساتھ تلاوت فرمارہے تھے۔ اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت جو تفتیشِ حال کے لئے تہامہ کی طرف سے آئی تھی اس کا اس مقام پر گزر ہوا۔ جب جنوں کی اس جماعت نے حضور کی مبارک زبان سے قرآن کی آیتیں سنیں تو یکبار پکار اُٹھی

هذا والذی حال بینکم وبین خبر السماء. (بخاری، خصائص جلد۲ صفحہ ۱۳۷)

کہ یہ ہی وہ نورِ حق ہے جو درخشاں ستاروں میں ہمیں نظر آتا ہے اور جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے۔

قرآن کی آیتیں سن کر جنوں کی یہ جماعت اپنی قوم کی طرف واپس لوٹی اور ان کو خاتم نبوت کے ظہور کی بشارت سنائی اور کہا کہ

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا۝ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا (پارہ ۲۹، سورۂ جن، آیت ۱،۲)

ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

اس واقعہ کے بعد سے جنوں کے اسلام لانے کا سلسلہ شروع ہوگیا اور فوج درفوج جنات دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے جن کا ذکر متعدد احادیث میں موجود ہے۔ یہاں ہم دو حدیثیں ذکر کر کے مضمون ختم کرتے ہیں

امام مسلم و احمد ترمذی میں حضرت علقمہ سے راوی انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے لیلۃ الجن کے متعلق

پوچھاتو آپ نے فرمایا کہ ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے حضور اکرم ﷺ کو نہ پایا اور حضور اکرم ﷺ کا اس طرح غائب ہوجانے سے ہم کو اضطراب وقلق میں مبتلا کردیا اور یہ رات بڑی بے چینی سے بسر ہوئی۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ حضور غارِ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں ہمارے استفسار پر حضور نے فرمایا

اتانی داعی الجن فاتیتھم فقرات علیھم فانطلق فارانا اثار نیرا نھم. (خصائص جلد۲ صفحہ ۱۳۷)

رات جنوں کا قاصد آیا میں اس کے ساتھ گیا میں نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اس کے بعد حضور ہم سب کو اس مقام پر لے گئے اور وہاں جنوں کے آگ جلانے کے نشانات دکھائے۔

امام ابو نعیم حضرت ابن مسعود سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مقامِ براز میں پہنچا اور اس جگہ آپ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا یہاں بیٹھ جائیں ساری رات وہاں بیٹھا رہا۔ صبح کو حضور تشریف لائے میں نے عرض کی حضور یہ آوازیں کیسی تھیں فرمایا

ھذہ اصواتھم حین ودعونی وسلموا علی. (خصائص جلد۳ صفحہ ۱۳۹)

یہ جنوں کی مجھے سلام کرنے اور وداع کرنے کی آوازیں تھیں۔

بشر قربان

واقعی ہر بشر حضور اکرم ﷺ کے نام پر قربان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو ہر گفتگو میں تکیہ کلام ہوگیا تھا "فداک ابی وامی" اور "فداہ ابی وامی" وغیرہ اور عملی طور پر بھی وہی کہتے جو ہم کہتے ہیں

اک جان کیا تو دو جہاں فدا دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح حضور سرورِ عالم ﷺ کا ہر وفادار امتی جان ہتھیلی پر رکھتا ہے اور آرزو کرتا ہے بقول سرائیکی شاعر

سررت دی تو بنڑی یار موتین دی کھان سرڈتین یار ملے تاں دی سستاجان

سر تو صرف خون کی ایک معمولی سی پوٹلی ہے لیکن محبوب تو سراپا موتی جواہرات کی کان ہے اگر محبوب سر کے بدلے ملتا ہے تب بھی اے عاشق یہ سودا سستا سمجھو۔

ایسے بیشمار واقعات عالمِ اسلام میں موجود ہیں فقیر صدی رواں کے چند عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے واقعات عرض کرتا ہے۔

جناب محمد صادق صاحب قصوری لکھتے ہیں کہ ۱۹۲۶ء جب پورے ہندستان میں شدھی تحریک نے اپنے بال و پَر نکالے تو ہندوؤں نے شانِ رسالت مآب ﷺ میں تحریراً اور تقریراً گستاخیاں شروع کر دیں انگریز حاکم ہندوؤں کی پوری طرح پشت پناہی کرر ہے تھے۔اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے علماء و مشائخ نے جو کام کیا وہ آئندہ کا مورخ آبِ ذر سے لکھنے پر مجبور ہوگا۔میرے مرشد برحق حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس تحریک میں دامے درمے قلمے اور سخنے جو خدمات سرانجام دیں اُن کو احاطۂ تحریر میں لانا جوئے شیر کے مترادف ہے لیکن بعض گمنام لیکن خوش نصیب حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے ناموسِ رسالت پر اپنی جان قربان کر کے شہرتِ عام اور بقائے دوام حاصل کی ان میں غازی علم الدین شہید، غازی عبدالرشید شہید اور مرید حسین شہید وغیرہم جیسے عاشقِ رسول شامل ہیں ان تینوں شہیدوں کا مختصر سا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

(۱) مرید حسین شہید

یہ شہید موضع کریالہ تحصیل چکوال ضلع جہلم کا رہنے والا تھا۔میٹرک کا امتحان دینے کے بعد اُس کی شادی ہوگئی ایک دن اُس نے سنا کہ نارنوند تحصیل ہانسی ضلع حصار کے شفا خانہ حیوانات میں ایک سکھ ڈاکٹر ہے جس نے اپنے شفا خانے کے گدھے کا نام .... رکھا ہوا ہے (نعوذباللہ) یہ سن کر مرید حسین کا جوان خون کھول اُٹھا بھلا کون صاحبِ ایمان ہے جو سرورِ کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت کر سکے۔مرید حسین کو یہ حدیث یاد آگئی کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جس وقت تک وہ مجھے اپنے مال، جان اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ سمجھے چنانچہ اُس نے نئی نویلی دلہن کی رنگین اور ٹھاٹھیں مارتی ہوئی جوانی، اپنی بوڑھی ماں کی وبیکسی و بے بسی اور عزیز وا قارب کی محبت کا خیال ترک کر کے سکھ ڈاکٹر کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا۔عقل نے ہر چند اسے یہ باور کرنے کی کوشش کی کہ اپنی جان گنوا کر کیا کرو گے لیکن جذبۂ عشق نے عقل کو شکستِ فاش دی

عقل بولی کہ بڑی شے جان ہے   عشق بولا یار پہ قربان ہے

القصہ مرید حسین اپنی والدہ سے اجازت لے کر موضع نارنوند پہنچا۔نارنوند گاؤں میں تمام آبادی ہندوؤں کی تھی وہ پنچائت گھر میں ٹھہر گیا اور اپنے کے لئے موقعہ کی تاک میں بیٹھا۔ایک دوپہر کو موقع پا کر سکھ ڈاکٹر کے گھر میں گھس گیا اور ڈاکٹر کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔گھر کے لوگ چیخنے اور چلانے لگے شور سن کر لوگ فوراً موقع پر پہنچ گئے۔مرید حسین ہسپتال کے نزدیک جمع شدہ بارش کے پانی میں کود گیا۔لوگ پانی کے ارد گرد پھیل گئے اور اینٹیں مار مار کر پکڑ لیا اور تھانے

میں لے گئے مقدمہ چلا اور حصار میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

(۲)غازی علم الدین شہید

۱۹۲۸ء میں ہسپتال روڈ لاہور کے ایک ناشر نے ایک دل آزار کتاب شائع کی اس ناشر کا نام راجپال تھا۔ یہ کتاب سوامی دیانند دہلوی کے ایک چیلے کرشن مدیر ''پرتاب'' کے ایما پر چھپی ۔ کتاب میں اسلام اور پیغمبر اسلام (فداہ امی وابی) ﷺ پر رکیک حملے کئے گئے تھے۔ کتاب کے منظر عام پر آتے ہی مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ ایڈیشنل جج، ڈسٹرکٹ جج لاہور کی عدالت میں مقدمہ کیا گیا کہ ناشر نے دو فرقوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی سعی کی ہے۔ عدالت نے ناشر کو چھ ماہ قید کی سزا دی لیکن ہندوؤں نے چندہ جمع کر کے ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی جہاں ہندو جج جسٹس دلیپ سنگھ نے راجپال کو رہا کر دیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے بہت سے جلسے جلوسوں کے ذریعے حکومت سے احتجاج کیا مگر بے سود چنانچہ دہلی دروازہ لاہور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں سر کردہ علماء اور مسلم زعما نے شرکت کی۔ ایک شعلہ نوا اور آتش بیان مقرر نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا وہ دیکھو! ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے دروازے پر تشریف لا کر دریافت کر رہی ہیں کہ میری ناموس اور عزت کی حفاظت کی خاطر کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں؟ یہ سنتے ہی مجمع قابو سے باہر ہو گیا اور مسلمان ناموسِ رسالت پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو گئے اور کفار کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے سیکریٹریٹ کی جانب جلوس کی شکل میں روانہ ہو گئے حکومت کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی۔ جلوس کو منتشر کرنے کر کے چیدہ چیدہ لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ علاوہ ازیں سینکڑوں مسلمان بھی داخل زنداں کئے گئے ان تمام جلسے جلوس میں غازی علم الدین شہید برابر کا شریک تھا۔

دہلی دروازہ کے جلسہ میں مقررین کی تقاریر سن کر علم الدین غازی نے راجپال کو ٹھکانے لگانے کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ اپریل ۱۹۲۹ء کے ایک دن وہ تیز دھار چھرا لے کر راجپال کی دکان پر پہنچ گیا اور راجپال کے دو ملازموں بھگت رام اور کدار ناتھ کی موجودگی میں ہی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس ذلیل اور کمینے دشمنِ رسول کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور پھر قریب ہی ایک نلکے پر اپنے ہاتھوں کو راجپال کے ناپاک خون کے دھبوں سے پاک و صاف کیا اور پھر پانی پیا۔ اسی اثنا میں شور مچ گیا کہ راجپال قتل ہو گیا ہے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ غازی علم الدین شہید نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس ذلیل و ناہنجار کو میں نے قتل کیا ہے چنانچہ قتل کی اطلاع انارکلی پولیس اسٹیشن میں اس کے ملازم کدار ناتھ نے درج

کرائی۔

مقدمے کی کاروائی مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ہوئی جس نے غازی موصوف پر فردِ جرم عائد کر کے دس اپریل کو مقدمہ سیشن جج کی عدالت میں منتقل کر دیا۔انگریز سیشن جج نے ۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو پھانسی کا حکم سنایا اور مزید توثیق کے لئے کیس ہائی کورٹ میں بھیج دیا۔مسلمانانِ لاہور نے ہائی کورٹ میں اپیل کی قائد اعظم محمد علی جناح کو بمبئی سے خصوصی طور پر اس مقدمہ کی پیروی کے لئے بلایا گیا انہوں نے بڑی تندہی سے نہایت مدلل اور فاضلانہ بحث کی مگر انگریز جج صاحبان کی ہٹ دھرمی اور ضد کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ غازی موصوف کے خلاف ہوا اس کے بعد پریوی کونسل لندن میں اپیل کی گئی مگر پریوی کونسل نے بھی فیصلہ غازی موصوف کے خلاف دے دیا یہ واقعہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء کا ہے۔

اب غازی علم الدین شہید کو میانوالی جیل میں بھیج دیا گیا۔جیل میں غازی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔آپ نے غازی کو عاشق رسول ﷺ ہونے پر مبارک دی پھر آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔۳۰ اکتوبر کو غازی صاحب کے رشتہ دار میانوالی جیل میں ملنے کے لئے گئے غازی صاحب نے ان کو اپنی آخری وصیت میں کہا کہ میرے پھانسی ہو جانے کے بعد اور شہادت کا منصب حاصل کرنے پر متاسف نہ ہوں۔اعمالِ صالح ہر مسلمان پر لازم ہیں اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ نماز،روزہ،زکوٰۃ اور دیگر احکامِ شرعی پر قائم رہے اور جہاں موقعہ آئے ناموسِ رسالت ﷺ پر بھی اپنی جان قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو غازی علم الدین کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور جیل کے قریبی قبرستان میں بغیر جنازہ و بغیر کفن کے دفنا دیا گیا جونہی یہ خبر لاہور پہنچی مسلمانانِ لاہور دیوانہ وار سڑکوں پر نکل آئے اور مظاہرے شروع کر دیئے اور لاش کو لاہور لانے کا مطالبہ کیا۔گورنر پنجاب نے لاش کو مشروط طور پر لاہور لانے کی اجازت دے دی چنانچہ علامہ اقبال اور میاں امیر الدین و دیگر لیڈروں پر مشتمل وفد میانوالی پہنچا اور لاش کو لے کر ۱۴ نومبر کو ۵ بج کر ۳۵ منٹ پر لاہور پہنچا۔

عاشق رسول کے آخری دیدار کے لئے
خواتین بھی سڑکوں پر نکل آئی تھیں

غازی شہید کی لاش کی آمد کی خبر جنگل کی آگ کی طرح تمام پنجاب میں پھیل گئی۔صوبے کے طول وعرض سے ہزارہا مسلمان لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔جنازے کے وقت تقریباً چھ لاکھ مسلمان اکٹھے ہو چکے تھے۔جنازے کا جلوس

تقریباً ساڑھے پانچ میل لمبا تھا ہزاروں خواتین بھی اس عاشق رسول کے آخری دیدار کے لئے پُرنم آنکھوں کے ساتھ سڑکوں پر نکل آئی تھیں ۔میت کی چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے بانس باندھے گئے سارا راستہ جنازہ پر پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔کئی سو من پھول اور کئی من عطر گلاب میت مبارک پر چھڑکا گیا۔نمازِ جنازہ مسجد وزیر خاں کے خطیب مولانا سید دیدار علی شاہ الوری کو پڑھانا تھی مگر وہ کسی سبب سے بروقت نہ پہنچ سکے تو مسجد وزیر خاں کے امام قاری محمد شمس الدین بخاری نے پڑھائی۔بعدازاں دوسری نمازِ جنازہ مولانا سید دیدار علی الوری اور تیسری نمازِ جنازہ سید احمد شاہ نے پڑھائی۔ علاوہ ازیں بہت سے دوسرے علماء نے بھی نمازِ جنازہ ادا کی۔

لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں لحد مبارک تیار کی گئی۔مولانا ظفر علی خان نے لحد میں اتر کو قبر کو ملاحظہ کیا اور پھر مولانا سید دیدار علی شاہ الوری اور علامہ اقبال نے میت کو لحد میں اتارا۔بعدازاں مرشدی ومولائی ،سیدی وسندی حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے مقبرہ کا سنگ بنیاد رکھا اور مسلمانانِ لاہور نے اس عاشقِ رسول کا محدث علی پوری کی اپیل پر مقبرہ بنوایا جو آج بھی زیارتِ خواص و عام کا مرکز ہے اور بعض دل جلے سال بعد عرس شریف کروا دیتے ہیں۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(۳)غازی عبدالرشید شہید

۱۹۲۳ء میں شردھانند نے اپنے اردو روزنامہ ''تیج'' کے ایک مضمون میں اسلام پر بہت برا رکیک حملہ کیا۔ شردھانند شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں کا اہم رکن تھا۔شدھی تحریک کا مقصد مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کر کے دوبارہ ہندو بنانا اور سنگھٹن کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کر کے ہندو، بدھ مت اور سکھوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے چنانچہ سر دھانند اور دیگر ہندوؤں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلیظ گالیوں، بہتان تراشیوں اور انتہائی اشتعال انگیزیوں کو اپنا شعار اور مقصد حیات بنالیا۔شردھانند کے روزنامہ ''تیج'' دہلی میں روزانہ اس کے قلم سے اسلام اور مسلمانوں کو گالیاں دی جاتیں ۔قرآن پاک کی مقدس آیات کا مذاق اڑایا جاتا۔ہندوؤں کو مشتعل کرنے کے لئے مسلم سلاطین ہند کے فرضی مظالم کی کہانیاں بہت بڑھا چڑھا کر افسانوی رنگ میں پیش کی جاتی ، ہر روز ہندو عورتوں کے اغوا کی نئی داستانیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی فرضی آبروریزی کے قصے درج کئے جاتے۔ان حالات میں ہندوؤں کی جسارت اس حد تک بڑھ گئی ایک آریہ سماجی نے قرآن مجید کا جواب لکھنا شروع کر دیا۔شردھانند کی اشیر

باد سے ایک ہندو اخبار گرو گھنٹال جاری کیا گیا جس کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کے رہنماؤں کی توہین کر کے ان کی دل آزاری کرنا تھا۔

شردھانند کے ایک چیلے نے "چڑ پٹ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام حضرات ابراہیم خلیل اللہ، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں اس قدر عریاں الفاظ میں گستاخیاں کی گئی تھیں کہ ان کا تصور بھی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ان تمام تر گستاخیوں اور خباثتوں کے باوجود شردھانند کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اس نے مغلیہ خاندان کی بے گناہ شہزادیوں کے خلاف فحش ڈرامے لکھنے شروع کر دیئے اس پر طرہ یہ کہ ان ڈراموں کو اسٹیج پر پیش کرنا شروع کر دیا جو بہت ہنگاموں کا باعث بنے۔

ان حالات سے ہر مسلمان پریشان اور بے قابو تھا۔ آخر صبر کی بھی حد ہوتی ہے کب تک ان ناپاک حملوں کو برداشت کیا جاتا لیکن عام سے بڑھ کر ایک شخص بہت زیادہ افسردہ نظر آتا تھا اس کا نام قاضی عبدالرشید تھا وہ اخبار ریاست میں خوشنویسی کا کام کرتا تھا۔ وہ تمام دن چپ چاپ رہتا کام کرنے کو دل نہ چاہتا اخبار کے منتظموں نے ایک دو مرتبہ ڈانٹا تو نوکری چھوڑ دی، قلم و دوات بغل میں لئے دفتر سے نکل گئے اور سیدھے جا کر شردھانند کو پستول کی ایک ہی گولی سے ٹھنڈا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد شردھانند کے قتل کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور قاضی صاحب کو گرفتار کر لیا گیا۔

عدالت میں قاضی صاحب نے اقبالِ جرم کر لیا۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۶ء کو سیشن کورٹ سے پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ ڈاکٹر کچلو نے بغیر کسی معاوضہ کے سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ میں مقدمہ اور اپیل کی پیروی کی۔ ہائی کورٹ نے بھی اپیل خارج کر دی اور قاضی صاحب کو دہلی کی سینٹرل جیل میں جولائی یا اگست میں پھانسی دے دی گئی۔ پھانسی کے دن سینٹرل جیل کے سامنے مسلمانوں کا بہت بڑا ہجوم تھا جیل حکام نے جیل کے اندر ہی گور و کفن کا اہتمام کیا لیکن مسلمانوں کے شدید اصرار پر لاش کو اس شرط پر وارثوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ ہوا کہ جنازہ کا جلوس نہیں نکالا جائے گا اور جیل کے سامنے والے قبرستان میں ہی سپردِ خاک کر دیا جائے گا لیکن جیل کا پھاٹک کھلتے ہی مسلمانوں کا زبردست انبوہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت لگاتا ہوا دیوانہ وار ٹوٹ پڑا اور جنازے کو حکام سے چھین کر جامع مسجد دہلی کو روانہ ہو گیا۔

خونی دروازے کے سامنے پولیس اور گورہ فوج آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو گئی تا کہ جلوس جنازہ گزر نہ سکے مگر جب جلوس نے وہاں پہنچ کر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا تو پولیس اور فوج بادلوں کی طرح چھٹ گئے اور جلوس بغیر کسی رکاوٹ کے گزر

گیا۔ پولیس نے ایک دوبار پھر جنازہ روکنے کی کوشش کی مگر بےسود۔ جامع مسجد میں ساٹھ ہزار کے اجتماع نے آہوں اور سسکیوں کے درمیان غازی قاضی عبدالرشید شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی اور درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی میں قاضی صاحب کو نذرِ لحد کیا گیا۔اللہ تعالیٰ ان کی مرقدِ انور پر نور کی بارش فرمائے۔آمین ثم آمین

مخدومی حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری لاہوری راوی ہیں کہ جب پشمینہ بازار امرتسر میں ہندوؤں کی کچھ دکانیں ہوگئیں تو انہوں نے اس بازار کا نام شردھانند بازار رکھالیا۔مسلمانوں نے اس کے جواب میں ایک بازار کا نام ''قاضی عبدالرشید بازار'' رکھا جو ۱۹۴۷ء تک رہا۔(بشکریہ ہفت روزہ الہام، بہاولپور)

ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر جن کو ملتا نہیں کوئی یاور
ہر طرف سے وہ پُر ارماں پھر کر ان کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

حل لغات

ٹوٹ پڑنا،گر پڑنا،حملہ کرنا، دھاوا کرنا، پل پڑنا۔یاور (فارسی) مددگار، معاون، حمایتی۔

شرح

ان لوگوں پر بلائیں مصیبتیں گر پڑتی ہیں جن کا کوئی حامی و مددگار نہیں وہ ہر طرف سے پُرارمان دھکے کھا کھا کر بالآخر آپ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔

لب پہ آجاتا ہے جب نامِ جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جان بے تاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

حل لغات

گھل جانا، پگھل جانا، پتلا ہوجانا، حل جل جانا۔

شرح

جب پیارے حبیب ﷺ کا آپ نامِ نامی اسمِ گرامی ہمارے لبوں پر آتا ہے تو ہمارے منہ میں شہد نایاب گھل جاتا ہے پھر ہم وجد میں بےتاب ہوکر خود اپنے لبوں کو چوم لیا کرتے ہیں۔

لب پہ کس منہ سے غمِ الفت لائیں کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کفِ پا پر مٹ جائیں ان کے در پر جو مٹا کرتے ہیں

شرح

ہم کس منہ سے الفت کا غم بیان کریں کوئی دل کی بلا تو نہیں کہ اس کا درد سنائیں ہم تو آرزو رکھتے ہیں کہ دوسرے عشاق کی طرح ہم بھی محبوب ﷺ کے کف پا پہ مٹ جائیں زہے نصیب محبوب کے۔

اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انہی کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارۂ دردِ رضا کرتے ہیں

حل لغات

لو (اردو) بفتح اللام بمعنی دھیان، شعلہ بٹ لگاؤ، امید۔ شوقِ چارہ (فارسی) علاج، تدبیر

شرح

ہمارے دلوں کا آرام تو حضور اکرم ﷺ سے ہے ہم نے اپنے تمام امور آپ کو سپرد کردیئے۔ ہمارا شوق اور لگاؤ آپ سے ہے اب اس در کے غلام درد کا علاج یونہی کیا کرتے ہیں کہ آپ سے ہی وابستہ ہو جائیں اور بس۔

منقبت ۴۲

در منقبت سیدنا ابو الحسین احمد نوری قدسرہ الشریف
کہ وقت مسند نشینی حضرت ممدوح در ۱۲۹۲ھ عرض کردہ شد

حل لغات

منقبت، تعریف اس کی جمع، مناقب ابو الحسین نوری قدس سرہ، امام احمد رضا قدس سرہ کے مرشد زادہ واستاذ، مسند (عربی) گاؤ تکیہ، گدی، تخت عرف میں شیخ کے وصال کے بعد ان کا گدی نشین ہونا۔

تعارف

عمدۃ الواصلین، قدوۃ الکاملین حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب مارہروی قدس سرہ آپ کے خاندان کا مختصر تعارف حضرت شمس العارفین سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں کے ذکر خیر میں ہے کہ آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک حضرت شاہ ظہور حسن ہے۔ آپ ۱۹ شوال ۱۲۵۵ھ مارہرہ میں پیدا ہوئے۔

چونکہ ان کے والد کا ۱۲۶۶ھ میں انتقال ہو گیا تھا اس لئے میاں صاحب کی تعلیم وتربیت تمام تر ان کے جد امجد شاہ آل رسول مارہروی (ف ۱۲۹۲ھ) زیر سایہ ہوئی۔ انہوں نے علومِ مروجہ کی تعلیم وتحصیل مختلف اساتذہ سے کی جن میں

مولوی فضل اللہ جلیری (ف ۱۳۰۱ھ) مولانا تراب لکھنوی، مولوی نور احمد بدایونی، مولوی فضل رسول بدایونی اور مولوی احمد حسن صوفی مرادآبادی اور مولوی حسین شاہ بخاری قابل ذکر ہیں۔ روحانی تربیت آپ کے جدامجد شاہ آلِ رسول نے فرمائی اس کے علاوہ بعض امور کی اجازت شاہ علی حسین مرادآبادی سے حرزِ یمانی وغیرہ کی اجازت اور حدیث مسلسل بالاولہ کی سند صوفی مولوی احمد حسن مرادآبادی (ف ۱۲۸۸ھ) اور شاہ تکا شاہ سے بھی پائی۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ کو شاہ آل رسول نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

شاہ ابوالحسین نوری میاں صاحب کا حلقہ بیعت وارشاد بہت وسیع تھا۔ روہیل کھنڈ کے اضلاع بدایوں وبریلی و خرخ آباد وغیرہ میں ان کے مریدوں کی بہت کثرت تھی۔ حضرت میاں صاحب نے تذکیر وارشاد کے فرائض بخوبی انجام دیئے۔

میاں صاب کے تعلقات مولانا عبدالقادری بدایونی (ف ۱۹۰۱ء) اور مولانا احمد رضا خان بریلوی (ف ۱۹۲۱ء) سے بہت مخلصانہ تھے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی کو تو وہ مثل اپنے استاد کے سمجھتے تھے اور تمام مسائل میں ان کی رائے سے موافقت فرماتے تھے۔ مولوی شبیر احمد بدایونی (ف ۱۹۲۷ء) تذکرۂ نوری میں لکھتے ہیں کہ غایت تحقیق وتلاش سے یہ معلوم ہوا کہ اکثر مسائل فقہ وکلام میں حسب ہدایت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ حضور اقدس یعنی حضرت ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ مولانا عبدالقادر بدایونی سے مشورہ فرماتے اور اپنی تصانیف کو جو بغیر مشورہ ومعائنہ حضور مولانا طبع کی اجازت نہ دیتے (تذکرۂ نوری) اور فرماتے جو میرا مرید ہے وہ ان کا مرید ہے جو ان کا مرید ہے وہ میرا مرید ہے اور جو ان کا مخالف وہ میرا مخالف جو میرا مخالف وہ ان کا مخالف (حاشیہ اکمل التاریخ جلد ۱ صفحہ ۸۷) اور مولانا عبدالقادر بدایونی بھی حضرت میاں صاحب کے مشورے کے بغیر کوئی کام دینی ودنیوی نہ کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ حضرت میاں صاحب کے پیرومرشد اور جدامجد حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے اور ان کو خود حضرت میاں صاحب سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی لہٰذا وہ حضرت میاں صاحب کی غایت درجہ تعظیم وتکریم فرماتے تھے۔ چنانچہ نوری میاں صاحب کو اپنے منظوم کلام میں متعدد جگہ ذکر کیا۔

برتر قیاس سے ہے مقامِ ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بام ابوالحسین

حل لغات

قیاس (عربی) جانچ، اندازہ، عقل، سمجھ، رائے، قیافہ۔ مقام (عربی) ٹھہرنے کی جگہ، ٹھکانا، ٹھہراو، موقعہ، وقت۔سدرہ،سدرۃ المنتہٰی،رفعت، برتری،اوج، بلندی۔بام (فارسی) چھت،کوٹھا، بالا خانہ۔

شرح

سیدنا ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام اندازے سے بلند وبالا ہے۔سدرۃ المنتہٰی میں رہنے والے ملائکہ سے پوچھو کہ سیدنا ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بالا خانہ کتنا بلند ہے۔

اولیاءِ کرام اور قرآنِ حکیم

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اولیاء کرام کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ولی اللہ کی تعریف شرح عقائد نسفی میں اس طرح کی گئی ہے ولی اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی بقدرِ طاقت بشری معرفت رکھتا ہو، دنیا کی لذتوں اور نفس امارہ کی خواہشوں کی طرف متوجہ نہ ہو، مسترشدین کو کتاب وسنت کی مکمل اتباع اور پیروی کی تلقین کرتا ہو۔نیز سیدنا مخدوم جہانیاں قدس سرہ نے بھی یہی فرمایا ہے چنانچہ آپ کے ملفوظات میں ہے

قال مخدم العوالم مخدوم جهانیان الاسی رحمة الله تعالیٰ علیه شرائط المشیخة ثلث لن لم تکن لا تصح المشیخة احدها ان یکون الشیخ عالما بالعدد الثلثه علم الشریعة والطریقة والحقیقة والثانی یقبونه بعض علماء زمانه ویتعلقونه ویعتقدونه ویرید ونه والثالث ان لایکون له من المطالب من الدنیا والآخرة وماسویٰ الله تعالیٰ

یعنی مشیخت کی تین شرطیں ہیں اگر وہ تینوں نہ ہوں تو مشیخت درست نہیں ایک شرط یہ ہے کہ تین علموں کا عالم ہو۔علم شریعت وطریقت وحقیقت۔دوسری شرط یہ ہے کہ تین علموں کا عالم ہو علم شریعت وطریقت وحقیقت۔دوسری شرط یہ ہے کہ بعض علماء اس کے زمانے کے اُس کو قبول کریں اور اپنا تعلق جوڑیں اور معتقد ہوں اور اُس کے مرید ہوں۔تیسری شرط یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اُس کو اور کوئی طلب نہ ہو نہ دنیوی نہ اخروی۔(توضیح العقائد صفحہ ۸۷)

اس تعریف اور توضیح کے مطابق یہ اوصاف حضرت صاحب موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بطریق اتم پائے

جاتے ہیں جیسے فقیر نے شعر اول میں مختصراً عرض کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. (پارہ ۹،سورۃ الانفال،آیت ۳۴)

اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o (پارہ ۱۱،سورۃ یونس،آیت ۶۲)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

اس فضیلت کے ساتھ فرمایا کہ اولیاء کے اوصاف یہ ہیں

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ o (پارہ ۱۱،سورۃ یونس،آیت ۶۳)

وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔

لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (پارہ ۱۱،سورۃ یونس،آیت ۶۴)

انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس کی تفسیر میں صدر الافاضل خزائن العرفان میں لکھتے ہیں ولی کی اصل ولاء ہے جو قرب و نصرت کے معنی ہے ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قربِ الٰہی حاصل کرے اور طاعت الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے تو دلائل قدرتِ الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعت الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قربِ الٰہی ہو اللہ کے ذکر سے نہ بھولے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے یہ صفت اولیاء کی ہے۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قربِ الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے ابن زید نے کہا کہ ولی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے ''الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو خالص اللہ کے

لئے محبت کریں۔ اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہے جو طاعت سے قربِ الٰہی کی طلب کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یاوہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہواور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اوراس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے یہ معانی اور عبارات اگر چہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہرایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کردی گئی ہے جسے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ تمام صفات اس میں ہوتی ہیں ولایت کے درجے اور مراتب میں ہرایک بقدر اپنے درجے کے فضل وشرف رکھتا ہے۔

انتباہ

دورِ حاضرہ میں بالخصوص عوامِ اہل سنت میں یہ معیار ختم ہے وہ معیار مذکور کے برعکس اس مرض میں مبتلا ہیں کہ یہ فلاں درگاہ کا سجادہ نشین ہےاوربس۔اس میں خواہ ہزاروں شرعی خامیاں بلکہ خرابیاں ہوں تب بھی وہ اُن کے نزدیک ولی ہے دراصل یہ خامی علماء میں ہے جو چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔

سدرہ سے پوچھو یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو مسلم شریف میں ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہﷺ ان اللہ اذا احب عبدادعا جبریل علیه السلام فقال انی احب فلاناً فاحبه قال فیحبه جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبه اھل السماء قال ثم یوضع له القبول فی الارض واذا ابغض اللہ عبداً دعا جبرئیل علیه السلام فیقول انی ابغض فلاناً فابغضه قال فیبغضه جبریل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلاناً فلاناً فابغضرہ قال فیبغضونه ثم توضع له البغضاء فی الارض

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہےاورفرماتا ہے میں محبت کرتا ہوں فلاں بندہ سے تو بھی اُس سے محبت کرپھر جبرئیل علیہ السلام محبت کرتے ہیں اُس سے اورآسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے فلاں سے تم بھی محبت کرو اس سے پھر آسمان والے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں بعد اس کے زمین والوں کے دلوں میں وہ مقبول ہوجاتا ہےاور جب اللہ تعالیٰ دشمنی رکھتا ہے کسی بندہ سے توجبرئیل علیہ السلام کو بلاتا ہےاورفرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ کا دشمن ہوں تو بھی اس کا دشمن ہو جا پھر وہ بھی اس کے دشمن ہوجاتے ہیں پھر منادی کرادیتے ہیں آسمان والوں میں کہ اللہ تعالیٰ کے فلاں شخص سے دشمنی

رکھتا ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں بعد اس کے زمین والوں کے دلوں میں اس کی دشمنی جم جاتی ہے۔

وارستہ پائے بستۂ دامِ ابوالحسین
آزاد نار سے ہے غلامِ ابوالحسین

حل لغات

وارستہ (فارسی) آزاد، کھلے بند، خود مختار۔ پائے بستہ، پابند۔ دام (فارسی) جال، پھندا، غلام، چیلا، بردہ، نیاز مند، فدوی۔

شرح

سیدنا ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ مرید جو آپ کا مکمل طور پر نیاز مند ہے وہ دوزخ کی آگ سے آزاد ہے آپ کے طفیل اسے اللہ تعالیٰ نارِ دوزخ سے نجات عطا کر کے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۝ (پارہ ۲۵،سورۃ الزخرف، آیت ٦٧)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار

فائدہ

آیت میں دوستوں کو دشمنی کی خبر دی گئی ہے کہ قیامت میں گہرے دوست بھی دشمن بن جائیں گے ہاں اولیائے کرام کی دوستی اور محبت کام آئے گی ایسے ہی ماں باپ، بہن بھائی، اولاد کا حال ہوگا چنانچہ فرمایا

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ۝ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ۝ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ۝

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۝ (پارہ ۳۰،سورۂ عبس، آیت ۳۴ تا ۳۷)

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے۔

فائدہ

اس آیت میں تمام کنبے کی دشمنی اور ایک دوسرے سے بیزاری کی خبر دی گئی ہے۔ پہلی اور اس آیت کو ملانے کے بعد نتیجہ صاف ہے کہ قیامت میں اللہ والوں سے نسبت و عقیدت اور محبت کام آئے گی اسی لئے اہل سنت میں اولیاءِ کرام

سے وابستگی پرزور دیا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ غلط کار پیروں اور جاہل مریدوں کی وجہ سے مسلک اہل سنت میں وہ رونق اور پذیرائی نہیں جیسے ہونی چاہیے۔علماء ومشائخ اور ذمہ داری نبھائیں اور اس مسئلہ کو عام کریں کہ داڑھی منڈے شریعت سے بیزار اور بےعمل سے بچو ورنہ جہنم کے لئے تیار ہو جاؤ اس لئے کہ

آنکه خود گم است کرا رهبری کند

اولیاءِ کرام سے وابستگی کی احادیث مبارکہ

ان الله تعالیٰ یقول یوم القیامة این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی. (رواہ مسلم)

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عظمت واطاعت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں میں آج اُن کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ سوائے میرے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں۔

عن انس بن مالک قال جآء رجل الی رسول اللهﷺ فقال یارسول الله متی الساعة قال وما اعددت لها قال حب الله ورسوله قال فانک مع من احببت قال انس فما فرحنا بعد الاسلام فرحا اشد من قول النبی ﷺ فانک منع من احببت قال انس فانا احب الله ورسوله وابابکر وعمر فارجو ان اکون معهم وان کم اعمل باعمالهم

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ قیامت کب ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ وہ بولا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی محبت کو۔آپ نے فرمایا تو تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے انس نے کہا کہ میں اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوا جتنا اس حدیث کے سننے سے خوش ہوا۔میں نے کہا میں تو محبت رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے اور ابوبکر وعمر سے تو مجھے امید ہے کہ قیامت میں اُن کے ساتھ ہوں گا گو میں نے ان جیسے عمل نہیں کئے۔

خطِ سیہ میں نورِ الٰہی کی تابشیں
کیا صبح نور بار ہے شامِ ابوالحسین

حل لغات

خط،لکیر جس میں صرف طول ہو اور عرض نہ ہو۔تابشیں،تابش کی جمع بمعنی چمک۔نورِبار،اسم فاعل ترکیبی نور

برسانے والا۔

شرح

سیہ لکیر میں نورِ الٰہی کی کیا خوب چمکیں تھیں سب کو حصہ ملا لیکن ابوالحسین کی شام (تاریکی) کو جو نصیب ہوا وہ صبح کی طرف نور برسانے والا ہے۔

شرح

صاحب روح البیان نے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات میں ایسے مضمون لائے ہیں

حدیث

ارواح پر ابتدائے فطرت میں اپنے نور کے قطرات برسائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت میں پیدا فرما کر پھر اُن پر اپنے نور کے قطرات برسائے جس شخص پر اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا گویا صراط اللہ کی راہ کھلنا اُس نور سے ہے اور پہلی بارش وہی قطرات ہیں جس کی وجہ سے مومنین برسانے کے مشاہدات سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور ہمیشہ ابر رحمت کے منتظر ہو کر بارگاہِ لم یزل میں عرض کرتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ٥ (پارہ ا، سورۃ الفاتحہ، آیت ۵)

یعنی ہمیں اُن لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے اپنے الطافِ خاص کے دروازے کھولے جس کی بدولت تیری امداد سے تجھی کو پایا اور انہوں نے تجھے پالیا ان الطاف کے واسطے سے جو تو نے انہیں عنایت کئے۔

تشریح حدیث شریف

شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہ اس حدیث شریف کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ وجود محض کے مقابلہ میں عدم (جو وجود کی نقیض ہے) سمجھا جاتا ہے کیونکہ لامحالہ عدم کے لئے ایک تعین متعین ہے اور عدم کے لئے ظلمت ہے جیسا کہ وجود کے لئے نور ہے اس لئے ممکن کو ظلمت سے موصوف کیا جاتا ہے کیونکہ ممکن وجود سے نور پا کر ظاہر ہوتا ہے پس ظلمت ممکن عدم کی ایک وجہ سے ہے جو اسے متصل ہے اور ہر وہ کمی جو ممکن کو لاحق ہوتی ہے (اور اس کمی سے ممکن موصوف بھی ہوتا رہتا ہے) یہ اس نسبت عدمیہ کے احکام سے ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے قولِ مذکورہ میں

ان اللہ الخلق ......الخ　　　　والخلق فی ظلمة ....الخ

(جس کا ترجمہ اوپر گزرا) اشارہ ہے اور اس حدیث میں خلق بمعنی تقدیر ہے کیونکہ تقدیر ایجاد سے سابق ہے اور رش النور سے ممکنات پر وجود کا پہنچنا مراد ہے۔ (روح البیان، الفاتحہ آیۃ "اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ")

اضافه أویسی غفرله

اس میں معتزلہ واہل سنت کے مذہب کا اشارہ ہے وہ ممکنات کی ایجاد عدم سے مانتے ہیں اور اہل سنت وجود سے اسی لئے امام قونوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ظلمت سے تعبیر کیا ہے اور امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے خطِ سیہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

انتباه

دورِ حاضرہ میں اہل سنت کا اختلاف ہوا بد مذاہب بالخصوص وہابیہ وغیرہ سے انہی اصول پر مبنی ہے اہل سنت اپنے اسلاف کے اصول پر قائم ہیں لیکن وہابیہ اور اس کی جملہ شاخیں معتزلہ وخوارج کو نیا لباس پہنا کر اختلاف بپا کرتے ہیں تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "ابلیس تا دیوبند"

ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدامِ ابوالحسین

حل لغات

شیشہ، کانچ، آئینہ، وہ برتن جس میں شراب رکھا جائے یہاں یہی مراد ہے۔ بغداد، غیاث اللغات میں ہے

بغداد بالفتح نام شهرے درعراق عرب دراصل باغ داد بود از آنکه پیش از یں باغی بود که هر هفته نوشیراں عادل دران باغ بداد مظلومان میر سد الحال الف را ساقط کرده بغاد گویند ، کشف ، برهان ، خیابان (غیاث صفحہ ۷۹)

بغداد بالفتح عراق عرب میں ایک شہر کا نام ہے دراصل باغ داد تھا انصاف کا باغ وہ اس لئے کہ اس سے قبل نوشیرواں کے زمانہ میں یہاں ایک باغ تھا جس میں ہر ہفتہ نوشیرواں بیٹھ کر مظلوم وظالم کے درمیان فیصلے فرماتا کثرت استعمال سے الف گرادیا گیا ہے۔ (مزید حالات فقیر کی کتاب سفرنامہ حجاز وعراق میں ہے)

ٹپک، زخم کا درد، ٹیس۔ مدام، شراب ہمیشہ

شرح

اے ساقی خبر دے دے کہ بغداد مقدس کے شیشہ کی ٹیس حضرت ابوالحسین کے شراب کی خوشبو محبوب خدا ﷺ کی خوشبو سے مہکنے لگی ہے۔

فائدہ

یہاں سے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ بتانا چاہتے ہیں کہ پیر طریقت شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کو چاروں سلسلوں کی اجازت تھی لیکن چونکہ سلسلہ قادریہ کا آپ پر غلبہ تھا اور ویسے بھی یہ سلسلہ افضل السلاسل ہے اسی لئے ان چاروں میں سے پہلے اس کا ذکر فرمایا۔

فضائل سلسلہ قادریہ

اس سلسلہ کی نسبت حضور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے ہے آپ کا جملہ سلاسل طیبہ پر احسان ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بقاعدہ سلاسل کی بنیاد آپ کے مرہون منت ہے جیسے فقہ کے سلاسل سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقۂ کار کے۔ (اس کی تفصیل شرح حدائق کی جلداول میں دیکھئے)

تعارف

حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ نے خلافت روحانی کا خرقہ حضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی مخزومی متوفی ۵۱۳ھ سے حاصل کیا جن کا سلسلۂ بیعت یہ ہے

حضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی از شیخ ابوالحسن علی بن محمد القرشی از حضرت شیخ علاؤالدین ابوالفرح طرطوسی از حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز از حضرت شیخ ابوبکر شبلی از حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغداد، حضرت شیخ سری سقطی از حضرت شیخ معروف کرخی از حضرت شیخ داؤد طائی از حضرت شیخ سید حبیب عجمی از حضرت خواجہ حسن بصری از حضرت امام المشارق و المغارب اسد اللہ الغالب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔

قیامت کے دن میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اور ان کے پاؤں راہِ حق سے کبھی لغزش نہ کھائیں گے آپ نے فرمایا ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے اور میں سید المرسلین محمد مصطفیٰ کے قدم پر ہوں۔ آپ نے جہاں قدم رکھا میں نے بھی وہیں قدم رکھا لیکن نبوت کے قدم پر کسی ولی کی طاقت نہیں کہ اپنا قدم رکھے۔

شیخ شریف بن حسن موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیرہ سال آپ کی خدمت میں رہا اتنے عرصہ میں میں نے کبھی آپ کے جسم پر مکھی نہیں دیکھی اور نہ آپ کے جسم سے کسی نجاست و غلاظت کو نکلتے دیکھا یہ آپ کے حضور

اکرم ﷺ کے قدم پر ہونے کی روشن دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب سورج طلوع کرتا ہے تو مجھے سلام کرتا ہے اسی طرح مہینے اور سال سلام کرتے ہیں اور تمام واقعات کی مجھے اطلاع دیتے ہیں۔ نیک بخت اور بد بخت بھی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، میری نظر لوحِ محفوظ پر ہے اور میں اس کے علوم و مشاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا اللہ ہی اسمِ اعظم ہے مگر اس کا اثر تب ہوتا ہے جب پڑھنے والے کے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔

حضور غوثِ اعظم نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک لمبا کاغذ میرے ہاتھ میں دے کر کہا گیا کہ اس میں آپ کے قیامت تک کے مریدین کے نام تھے اور فرمایا گیا کہ تمہارے طفیل ہم نے ان سب کو بخش دیا۔ حضور غوثِ اعظم سے سوال ہوا کیا آپ کا وہ بھی مرید ہے جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی لیکن وہ اپنے آپ کو مرید کہلاتا ہے آپ نے فرمایا ہاں وہ میرا مرید ہے اور میرے اصحاب و مریدین میں سے ہے اور فرمایا منصور سے لغزش ہوئی اگر وہ میرے زمانہ میں ہوتا تو میں اُس کی مدد کرتا۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نے میری زیارت کی یا میرے مدرسہ سے گذرا اُسے نہ قبر کا عذاب ہوگا اور نہ قیامت کا۔

نقل ہے کہ ہمدان سے ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے اس نے مجھے خواب میں کہا ہے کہ مجھ کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے میرے واسطے شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دعا کراؤ آپ نے فرمایا کسی وقت وہ میرے مدرسہ کے پاس سے گذرا ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خاموش ہو گئے اور وہ اُٹھ کر چلا گیا پھر دوسرے دن اس نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا ہے وہ بڑا خوش ہے اور اس نے سبز رنگ کی خلعت پہنی ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی برکت سے عذاب اُٹھا لیا اور یہ خلعت عطا فرمائی ہے۔

بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے مے کشو
چھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین

حل لغات

بوئے، خوشبو۔ کباب، گوشت کا ٹکڑا گول کر کے اسے بھون کر کے کھاتے ہیں۔ سوختہ، جلا ہوا۔ مے کشو، شراب

کے خوگر۔ چھلکا،لبا لب،بھرا ہوا۔ چشت،ایک بستی لیکن یہاں سلسلہ چشتیہ مراد ہے۔

شرح

اے میکشو (سالکو) کباب سوختہ کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت پیر طریقت ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جامِ شراب چشت سے لبا لب ہوگیا ہے (لہٰذا آؤتم بھی اس سے کچھ حاصل کرلو)

سلسلۂ چشتیہ

اگر چہ اس سلسلہ کے بزرگ پہلے سے ہی صاحب کمال تھے۔ چشتیہ بھی انہی بزرگوں کی سکونت کی وجہ سے ہے لیکن جو رونق اور ترقی سیدنا غریب نواز اجمیری قدس سرہ سے اس سلسلہ کو نصیب ہوئی وہ ظاہر و باہر ہے۔ اسی لئے ان کا تعارف اس سلسلۂ پاک کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔

تعارفِ سیدنا اجمیری غریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خواجہ غریب نواز کا اسمِ گرامی سیدنا معین الدین حسن ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد القابات سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ خاندانی اعتبار سے آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد گرامی سید غیاث الدین حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنجر کے رؤسا میں شمار ہوئے۔ وہ دولتِ دنیا کے ساتھ ساتھ دولتِ فقر سے بھی مالا مال تھے اپنا سب کچھ راہ خدا کے لئے وقف کر رکھا تھا اور بے شمار بندگانِ خدا آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ غرباء و مساکین کے لئے آپ کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے آپ باکرامت بزرگ تھے اور ہر طبقے کے لوگوں میں نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز کی والدہ ماجدہ بی بی نور بھی ایک عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ نہایت خدا ترس اور مخیّر تھیں حضرت خواجہ معین الدین حسن کے علاوہ دو اور فرزند آپ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز کے وطن کے متعلق پانچ مختلف روایات ہیں ان میں آپ کا وطن سجستان ، دارسنجان ، اصفہان، سنجرستان یا سیستان بیان کیا گیا ہے۔ کثرتِ آراء سیستان یا سنجرستان کے حق میں ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ آپ کو سنجری ہی لکھا جائے۔

ولادت

حضرت خواجہ غریب نواز کے سالِ ولادت کے متعلق دو روایات ہیں۔ پہلی روایات کے مطابق آپ ۵۳۰ھ میں تولد ہوئے اور دوسری روایت کے مطابق ۵۳۷ھ میں ۔ کثرتِ آراء دوسری رائے کے حق میں ہے اس کے مطابق آپ

۱۴ رجب ۵۳۷ھ کو دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت بمقام سنجر پیدا ہوئے۔

بچپن

بچپن کا زمانہ آپ نے والدین کے زیر سایہ بسر کیا چونکہ والدین دولت دین وفقر سے مالا مال تھے اس لئے انہوں نے حضرت کو دینی تعلیم دی۔

جب حضرت خواجہ غریب نواز کی عمر گیارہ اور بعض روایات کے مطابق پندرہ برس کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے۔ اس طرح آپ سن شعور کو پہنچنے سے پہلے ہی سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ والد محترم کے ترکہ میں آپ کو ایک وسیع باغ ملا جس کے ساتھ ایک پن چکی بھی تھی۔ اس باغ کی دیکھ بھال حضرت خواجہ غریب نواز ہی کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت باغ میں درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک درویش تشریف لائے۔ ان کا اسم گرامی حضرت ابراہیم قندوزی تھا جب وہ حضرت خواجہ معین الدین کے باغ میں تشریف لائے تو حضرت خواجہ غریب نواز نے بڑی گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا۔ ایک سرسبز اور گنجان درخت کے سائے میں انہیں بٹھایا اور پختہ انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان کے سامنے رکھا حضرت ابراہیم قندوزی خواجہ غریب نواز کی مہمان نوازی سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اپنی جھولی (زنبیل) سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر خواجہ معین الدین کو دیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے بلا تکلف یہ چبائی ہوئی کھلی کھالی اسے کھاتے ہی دل کی دنیا بدل گئی اور سینہ انوارِ الٰہی سے معمور ہو گیا۔ طبیعت علائق دنیا سے متنفر ہو گئی اور رگ رگ میں عشقِ الٰہی کا دریا موجزن ہو گیا۔ حضرت ابراہیم قندوزی تو چلے گئے اور حضرت خواجہ غریب نواز اپنی املاک ٹھکانے لگانے میں مصروف ہو گئے۔ دو تین روز میں ساری جائیداد فروخت کر ڈالی اور اس کی قیمت راہِ خدا میں صرف کر دی پھر والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر تحصیلِ علم اور تلاشِ حق کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔

تلاشِ حق

۵۵۲ھ میں جب حضرت خواجہ غریب نواز اپنے وطن سے رخصت ہوئے تو ان کی عمر صرف پندرہ سال تھی۔ ذرائع آمدورفت محدود اور پرصعوبت تھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں حضرت خواجہ غریب نواز کا تن تنہا گھر سے نکل کھڑا ہونا جرات کا کام تھا لیکن جب دل میں تڑپ اور جذبہ ہو تو سب مشکلیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز سمرقند پہنچے اور وہاں کے نامور عالم مولانا شرف الدین کے سامنے زانوئے تلمیذ تہ کیا۔ یہاں آپ نے قرآنِ کریم حفظ کیا اور مولانا

کی وجہ سے بہت جلد جملہ علومِ ظاہری میں مہارت حاصل کرلی اس کے بعد آپ بخارا پہنچے اور وہاں کے شہرۂ آفاق عالم مولانا حسام الدین بخاری کی شاگردی اختیار کی۔ مولانا حسام الدین نے نہایت محبت اور شوق سے حضرت کو تعلیم دی اور چند سال کے اندر حضرت نے جملہ علومِ دین و دنیا کی تکمیل کرلی۔ اس کے بعد آپ کے دل میں تکمیلِ باطنی کی تڑپ پیدا ہوئی اور ایک دن بخارا سے مرشد کامل کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔

بیعت

جس وقت حضرت خواجہ غریب نواز مرشد کامل کی تلاش میں بخارا سے روانہ ہوئے ان دنوں نیشاپور کے نواح میں قصبہ ہارون حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی ذاتِ بابرکات سے جگمگارہا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے بھی ان کی شہرت سنی اور سیدھے ہارون پہنچے خواجہ ہارونی نہایت عظیم المرتبہ بزرگ تھے ان کا چشتی سلسلہ کے اکابر میں خاص مقام ہے جس جلیل القدر ہستی کو خواجہ معین الدین حسن جیسے تاجدارِ روحانیت مرشد کامل تسلیم کرلیں اس کی عظمت و کمال کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عام روایت کے مطابق حضرت خواجہ غریب نواز ۵۵۸ھ میں ہارون پہنچے۔ خواجہ عثمان ہارونی نے پہلی نظر ہی میں بھانپ لیا کہ حضرت کی پیشانی میں نورِ ولایت چمک رہا ہے اور اس نے ایک دن آسمانِ ولایت پر آفتاب بن کر چمکنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے حلقۂ ارادت میں لے لیا۔ بیعت کرتے ہی حضرت عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے فیوضِ روحانی سے مالا مال کردیا اور آناً فاناً تمام مدارجِ سلوک طے کرا کر مرتبۂ کمال تک پہنچا دیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز پیدائشی ولی تھے اور مرشد کامل نے پہلی ہی نگاہ میں آپ کی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ کرلیا تھا۔ بیعت لینے کے بعد حضرت عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ غریب نواز سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ حسن اب ہمارے پاس ہی رہا کرو۔ آپ نے سر جھکا کر فرمایا بسرو چشم۔ چنانچہ حضرت خواجہ غریب نواز اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہنے لگے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت خواجہ غریب نواز نے خدمتِ مرشد میں ڈھائی سال گذارے۔ دوسری روایت ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز بیس سال تک حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت کرتے رہے۔

حج

جب حضرت خواجہ غریب نواز کے مجاہدات و ریاضات کی تکمیل ہوچکی تو آپ کے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی

نے حج کا عزم کیا اور حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ بیت اللہ شریف پہنچ کر طواف کیا اور حضرت خواجہ غریب نواز کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ مولائے کریم میرے معین الدین حسن کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی

معین الدین دوست ماست اور اقبول کردم وبر گزدم

معین الدین ہمارا دوست ہے ہم نے اسے قبول کیا اور عزت بخشی۔

حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور حضرت خواجہ غریب نواز مدینہ منورہ پہنچے اور سیدھے حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ مرشد کامل نے مرید صادق کو حکم دیا معین الدین آقائے دو جہان کی بارگاہ میں سلام عرض کرو۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ سلام عرض کیا روضۂ اقدس سے آواز آئی "وعلیکم السلام یا قطب المشائخ" اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ غریب نواز کو درود شریف پڑھنے کی تلقین کی۔ حضرت خواجہ غریب نواز عشاء تک درود شریف پڑھتے رہے نمازِ عشاء کے بعد آنکھ لگ گئی تو خواب میں آقائے دو عالم کی زیارت ہوئی حضور نے فرمایا معین الدین! ہم نے تمہیں بحکم الٰہی سلطان الہند مقرر کیا اب تم اپنے مرشد سے ہندستان جانے کی اجازت حاصل کرو اور اجمیر کو اپنا مسکن بناؤ۔

صبح ہوتے ہی حضرت خواجہ غریب نواز نے مرشد کامل کی خدمت میں خواب کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمان ہارونی بہت خوش ہوئے اور حضرت خواجہ غریب نواز سے فرمایا تم نے ہندوستان نہیں دیکھا ہے اپنی آنکھیں بند کرو تا کہ ہم تمہیں اس اجنبی سرزمین کی سیر کرا دیں کہتے ہیں حضرت خواجہ غریب نواز نے آنکھیں بند کیں اور مرشد کامل نے انہیں چند لمحوں میں سارے ہندوستان کی سیر کرا دی۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنا خرقہ، مصلیٰ نعلین چوبی اور عصا مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ چیزیں ہمارے پیرانِ طریقت کی یادگار ہیں اپنے آپ کو ان کا اہل ثابت کرنا اور اپنے بعد جس کو ان کا اہل سمجھنا اس کے سپرد کر دینا۔ پھر حضرت نے حضرت خواجہ غریب نواز کو کلاہ چہارتر کی پہنائی اور پند و نصائح سے نوازا۔ اُس وقت حضرت خواجہ غریب نواز کی عمر باون سال تھی خرقۂ خلافت لینے کے بعد آپ نے بغداد جانے کا عزم کیا حضرت عثمان ہارونی کو اپنے محبوب مرید کی یکا یک مفارقت گوارا نہ ہوئی اور بغداد کے سفر میں وہ بھی حضرت خواجہ غریب نواز کے ہمراہ

ہو لئے۔

سیاحت

خرقۂ خلافت پانے کے بعد اور ہندوستان تشریف لانے سے پیشتر حضرت خواجہ غریب نواز نے ایک طویل عرصہ تک مختلف بلادِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی اور دورانِ سیاحت صدہا اولیاء اللہ اور اکابر امت سے ملاقات کی۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی سیاحت کے بعض واقعات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی نے حضرت خواجہ غریب نواز ہی کی زبانی دلیل العارفین میں نقل کئے ہیں انہیں پڑھ کر عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے حضرت خواجہ غریب نواز کب رخصت ہوئے اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ اسی طرح مقاماتِ سیاحت کی ترتیب کے بارے میں تذکرہ نگاروں میں خاصا اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز مدینہ منورہ سے سیدھے بغداد پہنچے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد سجستان تشریف لے گئے اور وہاں ڈھائی سال قیام کرنے کے بعد بغداد تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے سیدالاقطاب واولیاء سیدنا غوث الاعظم سے بے پناہ باطنی فیوض حاصل کئے۔ بغداد کے بعد حضرت ہمدان اور تبریز میں شیخ ابو یوسف ہمدانی اور شیخ ابی سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض اُٹھایا۔ مختصر قیام کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز اصفہان تشریف لے گئے یہاں شیخ محمود اصفہانی کے باطنی کمالات سے مستفیض ہوئے اصفہان سے مہنہ اور خرقان، شیخ ابوسعید ابوالخیر اور خواجہ ابوالحسن خرقانی کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے حضرت خواجہ غریب نواز استرآباد پہنچے اور وہاں کے مشہور عالم شیخ ناصرالدین استرآبادی سے کسب فیض کیا۔ ہرات میں آپ نے زیادہ قیام نہ کیا اور سبزوار سے ہوتے ہوئے حصار پہنچے یہاں چند دن رونق افروز ہونے کے بعد بلخ تشریف لے گئے۔ بلخ سے حضرت خواجہ غریب نواز غزنی میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں آپ نے کافی عرصہ قیام فرمایا اور شیخ عبدالواحد غزنوی سے کسبِ فیض کیا یہی سے آپ ہندوستان روانہ ہوئے۔

ہندوستان میں آمد

حضرت خواجہ غریب نواز ۵۸۷ھ میں سرزمین ہند میں تشریف لائے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز ہند سے باہر کبھی تشریف نہیں لے گئے۔ پرتھوی راج کا ستارۂ اقبال حضرت خواجہ غریب نواز کے سامنے ہی غروب ہوا۔ حضرت خواجہ غریب نواز عام روایتوں کے مطابق غزنی سے لاہور پہنچے اور سلطان المشائخ حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے پائنتی ایک حجرے میں چالیس دن یادِ الٰہی میں بسر کئے اور خوب اکتسابِ فیض کیا۔ لاہور سے حضرت خواجہ غریب نواز

اپنے چالیس درویش کے ہمراہ اجمیر کی طرف چل پڑے۔راستے میں حضرت خواجہ غریب نواز سونی پت ، نارنول اور سمانہ میں بھی مختصر قیام کیا۔ ۵۸۷ھ اجمیر شریف پہنچ گئے ۔سفر کے دوران آپ تبلیغ حق فرائض انجام دیتے رہے۔ایک روایت کے مطابق دلی کے راستے میں سات سو ہندو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز اور آپ کے چالیس ساتھیوں کی مقدس جماعت شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں رونق افرز ہوئی راجہ کے ملازم مانع ہوئے کیونکہ وہاں راجہ کے اونٹ چرا کرتے تھے۔حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا بھائی یہ میدان وسیع ہے راجہ کے اونٹ بھی یہیں بیٹھ جائیں گے۔راجہ کے ملازمین نے ایک نہ سنی حضرت خواجہ غریب نواز اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوئے اور فرمایا اچھا بھائی یہ جگہ نہ سہی اور سہی یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھے رہیں گے۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ غریب نواز انا ساگر کی طرف تشریف لے گئے حضرت خواجہ غریب نواز کے اس جگہ سے تشریف لے جانے کے بعد راجہ کے اونٹ شام کو یہاں آ کر بیٹھے صبح ہوئی تو کوئی اونٹ اُٹھ نہ سکا۔شتر بانوں نے بہتیرے جتن کئے لیکن ناکامی ہوئی۔اب ان کو احساس ہوا کہ کل انہوں نے درویشوں سے زیادتی کی تھی اسی وقت حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی دھاندلی پر ندامت کا اظہار کیا۔حضرت خواجہ غریب نواز نے معاف فرمایا اور کہا اچھا بھائی جاؤ تمہارے اونٹ حکمِ الٰہی سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی تبلیغی مساعی کی بدولت سعید روحیں تو خود بخود اسلام کی طرف مائل ہونے لگیں لیکن اہلِ اجمیر کی اکثریت سر تا پا کفر و شرک میں ڈوبی ہوئی تھی۔حضرت خواجہ غریب نواز کی صدائے توحید سن کر ان میں ہیجان پیدا ہو گیا اور وہ حضرت خواجہ غریب نواز کے درپے آزار ہو گئے۔راجہ پرتھوی راج بھی ان درویشوں کے حالات سن چکا تھا اور ان کی موجودگی کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اس نے بزور انہیں اجمیر سے نکالنا مناسب نہ سمجھا۔پرتھوی راج کی ماں ایک ہوشمند عورت تھی اور علم کہانت و نجوم میں خاصی دسترس رکھتی تھی وہ کئی سال پہلے پرتھوی راج کو بتا چکی تھی کہ کسی دن اجمیر میں ایک مسلمان درویش کا ورود ہو گا اگر اس کو ستایا گیا تو تمہاری ہلاکت اور سلطنت کے زوال کا اندیشہ ہے یہ راجہ کی ماں اندیشانہ مشورہ کا ہی اثر تھا کہ اس نے ان درویشوں کو کھلم کھلا ستانے سے احتراز کیا لیکن وہ دل سے یہی چاہتا تھا کہ یہ لوگ جلد سے جلد اس کی سلطنت سے نکل جائیں۔اجمیر کا سب سے بڑا مہنت رام دیو کئی سفلی قوتوں کا مالک تھا راجہ اور اجمیر کے لوگ اس معتقد تھے رام دیو کو حضرت خواجہ غریب نواز کے خلاف اُکسایا گیا لیکن حضرت خواجہ غریب نواز کی ایک

نگاہ سے اس کی کایا پلٹ گئی وہ حضرت خواجہ غریب نواز کے قدموں پر گر پڑا اور معافی کا خواستگار ہوا حضرت خواجہ غریب نواز نے معاف فرمایا۔ اس نے حضرت خواجہ غریب نواز کے دست حق پر اسلام قبول کیا اس کے ساتھی اور اہلِ اجمیر یہ واقعہ دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے اس کا نام رام دیو کے بجائے شادی دیو رکھ دیا۔ شادی دیو کا قبولِ اسلام اجمیر کے ہندوؤں اور راجہ پر سخت شاق گزرا وہ سمجھے کہ حضرت خواجہ غریب نواز ساحرانہ قوتوں کے مالک ہیں۔ راجہ نے ہندستان کے سب سے بڑے ساحر جے پال جوگی کو مقابلے کے لئے بلایا۔ جے پال فوراً اپنے سینکڑوں شاگردوں کے ہمراہ اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ غریب نواز کی قیام گاہ کی طرف بڑھا۔ تمام ساحر شیروں پر سوار تھے اور اپنے ہاتھوں میں آگ اگلنے والے سانپ اور آگ کے چکر لہرا رہے تھے۔ زمین ان کے دہشت خیز حملہ سے لرز رہی تھی اور ساری فضا میں ایک ہولناک طوفان برپا ہو گیا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے ساتھیوں کے گرد ایک حصار کھینچ دیا ساحروں کی آتش بازی کا سارا زور اس حصار کے قریب آ کر معدوم ہو جاتا تھا۔ انہوں نے بہتیرے جتن کئے لیکن حضرت خواجہ غریب نواز اور آپ کی جماعت کا کچھ نہ بگاڑ سکے آخر کار حضرت خواجہ غریب نواز نے ایک مٹھی بھر خاک زمین سے اُٹھائی اور اللہ کا نام لے کر ساحروں کی طرف پھینک دی آناً فاناً ان کے جادو کے سارے کھیل بھسم ہو گئے۔ جے پال نے کھلے دل سے اعترافِ شکست کیا اور حضرت خواجہ غریب نواز سے اپنی گستاخی کی معافی چاہی حضرت خواجہ غریب نواز نے اسے گلے سے لگا لیا۔ جے پال اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اس کے سینکڑوں شاگرد بھی استاد کی پیروی میں کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جے پال نے قبولِ اسلام کے بعد عبداللہ نام پایا اور عبداللہ بیابانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز اناساگر کے کنارے سے اُٹھ کر اس جگہ تشریف لے آئے جہاں آج کل درگاہ کا احاطہ ہے یہ جگہ شادی دیو کی ملکیت تھی اس نے حضرت خواجہ غریب نواز کی نذر کر دی۔

جے پال جوگی کا قبولِ اسلام معمولی واقعہ نہ تھا اس کے بعد اجمیر کے لوگوں میں اسلام بڑی سرعت سے پھیلنے لگا۔ پرتھوی راج اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوا اس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کو اجمیر سے نکال دے لیکن ہر دفعہ دور اندیش ماں کی نصیحتیں اس کے ارادے کی تکمیل میں مانع تھیں۔ آخر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اس نے ارادہ کر لیا کہ ان درویشوں کو بزورِ قوت اجمیر سے نکال دے چنانچہ اس نے حضرت خواجہ غریب نواز اور آپ کے ساتھیوں کے متعلق نہایت نامناسب الفاظ استعمال کئے اور اپنے ایک سردار کے ذریعہ حضرت خواجہ غریب نواز کے پاس

پیغام بھیجا کہ اپنے ہمراہیوں سمیت جلد از جلد اجمیر سے نکل جائی جب راجہ کے الفاظ اور پیغام حضرت خواجہ غریب نواز کے گوش گزار ہوئے تو آپ کی زبانِ مبارک سے معاًیہ الفاظ نکلے

پتھو را زندہ گرفتیم ودادیم

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا

ماا ورابیروں کردیم ودادیم

یہی وہ وقت تھا جب شہاب الدین محمد غوری تراوڑی کی پہلی جنگ کا بدلہ چکانے کے لئے کیل کانٹے سے لیس ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار تھا۔حضرت خواجہ غریب نواز نے اسے خواب میں زیارت عطا فرمائی اور فتح ونصرت کی بشارت دی۔شہاب الدین غوری آندھی کی طرح غزنی سے اٹھااور ہندوستان کے افق پر چھا گیا۔تراڑری کے میدان میں ایک فیصلہ کن ہولناک جنگ ہوئی ایک طرف باطل کی بے پناہ طاقت تھی اور دوسری طرف خدائے ذوالجلال کی سپاہ جانباز شکست پرتھوی راج کا مقدر بن چکی تھی اس کی فوج مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑی ہوئی۔ پرتھوی راج گرفتار ہوااور بعد ازاں قتل کر دیا گیا۔

پرتھوی راج کی شکست کے بعد ہندوستان میں اشاعت اسلام کے معاملے میں کوئی دنیاوی رکاوٹ باقی نہ رہی۔ حضرت خواجہ غریب نواز اور دوسرے بزرگانِ دین تبلیغ حق کا فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

سکونت

حضرت خواجہ غریب نواز نے اجمیر شریف میں ورودِ مسعود تک شادی نہیں کی تھی۔ ۵۹۰ھ میں آپ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور اکرم ﷺ نے آپ کو نکاح کرنے کا ارشاد فرمایا۔اسی دن ایک راجہ کی دختر جہاد میں آئی تھی وہ بی بی برضاو رغبت مسلمان ہو گئیں ان کا نام امت اللہ رکھا گیا اور حضرت خواجہ غریب نواز نے ان سے نکاح فرمایا۔حضرت خواجہ غریب نواز نے دوسرا نکاح بھی فرمایا جس کا نام عصمت اللہ بی بی تھا۔حضرت خواجہ غریب نواز کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند اور ایک صاحبزادی عطا کی۔تینوں نرینہ اولادیں بی بی عصمت اللہ کے بطن سے ہوئیں اور صاحبزادی بی بی امت اللہ کے بطن سے۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی عمر مبارک اور سالِ وصال کے متعلق تذکرہ نگاروں میں اختلاف ہے۔عمر مبارک کسی نے ۱۰۴ برس، کسی نے ایک سو برس اور کسی نے ۹۷ برس لکھی ہے۔سالِ وصال کے متعلق اکثریت ۶۳۳ھ پر متفق ہے۔

تاریخ وفات ٦ رجب بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں وصال کے وقت حضرت خواجہ غریب نواز کی پیشانی اقدس پر یہ الفاظ صاف پڑھے جاتے تھے

هذا حبيب الله مات في حب الله

اللہ عزوجل کے دوست نے اللہ عزوجل کی محبت میں وفات پائی

حضرت خواجہ غریب نواز کے وصالِ مبارک کو صدیاں گزر چکی ہیں۔ آپ کے مزار پرانوار واقع (اجمیر شریف) میں زائرین کا ہجوم برابر بڑھ رہا ہے دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے کہ جوں جوں حضرت خواجہ غریب نواز کی مدتِ وصال میں اضافہ ہو رہا ہے حضرت خواجہ غریب نواز اسی قدر عوام و خاص میں مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ بات پاک و ہند کے رہنے والوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ دنیا کے ہر خطہ سے لوگ وہاں کھنچے چلے آتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز میں نہ جانے کتنی کشش پائی جاتی ہے کہ جو ایک بار وہاں سے ہو آتا ہے وہ وہاں دوسری بار سر کے بل پہنچنے کی خواہش کرتا ہے۔

مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی اور پارسی بلاتمیز مذہب وملت آستانہ عالیہ سے فیض یاب ہوتے ہیں غالباً اسی لئے لارڈ کرزن نے کہا تھا کہ ہندوستان میں ایک قبر آج بھی حکومت کر رہی ہے۔

کوئی بادشاہ یا راجہ ایسا نہیں گزرا جس نے حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضری کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔ موجودہ ہندو حکمران بھی درگاہ عالیہ پر حاضری دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اجمیر شریف کی آبادی جواب زیادہ تر ہندوؤں پر مشتمل ہے وہ بھی برابر حاضر ہوتے ہیں بلکہ دکاندار لوگ اپنے کاروبار کی ابتدا حضرت خواجہ غریب نواز کے نامِ نامی سے کرتے ہیں۔ وہاں کی آبادی عام گفتگو میں بھی حضرت خواجہ غریب نواز کے احترام کو ملحوظ رکھتی ہے مثلاً جب ان سے خیریت دریافت کی جائے تو کہتے ہیں غریب نواز کا کرم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ غریب نواز بھی ان پر بلا کے مہربان ہیں۔ آپ کے بلند و بالا شاہی دروازے آج بھی حاجت مندوں کے لئے کھلے ہیں۔ دروازے پر نوبت بجتی ہیں، اللہ اکبر کی صداؤں ساتھ غریب نواز کی جے کار کے نعرے بھی بلند ہوتے ہیں۔ یہ جاہ وجلال اس بات کا شاہد ہے کہ ولی اللہ کی کیا شان ہے اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کس عظمت کے حامل ہیں۔

(ماہنامہ آئینہ لاہور دسمبر ١٩٦٦ء)

گلگوں سحر کو ہے سہر سوزِ دل سے آنکھ
سلطانِ سہرورد ہے نامِ ابوالحسین

حل لغات

گلگوں، گلاب جیسا۔ سحر وقت، آخر شب صبح پہلے کا وقت۔ سہر (بفتحتین و ہاء مہملہ بمعنی بیداری و جاگنا) سہرورد، بستی کا نام ہے یہاں سلسلہ سہروردیہ مراد ہے۔

شرح

گلاب جیسی سحر کو بیداری ہے اور اسے دل کے سورز سے آنکھ حاصل ہے سلسلہ سہروردیہ کے سلطان کا نام ابوالحسین ہے۔

فضائل سلسلہ سہروردیہ

اس سلسلے کے بانی حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

چھٹی صدی ہجری میں جن پاکباز ہستیوں نے جنم لیا انہی میں حضرت شیخ سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نامِ نامی سرفہرست نظر آتا ہے۔ آپ ۵۳۶ھ میں عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور آپ کو اس نسبت سے سہروردی کہا جاتا ہے۔

آپ نے ابتدائی مرحلہ پر علمی اور تربیتی مدارج میں کمال اپنے عم محترم ابو نجیب سہروردی سے حاصل کیا۔ اپنے فاضل اور عارف باللہ چچا کے علاوہ بغداد تشریف لا کر مستند اور مشہور ائمہ اور اکابر علماء سے تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام اور علومِ ادبیہ میں کمال حاصل کیا۔ یہاں تک کہ آپ ان علوم میں اپنے وقت کا اکابر علماء اور فضلاء میں شمار ہونے لگے بالخصوص علم فقہ میں آپ کا اجتہاد علمائے وقت کے لئے نظیر کی حیثیت رکھتا تھا۔

ابتدائی دور میں آپ کو کثرتِ مطالعہ کے سبب علمِ کلام سے بے پناہ شغف اور تعلق قائم ہو گیا یہ شغف اس درجہ بڑھا کہ اس شعبہ کے علاوہ دیگر علوم سے کسی قسم کی دلچسپی نہ رہی۔ یہ بات اہل اللہ کے نزدیک معرفتِ الٰہی کی اصل منزل نہیں ہے چنانچہ آپ کے عم محترم اس بڑھتے ہوئے انہماک سے خوش نہ تھے اور ایک دن موقعہ پا کر آپ کو غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور علمِ کلام سے اپنے بھتیجے کی جو دلچسپی اور وابستگی تھی اس کی کیفیت غوث الاعظم کے سامنے کی۔ حضرت غوث الاعظم نے نگاہِ عارفانہ اور فراستِ مومنانہ سے معاملہ کی اصل نزاکت

کو بھانپ لیا چنانچہ پہلے تو آپ نے شیخ سہروردی سے ان کتابوں کے نام ومضامین دریافت فرمائے جو ایک عرصہ تک آپ کے زیر مطالعہ رہی تھیں اس کے بعد غوث الاعظم نے آپ کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا "یا عمر ! انت اٰخر المشهورین فی العراق" عمر تم تو عراق کے مشاہیر کی منتا اور آخر ہو۔ ان کلمات کا ادا کرنا اور دست مبارک سے سینہ سے مس کرنا تھا کہ حضرت شیخ سہروردی علم میں کلام کے تمام مسائل بھول گئے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — دل بے مدعا دیا تو نے

اب تو جہالت کا مزکر نہ علم کلام تھا نہ فلسفہ ومنطق کے مضامین جو علوم کل تک معراج ومنتہائے نظر تھے وہ حقیر و کم مایہ نظر آنے لگے اور اب معرفتِ الٰہی کے سوا کسی اور چیز کی فکر دامن گیر ہی نہ رہی۔ خلیج اور فارس کے ایک جزیرہ میں خاصے طویل عرصہ تک گوشہ نشین رہ کر ریاضت اور عبادت الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے روحانی منازل کی معرفت کے لئے انسان کو جسمانی مجاہدوں کی بھٹی سے گزرنا پڑتا ہے چنانچہ آپ ولایت کے اعلیٰ مدارج پر متمکن ہو گئے۔ اس کے بعد آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے جہاں آستانہ محبوب میں قربت اور وابستگی کے دن گزارنے کے بعد بغداد تشریف لے آئے۔

آپ کے عم محترم ابو نجیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے مستند اور با فیض عالم تھے اور وعظ وارشاد کا سلسلہ قائم کئے ہوئے تھے لہٰذا آپ نے اپنے لئے یہی میدان منتخب کیا جو فلاحِ دارین حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

حضرت ابو نجیب کے وصال کے بعد اپنے وعظ وارشاد کی مسند کو سنبھالا جس کو رب کریم کی رضا و خوشنودی کی دولت حاصل ہو جائے اس کی زبان سے رشد وہدایت کے چشمے بھلا کس طرح جاری نہ ہوں گے چنانچہ یہی ہوا۔ آپ کے مواعظ وارشادات نے مخلوقِ خدا کے مردہ دلوں میں روحِ ایمانی کی لہر دوڑا دی۔ ہزار ہا فاسق وفاجر اور گمراہوں نے اپنے فسق وفجور سے توبہ کی اور دامن اسلام میں جسم وروح کی تمام تر طاقتوں اور لذتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے داخل ہوئے۔ آپ کے اس علم وفضل کی شہرت تمام عالمِ اسلام میں پھیل گئی نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ الشیوخ سے فیضاب ہونے اور سلوک ومعرفت کی منازل طے کرنے کے لئے دور دراز ممالک سے ہزاروں مصائب اور بے پناہ دقتیں برداشت کرنے کے باوجود طالباتِ حق گروہ در گروہ حاضر خدمت ہوتے رہتے۔ آپ ان طالبانِ حق کے قلب کی اصلاح فرماتے، سلوک کی منازل طے کرتے اور پھر ان کے لئے مقام کا تعین فرماتے کہ اس قریہ، بستی اور ملک میں جا کر بندگانِ خدا کی

اصلاح کے حق ادا ہو سکے اور خدا کی بستی میں خدا ہی کا نام بلند و بالا ہو۔ پاکستان و ہندوستان میں سلسلہ سہروردیہ کو حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قائم کیا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے بے شمار والیانِ ریاست اور مالدار ہندو تاجر محض آپ ہی کی تعلیم کی برکت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت شیخ الشیوخ کو اپنے حلم و تدبر، علم و فضل اور تقویٰ کی بناء پر صرف علماء و مشائخ کے حلقوں ہی میں مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل نہ تھی بلکہ آپ کی شخصیت کی دلآویزی اور بصیرتِ دینی امراء و خلفاء اور سلاطین بلادِ اسلامیہ کو بھی آپ کا گرویدہ اور شیدائی بنا دیا تھا تمام تر اسلامی ممالک میں آپ کی کارکردگی کا ڈنکا بجتا رہتا تھا۔

یہی وجہ تھی جب کبھی اسلامی ممالک میں تنازعات نے جنم لیا یا اختلافات رونما ہوئے تو آپ نے دین کی بنیاد پر ان اختلافات کو اتفاق میں تبدیل کرنے کے لئے نمایاں اور اہم کردار ادا کیا۔ جب کبھی حکام، امراء اور سلاطین ممالکِ اسلامیہ سے متعلق مسائل پیش آتے تو آپ کو دربارِ خلافت کی وجہ سے مصالحت کا منصب تفویض کیا جاتا جسے آپ نے اپنی خداداد دینی ذکاوت اور ایمانی بصیرت کی روشنی میں کامیابی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خلفائے بغداد نے تمام علماء اور مشائخ پر آپ کی ذات کو مقدم کر کے اور اپنی عقیدت کے اظہار کے طور پر آپ کو ''شیخ الشیوخ'' کا خطاب دے رکھا تھا۔

حضرت شیخ الشیوخ نے جہاں اپنے مواعظ و ارشادات کے ذریعہ ہزار ہا عاصیوں کو ظلمت و طغیانی کے غاروں سے نکال کر توحید و معرفت کے اعلیٰ مناصب پر پہنچا دیا تھا وہیں آپ نے رہتی دنیا تک حق کے متلاشیوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنی تصانیف کا ایک بیش بہا سلسلہ قائم کیا۔

''تاریخ ادبیات عرب'' کے مصنف اور مشہور جرمن مشترق برکلان کی تحقیق کے مطابق آپ کی ۲۱ تصانیف میں سے زیادہ مشہور اور اہم اور نمایاں تصنیف ''عوارف المعارف'' ہے جسے آپ نے مکہ معظمہ میں رہ کر تصنیف فرمایا۔ اس کتاب کی تکمیل میں جب کبھی آپ کو کوئی دشواری پیش آتی یا کوئی مشکل مرحلہ درپیش ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے، بیت اللہ کا طواف شروع کر دیتے یہاں تک کہ حق آپ پر ظاہر ہو جاتا۔

''عوارف المعارف'' وہ معرکہ آراء کتاب ہے جو ہر دور میں تمام سلسلوں کے صوفیائے کرام کے حلقوں میں بطورِ خاص درس کے طور پر شامل تھی اور آئندہ بھی معرفتِ الٰہی حاصل کرنے والوں کی ہدایت کا بیش بہا خزانہ ثابت ہو گی۔

عوارف المعارف کی اہمیت اور مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ اس کتاب

کے فارسی، اردو، ترکی اور انگریزی زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے بہت سے علماء کرام و صوفیائے عظام نے اس کتاب میں شامل مضامین کی تفہیم اور تسہیل کے لئے حاشیے اور شرحیں لکھی ہیں تاکہ قارئین کو اصلاحِ قلب کا سرمایہ میسر آسکے۔

حضرت شیخ الشیوخ عربی اور فارسی زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ابن خلکان نے اپنی کتاب میں شیخ سہروردی کے اشعار کو بھی شامل کیا ہے۔

حضرت سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یکم محرم الحرام ۶۳۲ھ کو بغداد میں وصال فرمایا جسے دین اور دنیا کی تمام تصرفات حاصل تھیں آپ کے یہاں وصال کے وقت صرف چھ دینار نکلے جو آپ ہی کی تجہیز و تکفین میں کام آگئے اس لئے کہ سلاطین اور امراء کے یہاں سے جو قیمتی نذرانے اور تحفے آپ کی خدمت میں آتے آپ فوراً اُن کو ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

کرسی نشین ہے نقش مرادوں کے فیض سے
مولائے نقشبند ہے نامِ ابوالحسین

شرح

آپ نقش مراد کے فیض سے کرسی نشین ہیں۔سلسلۂ نقشبندیہ کا آقا و مولیٰ حضرت ابوالحسین ہیں۔

فضائل سلسلۂ نقشبندیہ

یہ طریقہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب ہے۔مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیخ بایزید بسطامی تک اسے صدیقیہ کہتے تھے اور بایزید بسطامی سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی تک طیفوریہ اور خواجہ عبدالخالق سے خواجہ بہاؤالدین نقشبند تک خواجگانیہ کہلاتا تھا اور حضرت خواجہ نقشبند سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا اور حضرت مجدد کے زمانہ سے نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔

سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مطلوب جو بیچون و بیچگون ہے آفاق و انفس سے باہر ہے۔ آفاق و انفس کے آئینوں میں اس کی ذات اور اسماء و صفات کی گنجائش نہیں۔ ان میں جو ظاہر ہوتا ہے وہ فلاں اسماء و صفات ہیں بلکہ اسماء و صفات کی ظلیت بھی ان دونوں سے باہر ہیں چونکہ آفاق و انفس و سلوک و جذب سے باہر ولایت

اولیاء کا گزرگاہ نہیں اس لئے اکابر نقشبندیہ نے بھی آفاق وانفس وسلوک وجذب سے باہر کی خبر نہیں دی ہے اور کمالاتِ ولایت کے مطابق فرمادیا ہے کہ اہل اللہ فنا و بقاء کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے میں دیکھتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے ''وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' مگر الحمدللہ کہ ان بزرگوں نے اگر چہ انفس سے باہر کی خبر نہیں دی مگر وہ گرفتار انفس بھی نہیں وہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے تحت میں لا کر اس کی نفی کرتے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے حقیقت کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔

نقش بند ندولے سید بھر نقش نیند   هردم ازبوالعجبی نقش دگر پیش آرند

نقشبندانیے ولیك از نقش پاك   نقش ماهم گرچه پاك از لوح خاك

طریقۂ نقشبندیہ کے اقرب طرق ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ حضراتِ نقشبندیہ کا وسیلہ حضور اکرم ﷺ کی جناب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ظہر ہے کہ وسیلہ جس قدر زیادہ قوی ہوگا راہ وصول اقرب ہوگا اور قطع منازل بہت جلدی ہوجائے گا وہ جو اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی عبارت میں واقع ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بلند و بالا ہے بالکل درست ہے کیونکہ ان کی نسبت (یعنی دوام حضور یا دوام آگاہی) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ہے جو پیغمبروں کے بعد افضل البشر ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آگاہی یقیناً سب آگاہیوں سے ارفع واعلیٰ ہے۔ یہ طریقہ البتہ موصل ہے عدل وصول کا احتمال یہاں نہیں پایا جاتا کیونکہ اس راہ کا پہلا کام جذبہ ہے جو وصول کی دہلیز ہے۔ سالک کے وصول کا مانع یا جذب محض ہے جس میں سلوک دیا، سلوک بغیر جذبہ کے یہ دونوں مانع نہیں پائے جاتے کیونکہ اس طریق میں نہ سلوک خالص ہے نہ جذب محض بلکہ جذبہ ہے متضمن سلوک لہٰذا اس طریقہ عالیہ میں وصول کا سدراہ سوائے طالب کی سستی کے اور کوئی چیز نہیں۔ طالب صادق اگر پیر کامل کی صحبت میں رہے اور شرائط طلب جو اکابر سلسلہ نے قرار دی ہے بجالائے تو امید ہے کہ البتہ واصل ہوگا اگر پیر ناقص سے کسی کا پالا پڑ جائے تو چونکہ وہ خود واصل نہیں دوسرے کو کیسے واصل بنا سکتا ہے اس صورت میں طریق کا کیا قصور ہے۔

حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ عالیہ کی تاریخ میں ایک نیا دور پیدا کردیا ہے۔ ولایت کبریٰ کے اوپر کے تمام مقامات آپ ہی پر منکشف ہوئے ہیں اور آپ کے علوم معارف جدیدہ پر شریعت کی مہر تصدیق ہے چنانچہ آپ مکتوب ۲۶۰ جلد اول میں اپنا طریق بیان کرکے یوں لکھتے ہیں

یہ ہے بیان اس طریق کار کا ہدایت سے نہایت تک جس کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز فرمایا ہے۔ اس

طریق کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جو متضمن اندارج نہایت در ہدایت ہے اس بنیاد پر عمارتیں اور محل بنائے گئے اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ بخارا اور سمرقند سے بیج زمین ہند میں جس کا مایہ خاکِ طیبہ و بطحا سے بویا گیا اور اس کو سالوں آپ فضل سے سیراب رکھا گای اور تربیت احسان سے پرورش کیا گیا جب وہ کھیتی کمال کو پہنچی تو یہ علوم و معارف پھل لائی۔

اور ایک مکتوب (مکتوب ۲۸۱ دفتر اول) میں آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں اس طریق میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں کے سات قدم سے بہتر ہے وہ راستہ جو طریق تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوت کی نہایت تک ہے وہاں سے کمالاتِ نبوت کی طرف کوئی راستہ کھلا نہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے کیا خوب فرمایا ہے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالا ر انند | برندازرہ پنہاں مجرم قافلہ را
از دل سالکِ رہ جاذبہ صحبت بتاں | مے برد وسوسہ خلوت وفکر چلہ را
قاصرے اگر کندایں طائفہ را طعن قصور | حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند | روبہ از حیلہ چساں بگسلدایں سلسلہ را

اسے اسی قدر کامل جاننا چاہیے اور جو شخص مشابہت میں ان اشیاء میں سے کسی چیز میں قاصر ہے اس کو اسی قدر ناقص سمجھنا چاہیے۔کمالِ اتباعِ سنت جو حضرات نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے اس کے سبب سے وہ دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں اور کمال متابعت کی وجہ سے یہ کمال مشابہت ان کی افضلیت کی دلیل ہے وہ عمل بر عزیمت کو حتی المقدور ہاتھ سے نہیں دیتے اور رخصت پر عمل تجویز نہیں کرتے۔ واہ حوال و مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع رکھتے ہیں اور اذواق و معارف کو علومِ دینیہ کے خادم سمجھ کر جواہر نفسیہ شرعیہ کے عوض میں وجد و حال کے جوز و مویز کو نہیں لیتے اور صوفیہ کے تراہات پر مغرور نہیں ہوتے اسی واسطے ان کا وقت و حال دوام واستمرار پر ہے نقش ماسوا ان کے دل سے اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار سال ماسوا کے حاضر کرنے میں تکلف کریں تو حاضر نہ ہو سکے۔ وہ تجلی ذات جو دوسروں کے لئے مثل برق کے ہیں ان بزرگوں کے لئے دائی ہے وہ حضور جس کے پیچھے ہوان کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" ان کی صفت ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی تھی کہ مجھے ایسا طریقہ عطا فرمایا جائے جو

اقرب طرق اور رابطہ موصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو سلوک پر جذبہ کی تقدیم کا الہام ہوا۔ دوسرے طریقوں میں سلوک کو جذبہ پر مقدم کرتے ہیں یعنی پیر کامل اپنے مرید کو پہلے ریاضات (اربعین وبیداری وگرسنگی وغیرہ) کا حکم دیتا ہے اور ان ریاضتوں سے مرید کے عناصر ونفس کو مصفا کرتا ہے جب مرید اپنے نفس وعناصر کی طہارت اپنے سے باہر عالم مثال میں دیکھتا ہے مثلاً ستارہ یا ہلال یا ماہِ ناقص یا بدرِ کامل یا آفتاب تو اس وقت شیخ اس مرید کو فناء و تصفیہ نفس وعناصر کی بشارت دیتا ہے اسے سلوک کہتے ہیں اور اس سیر کو سیر آفاقی کہتے ہیں کیونکہ طالب اپنے سے خارج عالم مثال میں جو منجملہ آفاق ہے اپنے احوال وانوار دیکھتا ہے اس کے بعد شیخ محض اپنی توجہ سے مرید کے لطائف عالم امر کے تزکیہ میں مشغول ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ فناء وبقاء حاصل کرتے ہیں اسے جذبہ کہتے اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں کیونکہ اس سیر میں طالب جو کچھ (استتارت وترقی ووصول باصل وفناء) دیکھتا ہے اپنے اندر دیکھتا ہے۔ بنابرتوجیہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سیر کو سیر انفسی اس واسطے کہتے ہیں کہ انفس اسماء وصفات باری تعالیٰ کے ظلال وعکوس کے آئینے ہوجاتے ہیں نہ یہ کہ سالک کی سیر نفس ہوتی ہے یہاں حقیقت میں ظلال اسماء کی سیر ہے انفس کے آئینوں میں طریقۂ نقشبندیہ میں جذبہ کو سلوک پر مقدم کرتے ہیں اور ابتداء لطائف عالم امر سے کرتے ہیں۔ سلوک جذبہ کے ضمن میں اور سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے ہوجاتی ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی توضیح وتشریح یوں فرماتے ہیں کہ سیر وسلوک اور جذبہ وتصفیہ سے مقصود نفس کا حصول سب سے بڑی برائی ہے۔ آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری اور مرادات نفس کا حصول سب سے بڑی برائی ہے۔ آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری کے سبب سے ہے کیونکہ جس چیز کو کوئی دوست رکھتا ہے اپنی دوستی کے سبب سے دوست رکھتا ہے مثلاً اگر فرزند ومال کو دوست رکھتا ہے تو اپنے فائدے کے لئے دوست رکھتا ہے چونکہ سیر انفسی میں محبت اللہ تعالیٰ کے غلبہ کے سبب سے اپنی دوستی زائل ہوجاتی ہے اس لئے اس ضمن میں فرزند ومال کی دوستی بھی زائل ہوجاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اپنی ذات کی گرفتاری کے دور ہوجانے سے دوسروں کی گرفتاری بھی دور ہوجاتی ہے۔ اس طرح سیر انفسی کے ضمن میں سیر الافاقی بھی قطع ہوجاتی ہے اس صورت میں سیر انفسی وسیر آفاقی کے معنی بھی بلاتکلف درست رہتے ہیں کیونکہ حقیقت میں سیر انفس میں بھی ہے اور آفاق میں بھی۔ انفس کے تعلقات کا قطع بتدریج انفس میں سیر ہے اور آفاق کے تعلقات کا قطع جو سیر انفسی کے ضمن میں ہوتا ہے آفاق میں سیر ہے دیگر مشائخ نے جو ان دونوں کے معنی بیان کئے ہیں ان میں تکلف ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ اپنے مولا کریم جل جلالہ وعم نوالہ کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اخلاص کا حکم دیا ہے جیسے حدیث جبرائیل

میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ دوام عبودیت یا دوام آگاہی فناء ومحبت ذاتیہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔اس لئے صوفیہ کرام نے فناء ومحبت ذاتیہ کی تحصیل کے لئے مختلف طریقے بیان کئے ہیں جن میں طریقۂ نقشبندیہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے اس طریقہ عالیہ کا مدار متابعت سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب پر ہے اوراذکار بھی اگر ہیں تو وہی جو ماثورہ ہیں۔حضوراکرم ﷺ نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بھی اکمل الاکملین ہیں۔ظاہروباطن اورصفات جبلی وکسبی میں علم و اعتقادوعمل اورعبادات وعادات ومعاملات میں جو شخص حضوراکرم ﷺ سے جس قدر زیادہ مشابہت پیدا کرے گا۔

جس نخل پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں
اک شاخ اُن میں سے ہے منامِ ابوالحسین

حل لغات

نخل،کھجور۔ڈالیاں،ڈالی کی جمع ہے بمعنی ٹہنی۔منام(عربی) سونے کی جگہ اورنیندوخواب۔

شرح

جس کھجور مبارک کی چھیالیس ٹہنیاں ہیں ان میں ایک شاخ حضرت ابوالحسین (یعنی چھیالس واسطوں سے آپ شجرہ طیبہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ سے مل جاتے ہیں کیونکہ آپ خاندانِ سادات کرام سے ہیں) کی آرام گاہ ہے۔

مستوں کو اے کریم بچالے خمار سے
تا دورِ حشر دورۂ جامِ ابوالحسین

حل لغات

مستوں،مست کی جمع ہے بمعنی متوالا،دیوانہ،نشے میں چور،بے پرواہ۔خمار،نشہ کا اتار،نیند کا دور۔دورہ،چکر، باری،گشت۔

شرح

اے کریم دیوانوں کوغفلت سے بچالے دورِحشر تک دائم رہے ابوالحسین کا جام۔یہ عقیدت ومحبت کی انتہا ہے کہ ہمیں علائق دنیویہ یا نسبت غیریہ میں مست ہونے سے بچا اس لئے کہ ہمیں تو حضرت ابوالحسین علیہ الرحمۃ کے جام سے ہی وابستگی جہان کی مستی سے اعلیٰ ہے ہمیں تو اسی دربار گوہربار کی حاضری کا دورہ ہی کافی ہے۔

اُن کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا
یارب زمانہ باد بکامِ ابوالحسین

شرح

ان کی بھلائی بے شمار غریبوں کی بھلائی ہے اسی لئے اے پروردگار زمانہ کو حضرت ابوالحسین کی مرادو مطلب کے مطابق بنادے۔

اس میں حضرت کے ممدوح کے جودو عطا اور کرم وسخاوت کا بیان ہے کہ اس درِ فیض و برکت سے دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی، روحای و مادی غرباء کا کام بنتا ہے لہٰذا مولیٰ کریم عزوجل اس محسن کے مطالب و مقاصد پورے فرما جو حقیقتاً تیری مخلوق کے لئے بھی فائدہ مند ہیں۔

میلا لگا ہے شانِ مسیحا کی دید ہے
مُردے جلا رہا ہے خرامِ ابوالحسین

حل لغات

میلہ، تماشہ، انبوہ۔ خرام، نازو انداز کی چال۔

شرح

ابوالحسین کی نگاہ شانِ مسیحائی ہے اس لئے آپ کے درِ اقدس پر ہر وقت خلقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے اور آپ کی ناز وانداز کی چال مردے زندہ کرتی ہے۔

شرح

تذکرہ نوری صفحہ ۳۷ میں ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں ہر وقت غرباء کا مجمع رہتا اور آپ کو غرباء وفقراء کی صحبت نہایت مرغوب ومحبوب تھی۔ امراء سے اتنی رغبت ومحبت نہ تھی اور اہلِ حاجات حضار سے ہمیشہ خندہ روی اور نہایت نرمی سے کلام فرماتے، کبھی چین بجبین نہ ہوتے ہزاروں عقد ہائے مشکل خدام کے آپ کی توجہ سے حل ہو جاتے۔ کتنے خدام تھے جن کی کفالت خود فرماتے، بہت سے غرباء کی تنخواہیں مقرر تھیں، کبھی کوئی سائل محروم نہ جاتا بلکہ اپنی ضرورت سے زیادہ پاتا، سائلین کے حضار مجلس کو بھی ہدایا وتحائف پاتے، آپ کے دربار دُربار میں ایثار وکرم کے دریا بہتے تھے فرماتے کہ اولادِ رسول ﷺ میں سخاوت ومہمان نوازی اور خلق محمدی ضروری ہے۔

مُردے جِلا رہا ہے

یہ آپ کی خلق خدا کی حاجات براری اور کرامات کی طرف اشارہ ہے۔تذکرہ نوری میں تفصیل سے لکھا گیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ہر حاجت مند کی حاجات آپ کی توجہ سے حل ہو جائیں۔صاحب تذکرہ لکھتا ہے کہ حضور کو جس قدر مخلوق کی حاجت براری میں لطف آتا بیان سے باہر ہے۔دعاوتعویذ ،سفارش عطیات صد ہا طریقوں سے خدام پروری ہوتی تھی۔(صفحہ ۸۸)

کرامات

آپ کی کرامات کا باب بھی وسیع ہے۔

ایک بچے کی گذارش پر مکان پر بیٹھی چڑیا کی طرف ہاتھ مبارک بڑھایا تو تمام چڑیا آپ کے ہاتھ مبارک پر آ کر بیٹھی پھر فرمایا اُرجاوہ اُڑگئی پھر بلایا پھر آئی اسے فرمایا چلی جا چلی گئی۔(صفحہ ۱۴۸)

قصبہ شاہ آباد میں ایک بی بی بارہ سال سے بیمار تھی بہت بڑے علاج ہوئے لیکن آرام نہ ہوا۔آپ نے بطورِ نقشبندیہ اس کا مرض سلب فرمایا اور وہ تندرست ہوگئی۔

ایک دفعہ سانپ گیر حاضر ہوا ایک لوٹے میں زہریلا سانپ بند تھا آپ نے اس کے کھولنے کا فرمایا عرض کی سخت زہریلا ہے اور تازہ پکڑ کر لایا ہوں اسے آداب نہیں سکھائے۔آپ نے فرمایا اسے کھول دو۔کھولا تو اس نے سیدھا آپ کی طرف رُخ کیا آپ نے اسے چھڑی ماری اور فرمایا اچھا سانپ ہے پھر آپ جس طرح چھڑی گھماتے سانپ اسی طرف جاتا وہ جسم بے جان کی طرح نظر آتا۔سانپ سخت زہریلا تھا آپ کا تصرف نہ ہوتا تو مجمع میں کوئی نہ بچتا۔

سربستہ مہر ومہ ہیں پر اب تک کھلا نہیں
کسی چرخ پر ہے ماہ تمام ابوالحسین

اتنا پتہ ہے کہ یہ چرخ چنبری
ہے ہفت پایہ زینۂ بامِ ابوالحسین

حل لغات

سربستہ ،حیران ۔ماہ تمام ،چودھویں کا چاند۔چنبری ،بجائے نسبت ،چنبر بمعنی محیط دائرہ وطوق وبمعنی کمند یہاں

مطلق آسمان مراد ہے۔ہفت پایہ، سات درجہ۔زینہ، سیڑھی۔بام، گھر کی چھت۔

شرح

یہ دو شعر قطعہ بند ہیں یعنی اور چاند ہر دونوں حیران ہیں ان کے ہاں تا حال یہ راز کھل سکا کہ حضرت شاہ ابوالحسین قدس سرہ چودھویں چاند کس آسمان پر ہیں ہاں اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہ ساتوں آسمان شاہ ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیام کی چھت کے لئے سات درجہ والی سیڑھی ہے۔

اس قطعہ کی شرح سدرہ سے پوچھو کے مطابق ہے۔

ذرہ کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
گر جوشِ زن ہو بخششِ عام ابوالحسین

حل لغات

ذرہ، وہ چھوٹے ریزے جو آفتاب کی شعاع کے ساتھ زمین پر یا روزن میں دکھائی دیتے ہیں۔قطرہ، بوند بوند برابر۔

شرح

اگر حضرت شاہ ابوالحسین قدس سرہ کی بخشش عام جوش مارے تو اسی آن میں ذرہ کو آفتاب اور قطرۂ آب کو دریا بنا دے۔

سخاوت ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس شعر میں بھی حضرت شاہ ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سخاوت اور جودو کرم کا بیان ہے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے علمی عملی فیوض و برکات سے ایک عالم سیراب ہوا اور آپ کا یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے۔آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں کسی کا لحاظ نہ فرماتے۔دینی معاملات میں کسی کی رعایت نہ فرماتے، احکامِ شرع کی تاکید فرماتے، ہر مسئلہ تحقیق حنفیہ اختیار فرماتے، توحید میں مشرب وحدۃ الوجود تھا لیکن فرماتے یہ مسئلہ حالی ہے قالی نہیں فرمایا

موحد ہے نور اتحادی ہے ملحد زسب تو ہی تو ہے کہ بس تو ہی تو ہے

تربیت ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جیسا کہ فقیر نے اوپر عرض کیا کہ آپ کا سب سے بڑا کمال خلقِ خدا کی دینی تربیت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے

تربیت یافتہ اور خلفاء کی فہرست سینکڑوں تک پہنچی ہے۔تذکرۂ نوری میں آپ کے تربیت یافتگان کی فہرست بائیس اور خلفاء کی پینتالیس گنائی ہے حالانکہ یہ فہرست ناکافی ہے۔

اسماءِ گرامی بعض خلفاء کرام

امام احمد رضا محدث بریلوی، صاحبزادہ احمد حسین، نواب رستم علی خان، مولانا شاہ محمد عمر دہلوی، مفتی عزیز الحسن عثمانی، حافظ سراج الدین بدایونی، مولوی مشتاق احمد سہارنپوری، حکیم محمد عبد القیوم بدایونی، شاہ اسماعیل حسن، شاہ حامد حسن شاہ محمدی حسن و سید شاہ ظہور حیدر رحمہم اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ متعدد خلفاء کے اسماءِ گرامی اور ان کے حالات تذکرۂ نوری صفحہ ۱۵۸ تا ۱۷۶ ملاحظہ ہو۔

یحییٰ کا صدقہ وارثِ اقبال مند پائے
سجادۂ شیوخ کرامِ ابوالحسین

حل لغات

سجادہ، مصلّٰی، پیروں کی گدی۔

شرح

حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام کے طفیل خدا کرے حضرت شاہ ابوالحسین قدس سرہ کو ان کے شیوخ کرام کا سجادہ اقبال مند وارث نصیب ہو۔

اس میں امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہ نے حضرت شاہ ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نرینہ اولاد کی استدعاء کی ہے۔

انعام لیں بہارِ جناں تہنیت لکھیں
پھولے پھلے تو نخلِ مرامِ ابوالحسین

حل لغات

تہنیت، مبارک بادی۔مرام، مقصد، مطلب (مراد)

شرح

شاہ ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک بادی کا سہرا لکھ کر جنت کی بہاریں انعام لیں کہتی ہیں آپ کی نخل مراد

خدا کرے ہمیشہ پھولے پھلے۔

اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادوں کی بہار
سونگھے گلِ مراد مشامِ ابوالحسین

حل لغات

مشام،سونگھنے کی جگہ، دماغ۔

شرح

یا الٰہ العالمین ہم زندگی میں حضرت شاہ ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ نرینہ کی بہار آنکھوں سے دیکھ لیں اور شاہ ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دماغ مبارک بھی گل مراد سونگھ لے۔اس شعر میں پھر دوبارہ حضرت شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ کی اولادِ نرینہ کی دعا کا بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا گیا ہے کہ خدا کرے سیدنا ابوالحسین نوری قدس سرہ کی اولادِ نرینہ پیدا ہو اور ہم اور حضرت ابوالحسین قدس سرہ و صاحبزادوں کی بہارِ زندگی آنکھوں سے دیکھیں۔

آقا سے میرے ستھرے میاں کا ہوا ہے نام
اُس اچھے ستھرے سے رہے نامِ ابوالحسین

شرح

حضرت ابوالحسین آقا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وجہ سے حضرت ستھرے میاں قدس سرہ کا نام بلند ہوا۔خدا کرے حضرت اچھے میاں اور حضرت ستھرے میاں قدس سرہما کے صدقے حضرت ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام تا قیامت قائم و دائم رہے۔

یارب وہ چاند جو فلک عز و جاہ پر
بر سیر میں ہو گامِ بگامِ ابوالحسین

حل لغات

عز (عربی) عزت، امتیاز، شرف۔ جاہ گام (فارسی) قدم چلنے میں دونوں پاؤں کے درمیان کا فاصلہ، ایڑی سے انگوٹھے تک لمبائی، آدھ گز لمبا یہاں دوام مراد ہے۔

شرح

یا الٰہ العالمین چاند کی عز و جاہ کی سیر کا ہر قدم حضرت شاہ ابوالحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق ہو۔اس میں حضرت نوری قدس سرہ کی دائمی عزت اور جاہ وجلال کی دعا طلبی ہے جو ایک خیر خواہ کا کام ہے کہ اپنے محسن و مربی کے لئے دعائیں مانگے اس میں خود دعا مانگنے والے کی اپنی بہتری اور بھلائی بھی ہے۔

آؤ تمہیں ہلال سپہر شرف دکھلائیں
گردن جھکائیں بہر سلام ابوالحسین

حل لغات

سپہر (فارسی) آسمان۔ہلال، پہلی رات کا چاند۔

شرح

آؤ سالکو تمہیں شرفِ آسمان کا چاند دکھائیں ذرا گردن جھکا لو سلام عرض کرو یہی سیدنا ابوالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی شرفِ آسمان کے چاند ہیں۔آؤ سالکو آسمان کا چاند جلوہ فگن ہے اس کے عز و وقار کے پیش نظر اس چاند کو سلام کرو جو ابوالحسین علیہ الرحمۃ سے موسوم ہے۔

قدرت خدا کی ہے کہ تلاطم کناں اُٹھی
بحرِ فنا سے موج دوامِ ابوالحسین

حل لغات

تلاطم (عربی) لہر، پانی کے تھپیڑے، جوش ولولہ۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے بحر فنا سے موج دوام سیدنا ابوالحسین نوری قدس سرہ جوش مارتی اٹھتی ہے۔روحانیت کے عظیم سمندر کو بحر فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس کی ایک موج سیدنا ابوالحسین علیہ الرحمۃ میں جو فنا فی الشیخ ہو کر قیامت تک کے لئے زندہ و جاوید ہو گئے یا توحید کے سمندر میں ایسے غوطہ زن ہوئے کہ انہیں دولت سرمدی حاصل ہو گئی۔

یارب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی
جس سے ہے شکرین لب وکام ابوالحسین

شرح

اے پروردگارِ عالم ہمیں بھی اپنی یاد کی وہی چاشنی، لذت نصیب فرما جو حضرت ابوالحسین نوری قدس سرہ کے لب اور حلق شیرین ہے۔

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندۂ جدودِ کرام ابوالحسین

حل لغات

ہاں، کلمۂ ایجاب وقبول، کلمۂ اصرار۔ طالع، نصیبہ۔ اللہ رے، کلمہ تعجب، اوہو، بھلے۔ یاروی، مدد، حمایت، دستگیری، امداد۔ جدود، جد کی جمع، آباؤاجداد۔

شرح

اے رضا (امام بریلوی قدس سرہ) تیرے نصیب بھلے بھلے اللہ تعالٰی کی ہی مدد ہوئی کہ تجھے ان کا دامن نصیب ہوگیا اور تو ابوالحسین نوری قدس سرہ کے آباؤاجداد کا غلام اور نیازمندوں میں شامل ہوا۔

نعت ۴۲

زائرو پاسِ ادب رکھو ہوس جانے دو
آنکھیں اندھی ہوتی ہیں ان کو ترس جانے دو

حل لغات

پاس (فارسی) خیال، لحاظ۔ ہوس (عربی) ایک قسم کا جنون، خبط، آرزو وتمنا، اشتیاق، شہوت، خواہشِ نفسانی۔ ترس (اردو) ترسنا کا اسم آرزو میں رہنا محتاج ہونا، کسی چیز کا خواہش مند ہونا۔

شرح

اے زائرین حرم ادب ملحوظ رکھو اپنی خواہش کو دور رکھو اگر چہ فراقِ یار سے آنکھیں اندھی ہوئی تھیں اور اب زیارت نصیب ہوئی ہے تب بھی انہیں اسی خواہش اور تمنا اور آرزو میں رہنے دو لیکن خبردار بے ادبی نہ کرنا ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

زائرین حرم

جالی مبارک کے سامنے عشاق کی ایک عجیب کیفیت دیکھنے میں آتی ہے ہر عاشق مرد ہو یا عورت کا جی چاہتا ہے کہ دوڑ کر جالی مبارک چوم لے اگر چہ دورِ حاضرہ یعنی نجدی حکومت میں جالی تک پہنچنا دشوار بنا دیا گیا ہے اور پہرے دار بھی صرف اسی لئے مقرر ہیں کہ کوئی دیوانہ جالی اقدس تک نہ پہنچ جائے لیکن باوجود عشاق بھاگ کر جالی چوم ہی لیتے ہیں۔ ۱۴۱۴ھ کو ایک پروانے کو بار بار دھکے دینے کے باوجود جالی مبارک تک کسی طریق سے پہنچ کر بوسہ سے بہرہ اندوز ہو ہی گیا اور بڑی سخت نگرانی کے باوجود تین بار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا جسے تنگ ہو کر پہرہ داروں نے جیل کا منہ دکھایا۔ امام اہلِ سنت محدث بریلوی قدس سرہ اسے عاشقوں کو تلقین فرماتے ہیں کہ جیسے تم کر رہے ہو یہ نری ہوس ہے اسے چھوڑ دو ادب سے دور کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کرو بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ عشقیہ سہی لیکن اس کے لئے پہرہ داروں کی رکاوٹ کے باوجود بزور بازو جالی مبارک تک پہنچنا بے ادبی اور خود سرکار ﷺ کی جانب سے عدم رضا اور حد سے بڑھنے والوں پر ناراضگی کے ساتھ سزا بھی۔ ۱۴۱۴ھ میں فقیر کو ایک واقعہ دوست نے سنایا کہ ایک عاشق جالی مبارک کو چومنے پر شُرطوں (پہرہ داروں) کی پرواہ کئے بغیر ان کی زبردست رکاوٹ کے باوجود بار بار جالی مبارک کو چومنے کے لئے چھلانگیں لگا۔ بالآخر ایک بار شرطوں نے پولیس کی مدد سے قابو پا لیا تو وہ عاشق بیوقوف انہیں ماں بہن کی گالی دینے لگا اُس کی بُری حرکت پر اسے جیل بھیج دیا گیا کسی اہل دل نے کہا یہ سرکار ﷺ کی ناراضگی کا ایک اشارہ ہے ورنہ ان کا طریقہ ہے ایسے زبردستی جالی چومنے والے کو صرف مسجد نبوی شریف سے باہر نکال دیتے۔

آدابِ حاضری

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ جیسے اشعار کو حاضری کا ادب سکھایا ہے ایسے ہی تصنیف ''انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ'' میں فرماتے ہیں

(۱) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے۔ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو مسجد اقدس کے نقش نگار نہ دیکھو۔

(۲) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۳) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۴) یقین جانو کہ حضور اکرم ﷺ سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لئے تھی ان کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور آئمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں

لا فرق بین موته وحیاته ﷺ فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائهم وخواطرهم وذلک عنده جلی لا خفاء به

حضور اکرم ﷺ کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح منسک متقسط میں فرماتے ہیں

انه ﷺ عالم بحضورک وقیامک و سلامک ای بجمیع احوالک وافعالک وارحالک ومقامک

بیشک رسول اللہ ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔

(۵) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو وہ دو رکعت تحیۃ المسجد وشکرانہ حاضری دربار اقدس صرف "قل یا اور قل سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدۂ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب ﷺ کا ادب اور ان کا اور اپنا قرب نصیب کر۔ آمین

(۶) اب کمال میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے لرزتے کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور اکرم ﷺ کے عفو وکرم کی امید رکھتے ہوئے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں

حاضر ہوکر حضور اکرم ﷺ مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاۂ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لئے دونوں جہان میں کافی ہے۔ والحمد للہ

(۷) اب کمالِ ادب و ہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کرکے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار فتاویٰ عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ ''یقف کما فی الصلاۃ'' حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے اور لباب میں فرمایا

واضعا یمینه علیٰ شماله دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو

(۸) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے۔ ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاۂ کریم اگر چہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمدللہ

(۹) الحمدللہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان ﷺ کی آرام گاہ ہے نہایت ادب ووقار کے ساتھ بآواز حزیں وصورت درد آگین ودلِ شرمناک وجگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند وسخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہوجاتے ہیں) نہ نہایت نرم وپست (کہ سنت کے خلاف ہے) اگر چہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحاتِ ائمہ سے گزرا۔

مجرا وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو

السلام علیک ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته .

السلام علیک یا رسول رسول اللّٰه ، السلام علیک یاخیر خلق اللّٰه ،

السلام علیک یاشفیع المذنبین السلام علیک وعلیٰ الک واصحابک اجمعین

(۱۰) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال کچھ نہ ہو صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرو۔ حضور سے اپنے لئے، ماں باپ، پیر استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لئے بار بار عرض کرو

اسئلک الشفاعة یارسول اللّٰه

سوکھی جاتی ہے اُمید غربا کی کھیتی
بوندیاں لکۂ رحمت کی برس جانے دو

حل لغات

لکۂ (فارسی)........وتشدید کاف عربی وہائے مختصی ،اصل میں داغ کپڑے (کے ٹکڑے) کو کہتے ہیں عرف میں بادل کاٹکڑا،بدلی۔

شرح

غرباءومساکین کی کھیتی خشک ہورہی ہے اس پر رحمت کی بدلی سے چند بوندیں برسنے دوپھر دیکھوکیسی ہری بھری ہوتی ہے۔

جو مانگا سو پایا

زائرمدینہ جب یہاں حاضرہوجائے تو یقین کرے کہ منہ مانگی پاوٴں گااس لئے کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ٥ (پارہ ۵،سورۃالنساء،آیت ۶۴)

اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والامہربان پائیں۔

یہ ارشاد عام ہے گناہوں کی بخشش ہو یا کسی دیگر قسم کی بھیک مانگ ہی لیتے ہیں پھر جو مانگاسو پایا۔

ابن جلاء فرماتے ہیں میں مدینہ میں حاضرہوادو دن کھانا نہ ملامیں نے مزارشریف پر حاضری اورعرض کیامیں آپ کامہمان ہوں۔پھر جب سویاتو

پیغمبرخدا رادیدم ﷺ رغیفی بدست من داد نصفے راهم درخواب خوردم چوں بیدار شدم نصف دیگر در دست من باقی بود۔ (جذب القلوب صفحہ۲۲۳)

دیکھا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک روٹی میرے ہاتھ میں دی میں نے آدھی تو خواب میں ہی کھالی جب بیدار ہواتو باقی آدھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔

حضرت شیخ ابوالخیراقطع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوااور اتفاق سے پانچ روز ایسے گزر گئے کہ کھانے کو کچھ بھی نہ ملا۔یہاں تک کہ کوئی چیز چکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تو میں قبر شریف پر حاضر ہوا

وسلمت علی النبی ﷺ وعلی ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقلت یارسول اللہ انا

ضيفک الليلة وتنحيت ونمت خلف المنبر فرايته ﷺ في المنام وابوبكر رضی الله تعالیٰ عنه عن يمينه وعمر رضی الله تعالیٰ عنه عن شماله وعلی بن ابی طالب كرم الله وجهه بين يديه فحركنی علی رضی الله تعالیٰ عنه وقال لی قم فقد جاء رسول الله ﷺ فقمت اليه وقبلت بين عينيه فدفع الی رغيفا فاكلت نصفه وانتبهت وفی يدی والله نصفه. (روض الریاحین صفحہ ۶۲)

اور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کر کے کہا یا رسول اللہ؟ آج رات میں آپ کا مہمان ہوں پھر وہاں سے ہٹ کر منبر شریف کے پیچھے جا کر سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں حضرت ابوبکر آپ کے دائیں طرف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے بائیں طرف اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے آگے آگے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر مجھ کو ہلایا اور فرمایا اُٹھو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں میں اُٹھا اور آگے بڑھا اور آپ کی پیشانی مبارک کو چوما تو آپ نے ایک روٹی مجھے عطاء فرمائی میں نے آدھی خواب میں کھالی اور جب میری آنکھ کھلی تو خدا کی قسم باقی آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

حضرت شیخ احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیرہ ماہ تک جنگلوں میں پھرتا رہا میرے بدن کا سب چمڑا پھٹ گیا۔ اسی حال میں میں مدینہ منورہ قبر انور پر حاضر ہوا اور آپ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کیا اور سو گیا تو

آنحضرت راد رخوابد يدم كه مى فرمايد احمد آمدی چه حال داری گفتم انا جائع وانا فی ضيافتك يارسول الله فرمود دست بكشا كشادم ، دراهم چند دردست من نهاد، بيدار شدم داريم دردست من بود بباز اررفتم وطيرو فالوده خريدم وخوردم وببادیه ورشدم۔

(جذب القلوب صفحہ ۲۲۳، وفاء الوفاء صفحہ ۱۳۸۱، جلد ۲)

حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا فرمایا احمد تم آئے کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا مہمان ہوں اور بھوکا بھی ہوں فرمایا ہاتھ پھیلا! میں نے پھیلا دیا چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے میں بیدار ہوا تو درہم میرے ہاتھ میں تھے۔ بازار میں گیا روٹی اور فالودہ لے کر کھایا اور پھر جنگل میں چلا گیا۔

حضرت سید ابو محمد عبدالسلام الحسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تھا تین دن تک کھانے کو کچھ بھی نہ ملا۔ میں نے منبر شریف کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا

نانا جان مجھے بھوک لگ رہی ہے اور میرا ثرید کھانے کو دل چاہتا ہے اس کے بعد میں سو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے آ کر مجھے جگایا اور لکڑی کا ایک پیالہ میرے آگے رکھا جس میں گھی اور گوشت اور بہت سی خوشبوئیں ڈال کر بنایا ہوا ثرید تھا۔آج مجھے مقدر سے کچھ مل گیا تھا لہٰذا میں نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے؟ وہ کہنے لگا بچوں کا تین روز سے تقاضا تھا آج مجھے مقدر سے کچھ مل گیا تھا لہٰذا میں نے اس کو پکایا اور جب پکا کر سو گیا

فرایت رسول اللہ ﷺ فی النوم وھو یقول ان احدا اخوانک تمنی علی ھذا الطعام فاطمہ منہ. (وفاء الوفاء صفحہ ۱۳۸۳،جلد ۲)

تو میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے فرمایا تیرے ایک بھائی نے مجھ سے اس کھانے کی تمنا کی ہے تو اس میں سے اس کو بھی کھلاؤ۔

حضرت شیخ عبدالسلام بن ابی القاسم صقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک بزرگ نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا میرے پاس کوئی چیز نہ تھی اور میں پے در پے فاقوں کی وجہ سے بہت ضعیف ہو گیا۔ایک دن میں نے روضۂ انور پر حاضر ہو کر عرض کیا اے اولین و آخرین کے سردار میں .... رہنے والا ہوں اور پانچ ماہ سے خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کو متعین فرما دیجئے جو میرے کھانے کے معاملے میں میری خبر لے لیا کرو اور میرے واپس جانے کا انتظام کر دے۔پھر چند اور التجائیں کیں اور منبر شریف کے پاس آ کر بیٹھ گیا دفعتۃً میں نے دیکھا کہ ایک صاحب حجرۂ مقدسہ کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ کلام کرنے لگے اور اس کلام میں ''یا جدی یا جدی'' بھی کہا پھر وہ میرے پاس تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اُٹھو میں اُٹھ کر ان کے ساتھ ہو گیا۔وہ باب جبریل سے نکل کر بقیع کی طرف چلے اور بقیع میں سے گزرتے ہوئے آگے نکل کر ایک خیمہ میں گئے اس خیمہ میں ایک باندی اور ایک غلام تھا اُن سے کہا اُٹھو اور اپنے مہمان کے لئے کھانا تیار کرو۔وہ کھانا تیار کرنے لگ گئے اور ان صاحب نے مجھے باتوں میں لگائے رکھا۔جب کھانا تیار ہو گیا اور باندی نے لا کر آگے رکھ دیا تو وہ صاحب مجھ سے فرمانے لگے کھاؤ۔میں نے کھایا انہوں نے فرمایا اور کھاؤ میں نے اور کھایا پھر انہوں نے فرمایا اور کھاؤ تو میں نے عرض کیا اے میرے سردار! میں نے کئی ماہ سے گیہوں نہیں کھایا تھا اس لئے اور نہیں کھایا جاتا۔انہوں نے وہ بچا ہوا سارا کھانا اور دو صاع اصیحانی کھجوریں جو تقریباً نو سیر ہوتی ہیں ایک زنبیل میں رکھ کر مجھ سے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا

فقال باللہ علیک تو فرمایا تمہیں قسم ہے اللہ کی پھر

پلٹی آتی ہے ابھی وجد میں جانِ شیریں
نغمۂ قم کا ذرا کانوں میں رس جانے دو

حل لغات

پلٹی از پلٹنا، الٹا، پھرنا، بدلنا، ٹکرنا۔ وجد، غمگینی، جذبہ، بیخودی، سرمستی، حال۔ نغمہ، راگ، گیتی، سریلی آواز یہی معنی مراد ہے۔ قم، اُٹھ کھڑا۔ قم باذن کا خلاصہ اس سے مراد ہے محبوب کی قم کی سریلی آواز کو کچھ دیر تو کانوں میں گھل مل کر رہنے دو پھر دیکھو کیا حال بنتا ہے، سوز و گداز کا اضافہ، ذوق وشوق میں زیادتی وغیرہ۔

اس شعر میں محبوبِ کونین ﷺ کی زبانِ اقدس کے کمالات کا اشارہ ہے فقیر متعدد مقامات پر متعدد کمالات کا ذکر کر چکا ہے۔ یہاں تبرکاً عرض ہے

حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تسکین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے چلتے ہوئے آپ نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے رونے کی آواز سنی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا بچے کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے آپ نے سب کو آواز دے کر فرمایا کہ کسی کے پاس پانی ہے؟ مگر پانی کسی کے پاس نہ تھا آپ نے سیدہ سے فرمایا کہ ایک کو مجھے دو انہوں نے دے دیا

فاخذه فضمه الى صدره وهو يضغو مايسكت فادلع له لسانه فجعل يمصه حتى هدا و سكن فلم اسمع له بكاءً والاخر يبكى كما هو ما يسكت فقال ناولينى الاخر فنا ولته اياه ففعل به كذالك فسكتا فما اسمع لهما صوتاً

آپ نے ان کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وہ اُس وقت بہت رو رہے تھے تو آپ نے ان کے منہ میں اپنی زبان ڈال دی وہ چوسنے لگے یہاں تک کہ اُن کو تسکین ہوگئی اس کے بعد وہ نہیں روئے اور دوسرے بدستور رو رہے تھے فرمایا اس کو بھی دو؟ انہوں نے دے دیا تو آپ نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا چنانچہ وہ دونوں تسکین پا کر چپ ہوگئے اس کے بعد رونے کی آواز میں نے نہیں سنی۔

کن

قم کہہ کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مردے جلاتے لیکن حضور اکرم ﷺ نہ صرف مردے جلاتے تھے بلکہ وجوہ تشریف

فرماتے ۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عاص حضوراکرمﷺ کی مجلس میں آجاتا اور جب حضوراکرمﷺ کلام فرماتے تو منہ مار مار کر آپ کا سانگ لگایا کرتا تھا

فقال النبیﷺ کن کذالک فلمیزل یختلج حتی مات (طبرانی،مستدرک،بیہقی،خصائص جلد۲صفحہ۷۹)

ایک دن حضوراکرمﷺ نے اس کوفرمادیا ایسا ہی ہوجا(پس آپ کی زبانِ مبارک سے کلمہ کن کانکلنا تھا کہ وہ ایسا ہی ہوگیا)اور مرتے دم تک منہ مارتا رہا۔

دیکھئے حضوراکرمﷺ نے جس کام کے لئے صاف لفظوں میں کن فرمایا فوراً اس کاوجود ہوگیا۔

وہ زبان جس کوسب کن کی کنجی کہیں　　　　اس کی نافذحکومت پہ لاکھوں سلام

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضوراکرمﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھارہا تھا

فقال رسول اللہﷺ کل بیمینک فقال لا استطیع قال لا استطعت مامنعه الا الکبر قال فما رفعها الی فیه. (مسلم،مشکوٰۃ صفحہ۵۳۶)

تو حضوراکرمﷺ نے اس کوفرمایا دائیں ہاتھ سے کھااس نے کہا کہ دائیں ہاتھ سے نہیں کھاسکتا یعنی بے کار ہے۔آپ نے فرمایا جا آج سے بیکار ہی ہے اس نے یہ جھوٹا عذرصرف تکبر سے کیا تھا چنانچہ اس دن سے وہ ہاتھ ایسا بیکار ہوا کہ پھر کبھی منہ تک نہ آسکا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وحی لکھتا تھا تو وہ مرتد ہوگیا اور مشرکوں سے مل گیا

قال النبیﷺ ان الارض لاتقبله. (بخاری،مسلم،مشکوٰۃ صفحہ۵۳۵)

تو حضوراکرمﷺ نے فرمایا کہ بے شک اس کوزمین قبول نہیں کرے گی (یعنی اپنے اندرنہیں رکھے گی)

لٰہذا جب وہ مرگیا اور مشرکوں نے اسے دفن کیا تو زمین نے باہر پھینک دیا کئی دفعہ قبر گہرا کرکے دفن کیا گیا مگروہ جب بھی دفن سے فارغ ہوکرلوٹتے تو قبراسے باہر پھینک دیتی۔

نوٹ

اس قسم کے درجنوں واقعات اور تحقیق وتفصیل فقیر کارسالہ ’’کن کی کنجی‘‘ کامطالعہ فرمائیے۔

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو ٹھہرو
گٹھڑیاں توشۂ امید کی کس جانے دو

حل لغات

گٹھڑیاں، گٹھڑی کی جمع بمعنی بقچی، پوٹ، پونجی۔توشہ، مسافر کے ساتھ کا کھانا، سفرخرچ، کسی ولی اللہ کے نام کا کھانا یہاں مطلق سفرخرچ مراد ہے۔کس (اردو) بالفتح زور، طاقت، مضبوطی وغیرہ۔

شرح

اے مدینہ پاک جانے والے قافلو ذرا ٹھہرو تو سہی ہم بھی مدینہ پاک چلنے کا عزم رکھتے ہیں لیکن امیدوں کا سر خرچ بکھرا پڑا ہے اسے گٹھڑی میں رکھ لیں چونکہ یہ کام وقت چاہتا ہے فلہذا یارو ذرا ہمارے حال پر رحم کرکے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ پھر اکٹھے چلیں گے۔

اس شعر میں عاشقِ مدینہ پاک کے عشق کی ترجمانی فرمائی ہے کہ جونہی مدینہ کا قافلہ راہی بملک حجاز ہوتا ہے تو عاشق مدینہ کا دل تڑپ جاتا ہے پہلے سے تو وہ ظاہری طور پر تیار نہیں ہوتا لیکن قافلے والوں کو دیکھ کر انہیں منت سماجت کرتا ہے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ میں تیاری کرلوں مجھے بھی ساتھ لے چلوں۔

دید گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر
ہمصفیرو ہمیں پھر سوئے قفس جانے دو

حل لغات

قیامت، مصروف معنی کے علاوہ موت، کالی، بلا، غصہ، واویلا، ہلڑ، ظلم، نہایت ازشوخ، چالاک، فسادی، مشکل، کٹھن، برُا۔ہمصفیرو، ہم آواز، وہ پرندے جو ایک قسم کی بولی بولتے ہیں، ہمدم۔قفس، پرندوں کا پنجرہ۔

شرح

محبوب کی نگاہ دل پر مزید سختی کرتی ہے تو میں بھی یہی چاہتا ہوں میرے ہمجولیوں مجھے پھر عشق خانہ کے پنجرے میں جانے دو اس سے میں نجات نہیں چاہتا ہوں بلکہ دردِ دل میں اضافہ چاہتا ہوں۔

اس شعر میں عشقِ نبوی ﷺ کی صداقت کی علامت بتائی ہے کہ سچا عاشق اس عشق میں اضافہ چاہتا ہے جو لوگ عشق کی سختیوں سے تنگ ہوکر قدم پیچھے ہٹاتے ہیں وہ دراصل عاشق فام ہیں

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا

ھیں راہ ڈوں آنوے نہ ھاجیے ائیں تاں　　ڈھوڈینہ قدم ودھا حیلہ کریں نسرتیں تڑیں

اس راہ پر آنا نہ تھا اگر آ گیا ہے تو اب دم بدم آگے بڑھ جتنا ہو سکے قدم بڑھاتا جا ایڑی چوٹی کا زور اسی پر لگا دے۔

شعارِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عشق کا اصلی اور حقیقی رنگ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نصیب ہوا اس کا کیا کہنا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سراپا عشق ہی عشق تھے۔ آپ کا ہر قدم عشق نبوی ﷺ میں آگے بڑھتا رہا، شب ہجرت غار میں جب زہریلے سانپ نے کاٹا تو اس عاشق جانثار نے اپنے آقا ﷺ کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارا نہ کیا۔ زہر اثر کرنے لگا درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت تک نہ دی کہ اس سے محبوب ﷺ کے خواب و راحت میں خلل اندازی ہو گی۔

آتش دل بھی تو بھڑکاؤ ادب دان نالو
کون کہتا ہے کہ تم ضبط نفس جانے دو

حل لغات

بھرکاؤ از بھڑکانا، آگ کو تیز کرنا، بہکانا، عصہ دلانا، پہلا معنی مراد ہے۔ نالو، نالہ کی جمع فریا، واویلا۔ ضبط رکھنا ہر شے کا اس کی حد پر انتظام کرنا۔

شرح

ادب داں فریادوا گر یہاں محفل حبیب ﷺ شور مچانا بے ادبی ہے تو دل کی آتش کو اور تیز کرو دل کی سوزش کا اضافہ تو بے ادبی نہیں ہم تو تمہیں نہیں کہتے کہ ضبط نفس کو جانے دو بلکہ اسے بھی مضبوط رکھو تا کہ کہیں گستاخی اور بے ادبی نہ ہو جائے لیکن دل کی فریاد میں اضافہ کرو بس دل کو آگ لگا دو اور وہ عشق کے شعلوں سے بھڑک اُٹھے پھر محبوب ﷺ اس میں کچھ باقی نہ رہے یہی عاشق کامل کی شان ہے کہ اس کے دل میں سوائے محبوب ﷺ کے تصور کے باقی کچھ نہ رہے۔

حضرت عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا

بوددر جھاں ھرکسے راخیالے　　مراازھمہ خوش خیال محمد ﷺ

دنیا میں ہر ایک کو کوئی نہ کوئی خیال ضرور ہے مجھے سب سے بہت اچھا تصور اور خیال ہے اور وہ ہے تصور محمد ﷺ۔

حکایت

حضرت مجنوں نمازی کے آگے سے گزرے تو نمازی نماز توڑ کر حضرت مجنوں کو تھپڑ مار دیا۔ مجنوں نے فرمایا ارے میاں مجھ غریب سے کون سی غلطی ہوگئی ہے۔ نمازی نے کہا کیا تو نے میری نماز کو نہ دیکھا تو میرے آگے سے کیوں گزرا۔ حضرت مجنوں نے نے فرمایا میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا ورنہ ایسی غلطی نہ کرتا لیکن افسوس ہے کہ تیری نماز ہی بیکار ہے اس لئے کہ میں ایک عورت پر عاشق ہوں میں اس کے خیال میں اتنا محو ہوں کہ مجھے تیری نماز پڑھنے تک کی بھی خبر نہیں لیکن تجھ پر افسوس ہے کہ تو نماز پڑھنے میں اللہ کے ساتھ مناجات کرر ہا تھا۔ حدیث شریف میں ہے

ان العبد نیاجی ربه فی الصلوٰة

بیشک بندہ نماز میں اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔

تو پھر تو نے مجھے کیسے دیکھ لیا

عشق لیلیٰ میں میری حالت تباہ	اور وصلِ حق میں غیر پر تیری نگاہ
کیا اس کو کہتے ہیں راز و نیاز	بس نماز دیکھ لی تیری نماز

حکایت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں وہ روایت ہے کہ جب نماز کا ارادہ فرماتے تھے تو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اُس امانت کے ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے شاید ادا بھی کر سکوں گا یا نہیں۔ جب جنگ میں آپ کے جسم میں تیر لگ جاتے تھے تو نماز میں نکالے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی ران میں تیر گھس گیا لوگوں نے نکالنے کی بھرپور کوشش کی مگر نہ نکل سکا۔ آخر کار آپس میں مشورہ کیا کہ جب آپ نماز میں مشغول ہو نگے تو اس وقت نکالا جائے گا جب آپ نے نماز شروع کی تو سجدہ کی حالت میں لوگوں نے تیر نکال لیا آپ کو علم تک نہ ہو سکا۔ بعد میں لوگوں نے بتلایا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو پتہ تک نہ چلا۔ (تحفۃ الاحرار جامی وازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ)

حکایت

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جب وضو فرماتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی ایک شور مچ گیا مگر آپ بدستور

نماز میں ہی مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ مجھے آخرت کی آگ کے خوف نے دنیا کی آگ سے غافل رکھا۔ (کشف المحجوب حضور داتا گنج بخش قدس سرہ)

یوں تنِ زار کے درپے نہ ہو دل کے شعلو

شیوۂ خانہ براندازی خس جائے وہ

حل لغات

تن زار، ضعیف وخوار۔ شعلو، شعلہ کی جمع، روشنی، لپٹ، آگ۔ شیوہ، طریق، طور، دستور۔ خس، کوڑا، تنکے، گھاس۔

شرح

یہ شعر ایک سوال کے جواب پر فرمایا گویا سوال ہوا کہ جب دل میں عشق کے شعلے بھڑک اُٹھیں گے تو پھر جسم تو جل کر راکھ ہو جائے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے دل کے شعلو جسم عاجز و ناتواں کی پرواہ مت کرو اس لئے جونہی شعلے بھڑک اُٹھیں گے تو خس وخاشاک بلکہ جسم کا فضول سامان جل کر راکھ ہو گا تو صفائی ہو گی اس سے تو الٹا اس کا فائدہ بلکہ ترقی ہے۔ اس شعر میں تزکیہ نفس کی تلقین ہے اور وہ سب سے بڑھ کر عشقِ رسول ہے اس سے دل روشن ہوتا ہے اور نفس کی شرارت سے حفاظت ہوتی ہے۔

قر آنِ مجید

تزکیہ نفس کی تمام آیات اسی مضمون کی مؤید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے اوصاف میں فرمایا

وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ . (پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۱)

تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔

حدیث شریف

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ان فی الجسد مضغة اذا فسدت الجسد كله واذا صلحت صلح الجسد كله . (رواہ البخاری)

خبردار جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے جب وہ سدھر جائے تو تمام جسم سدھر جائیگا۔ خبردار وہ دل ہے۔

فائدہ

اس لئے صوفیہ کرام دل کی صفائی پر زور دیتے ہیں حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے فرمایا

آئینه دل چوں شودصاقی و پاك　　　نقشها بینی بروں از آب وخاك

دل کا آئینہ جب پاک وصاف ہو جاتا ہے آب وخاک سے باہر کی نقوش دیکھ سکے گا۔

اے رضؔا آہ کہ یوں سہل کٹیں جرم کے سال
دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو

حل لغات

آہ، ہائے افسوس۔ کٹیں از کٹنا، بسر ہونا۔ برس از برسنا، نکالنا۔

شرح

اے رضؔا (امامِ اہل سنت) افسوس کہ جرم میں کئی سال آسانی سے بسر ہوئے کم از کم چند ساعات واطاعت میں تو گزار دو۔

اس شعر میں اپنا نام تو اصعاً لیا جیسے شعراء کی عادت ہے کہ اپنا نام لے کر احباب کو اس راہ پر لگاتے ہیں۔
خدا نہ کرے کسی کی زندگی غلط کاریوں میں گزری ہو اگر وہ تہہ دل سے تائب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی سابقہ غلطیاں معاف کر دیتا ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ (پارہ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۱۱۴)

بیشک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے ماہ وسال

اس شعر کو ہم نے عمومی نصیحت پر اس لئے محمول کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے زندگی کے ماہ سال طاعت خداوندی اور عشق مصطفیٰ میں بسر ہوا آپ کی سوانح عمری پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ دوسرے لوگ نا معلوم کب سے تقویٰ وطہارت کے اطوار سیکھتے ہیں اعلیٰ حضرت بچپن سے سیکھے سکھائے تھے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

مولانا سید ایوب علی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا۔ اعلیٰ حضرت

قدس سرہ کے پہلے روزے کی افطار کی تقریب منائی جا رہی تھی خاصی گرمی کا وقت تھا کہ آپ کے والد ماجد آپ کے ساتھ لے کر ایک کمرے میں تشریف لے گئے جہاں فرنی کے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ والد ماجد نے فرمایا بیٹا کھالو آپ نے عرض کیا ابا جان میرا تو روزہ ہے والد صاحب نے پھر فرمایا بچوں کا روزہ ایسا ہی ہے۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہیں ہے لہٰذا چپکے سے کھالو۔ آپ نے عرض کیا کہ جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے یہ سنتے ہی آپ کے والد محترم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کمرے سے باہر آپ کو لے آئے۔

دعوتِ غور وفکر

جس کے بچپن کی بظاہر لاشعوری کا یہ حال ہے سِن شعور کا کیا حال ہوگا پھر علمی وعملی ماحول میں زندگی بسر فرمائی۔ آپ کا ایک لمحہ اہلِ بریلی پھر عوام پھر اہلِ اسلام نے دیکھا اور سنا تو لامحالہ کہنا پڑیگا کہ امام احمد رضا قدس سرہ پیدائشی ولی اللہ تھے اس لئے کہ ولایت کا جو معیار چاہیے وہ امام احمد رضا میں بطریق اتم موجود تھا۔

ولایت کا معیار

قرآن مجید میں معیارِ ولایت تقویٰ وطہارت، پابندیٔ شریعت بتایا ہے اور یہ چیزیں عموماً انسان بڑی عمر میں بھی کسی کامل شیخ کی تربیت کے بعد کچھ کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور پھر شریعت اور طریقت کے آئمہ ایسے شخص کو تب ولی مانتے ہیں جب اس میں یہ معیار کامل بلکہ اکمل طور پر پایا جائے تاریخ شاہد ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بچپن ہی میں متقی اور متبع سنت اور پاکیزہ اخلاق وکردار کے مالک تھے ساڑھے تین سال کی چھوٹی سی عمر تھی کہ آپ اپنے گھر کے دروازے کے باہر صرف لمبا کُرتہ پہنے کھڑے تھے آپ کے سامنے سے چند طوائفیں گزریں جو ایک گاڑی پر سوار تھیں۔ آپ نے ان پر پہلی نظر پڑتے ہی اپنے کرتے کا دامن اُٹھا کر اس سے اپنی آنکھوں کو ڈھانپ لیا ان میں سے ایک طوائف بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھوں تو چھپالیا اور ستر کو کھلا چھوڑ دیا آپ نے یہ سن کر فرمایا جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے آپ کا یہ ٹھوس جواب سن کر وہ تمام طوائفیں حیران رہ گئیں اور اپنا سا منہ لے کر وہاں سے آگے کو روانہ ہو گئیں۔ اس سن لاشعوری میں شعور کے کمال کو پڑھ سن کر اہلِ کمال ہی اعلیٰ حضرت کی ولایت کی شہادت دے سکتے ہیں ورنہ نادانوں نے تو اسے اپنی نادانی پر نامعلوم کیا سمجھا ورنہ ظاہر ہے کہ ساڑھے تین سال کا بچہ اجنبی ماحول سے ڈر کر چیختا چلاتا ہوا اپنی جان بچانے کی فکر میں پڑ جاتا ہے ورنہ کم از کم اپنی لاشعوری کی مجبوری پر بے بس ہو کر کیفیت سے بے خبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اسلام فہمی کا کمال

نہ صرف شرعی مسئلہ پر عمل کر دکھلایا بلکہ اس کی کنہ اور حقیقت بلکہ اس کے راز و رمز کو بھی آشکارا فرمادیا وہ یہ کہ طوائف نے اپنی حسبِ عادت ہنسی و مذاق کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایسا دقیق نکتہ برجستہ بیان فرمایا کہ جسے بڑے سے بڑا علامہ کہلانے والے برسہابرس اوراق گردانی کے بعد بھی معلوم نہ کرسکیں۔ یہ شان ولایت نہیں تو اور کیا ہے۔ فقراء نے سچ فرمایا ہے کہ علم کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے ولایت کا پہلا قدم اُٹھتا ہے۔ فقیر نے صرف نمونہ کے دو واقعات لکھے ہیں مزید فقیر کے رسالہ ''اعلیٰ حضرت مادرزاد ولی'' پڑھیں۔

علم سے فراغت کا سن

خود امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے جب سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸٦ھ کا ہے اس وقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا تھا اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی تھی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے۔ (رسائل رضویہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

بعد فراغت مصروفیات علمی

قطع نظر آپ کے دوسرے واقعات تقویٰ وطہارت کے آپ کی علمی مصروفیات کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

اعلیٰ حضرت نے اپنی مصروفیات و کثرت فتاویٰ وجلیل القدر خدمات دینیہ کے سلسلہ میں تحریر فرمایا کہ فقیر کے یہاں علاوہ ردو ہابیہ (خذلہم اللہ تعالیٰ) و دیگر مشاغل کثیر دینیہ کے فتاویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے شہر و دیگر بلاد وامصار جملہ اقطار، ہندوستان و بنگال و پنجاب وملیبار و برما واراکان وچین وغزنی وامریکہ وافریقہ حتیٰ کہ سرکارِ حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں۔ اس میں اگر (کسی کے) جواب میں تاخیر ہو یا بعض استفتاء پر تحریر جواب سے رہ جائیں تو کیا شکایت ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ا (پارہ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۸٦) (بریق المرلہ)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علومِ شریفہ فتاویٰ مبارکہ اور خدماتِ دینیہ کے متعلق کثرت فتاویٰ مبارکہ کے سلسلہ میں آپ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ ''علاوہ دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے''

☆ (صرف) کارفتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے اور دنیا بھر اور عرب وعجم سے اس قدر سوالات واستفتاء آتے ہیں کہ ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں بیشک یہ خدا تعالیٰ کا خاص الخاص فضل ہے کہ جس

نے آپ کو خدمت دین و شانِ رسالت کے اظہار علم لدنی وقوتِ روحانی سے اس طرح بہرہ ور اور مالا مال فرمایا۔

نعت ٤٥

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

حل لغات

چمن، کیاری، سبز یہاں باغ مراد ہے۔ سنبل، ایک گھاس خوشبودار (چھڑ کالی) سنوارے از سنوارنا، درست لگانا، ترتیب سے لگانا، سنگارنا، آراستہ کرنا، زینت دینا، سدھارنا، راہ پانا۔ شکن، سلوٹ، جھری، بل۔ وارے از وارنا بھی نچھاور کرنا، قربان کرنا۔

شرح

مدینہ طیبہ کے باغ میں جب محبوب کریم ﷺ اپنے زلفانِ اقدس سنوارتے ہیں تو شکن ناز پر حور آگے بڑھ کر اپنے بال گیسو قربان کرتی ہے۔

زلفانِ عنبریں

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ لکھنا ہے اس شعر میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کے زلفانِ مبارکہ کے سنوارتے وقت حورانِ بہشت آپ کی زلف اقدس کی ایک بل پر سر نیاز جھکاتی اور روارے وارے جاتی ہے۔

فائدہ

اس شعر میں زلفوں کی قدر و منزلت کے بیان کے ساتھ مسائل فقہیہ بھی بتا دیئے۔

مسئلہ

بالوں کا سنوارنا ہر وقت نہیں بلکہ گاہے گاہے ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مفضل سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روز روز کنگھا کرنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

فائدہ

یہ نہیں تنز یہی ہے اور مقصد یہ ہے کہ مرد ہر وقت سنگھار میں مشغول نہیں رہنا چاہیے۔ (بہارِ شریعت)

مسئلہ

سر کے بال ہوں انہیں سنوارنا، تیل لگانا، کنگھا کرنا سنت ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضور اکرم ﷺ کثرت سے سر میں تیل ڈالتے اور داڑھی میں کنگھا کرتے۔ (شرح السنۃ)

(۲) حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا جس کے بال ہوں وہ ان کا اکرام کرے یعنی ان کو دھوئے اور تیل لگائے اور کنگھا کرے۔

فائدہ

تجربہ شاہد ہے کہ بمطابق ارشادِ نبوی عمل کرنے سے گنجہ پن نہیں ہوتا۔

اعجوبہ

فقیر بچپن سے ایک بزرگ کو دیکھتا چلا آیا کہ وہ اکثر اپنے بالوں کو سنوارہ کرتے اور تیل اور کنگھا سے ان کی خاطر تواضع فرماتے اب وہ ستر سال کے ہو کر فوت ہوئے تو ان کے بال جوانوں سے بڑھ کر محسوس ہوتے بخلاف ان کے ہجولیوں کے کہ وہ ارشادِ نبوی کے مطابق عمل نہ کر سکے تو ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی گنجے بن گئے۔

حکایت

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پورے بال تھے میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا ان کو کنگھا کیا کروں آپ نے فرمایا ہاں ان کا اکرام کرو اس کے بعد حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں دو مرتبہ تیل لگایا کرتے۔

حکایت

ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بال سر اور داڑھی ہر دونوں بکھرے ہوئے تھے آپ نے اسے ان کے سنوارنے کا اشارہ فرمایا تو وہ شخص واپس جا کر اپنے بال سنوار کر واپس آیا آپ نے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے۔

مسئلہ

سر کے بال رکھنا سنت اور ان کی مانگ نکالنا وہ بھی سیدھی ، بال مونڈنا مباح اور ٹیڑھی مانگ نکالنا انگریزوں کا طریقہ۔

لطیفہ

ٹیڑھی مانگ انگریز کے طریقہ عوام کو مرغوب لگا اسے ایسا اپنا لیا کہ اب سمجھانے بجھانے سے بھی گئے اور سر مونڈنا وہابیوں دیوبندیوں کو مرغوب اس لئے کہ یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی سنت ہے ورنہ اگر انہیں سنت نبوی سے پیار ہوتا تو بال رکھواتے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی دائمی سنت ہے بال رکھانا اور کٹوانا صرف حج و عمرہ کے موقعہ ہوا۔ ہاں دائمی طور پر سر منڈوایا تو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بلکہ اس مسئلہ میں ایسا سخت گیر تھا کہ مردوزن کے علاوہ بعض عورتوں کے بال بھی کٹوا دیئے کہ یہ شرک کی پیداوار ہیں۔

مسئلہ

قبضہ بھر داڑھی رکھنا واجب اور اس کے مباح اور کم کرنا مکروہ اور مونچھیں ابرو برابر ہوں، منڈوانا اور بڑھانا مکروہ۔

دونوں مسئلوں کے لئے فقیر کی دو کتابوں کو پڑھیئے "نصرة الملهم فی سبلة المسلم" اور "داڑھی سنت رسول"

کی جو بالوں سے تیرے روضہ کی جاروب کشی
شب کے شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو

حل لغات

جاروب (فارسی) جھاڑو۔ دھارے از دھارنا، اختیار کرنا رکھنا، حفاظت کرنا، پہننا، پکڑنا، کسی جگہ بدن پر پانی کی دھار ڈالنا یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

شرح

اے حبیب کریم ﷺ آپ کے گنبد خضراء کی صفائی کے لئے شب کی شبنم نے اپنے بالوں کی جو جھاڑوں بنایا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ان بالوں کو تبرک بنائے گی کہ انہیں آپ کے گنبد اقدس سے مس کرنے کا شرف نصیب ہوا۔

تبرکات

شب کے شبنم کا تبرک حاصل کرنا مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت ہے اس لئے کہ جب مسلم ہے کہ حضور اکرم ﷺ

اللہ کی تمام مخلوق کے رسول ہیں تو ہر وفادار امتی اپنے رسول اکرم ﷺ کی ہر منسوب سے ہر شے کو متبرک و مقدس سمجھتا ہے اور شبنم بھی ایک مخلوق اور اپنے نبی پاک ﷺ کو مانتی اور آپ کے گنبد خضریٰ سے تبرک حاصل کرتی ہے تو کون سا مسئلہ مشکل بن گیا اور یہ بھی اہل سنت کا عقیدہ ہے اگر چہ معتزلہ منکر تھے اور اب کی تقلید میں بعض مسلم نما فرقے بھی انکاری محسوس ہوتے ہیں کہ ہر شے خواہ جمادات ہوں یا نباتات وغیرہ سب میں ان کے لائق ان میں روح اور عقل و شعور ہے اس کی تفصیل فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے اس معنی پر یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

تبرک کا ثبوت

اس کے ثبوت میں فقیر کی کتاب "البرکات فی التبرکات" کا مطالعہ کیجئے۔تبرک کے جواز میں سوائے نجدیوں اور ان کے پیروکاروں کے کسی کو اختلاف نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تبرکات سے عشق اتنا مشہور ہے جتنا وہ شیدائی اسلام مشہور ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبرک کی درخواست کی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ

لو اتخذت من مقام ابراهيم مصلى کاش آپ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے تو کیا اچھا ہوتا۔

آپ نے فرمایا میرا بھی جی چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہو تو ابھی سورج غائب نہیں ہوا تھا کہ آیۃ "وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ" نازل ہوئی۔

کعبہ بھی تبرک ہے

الجامع اللطیف میں مولانا محمد جار اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما انه قال اصل طينة النبى ﷺ من سرة الارض بمكة

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک کا خمیر پاک مکہ شریف کی وہ جگہ ہے جو تمام روئے زمین کی ناف ہے۔

فائدہ

غور کیجئے کہ اب اسی روئے زمین کی ناف کو ہم قبلہ سے تعبیر کرتے ہیں گویا ہمارا قبلہ بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کا تبرک جو نہ صرف ہم بلکہ انبیاء ورسل علیٰ نبینا علیہم السلام کا قبلہ و کعبہ ہے۔

مسئلہ

اسی لئے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ قبلہ اس چار دیواری کا نام نہیں بلکہ اس خاص مقام مقدس کا نام جس کے اردگرد چار دیواری کھچی ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "القول الجلی فی ان الکعبة تذهب الی زیارة الولی" دیکھئے۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تبرک

صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین وعلمائے دین الی یوم الدین کا یہی مذہب تھا اور ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے وصیت کی کہ

ان يدفن معه شئی کان عنده من شعر رسول الله ﷺ واظفاره و قال اذا مت فاجعلوه فی کفنی. (عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۱۳۴)

یعنی میں مر جاؤں تو یہ جو حضور ﷺ کے بال مبارک اور ناخن مبارک میرے پاس موجود ہیں انہیں میرے کفن میں رکھ دینا اور میرے ساتھ ہی دفن کر دینا۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک اور ناخن مبارک میں بھی ہزاروں برکتیں موجود ہیں اور ہمارے اسلافِ کرام ان سے برکت حاصل کرتے تھے اور برکت کے لئے اپنے پاس رکھتے تھے اور مرنے کے بعد بھی انہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے پھر اگر خود حضور اکرم ﷺ ہی سے کسی نفع حاصل ہونے کا انکار کر دیا جائے تو یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے۔

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

حل لغات

تپش، گرمی، سوزش۔

شرح

اے پروردگار محشر کی گرمی میں ہم سیہ کاروں پر تیرے محبوب کریم ﷺ کے پیارے گیسو سایہ افگن ہوں۔

قیامت میں شفاعت

قیامت کی گرمی اور سوزش کا حال کسی سے مخفی نہیں لیکن یہ بھی یقین ہے کہ سوائے حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے کوئی کسی کے کام نہ آیگا لیکن بدقسمت ہے وہ امتی جو حضور اکرم ﷺ آپ کی شفاعت کا منکر ہے یاد رہے کہ معتزلہ و خوارج تو کھلم کھلا اور صریح انکار کرتے لیکن ہمارے دور میں ان کے نقش قدم پر چلنے والے صریح انکار تو نہیں کرتے لیکن اقرارِ شفاعت کے بعد ہیر پھیر کر کے وہی نتیجہ نکالیں گے جو خوارج و معتزلہ کے عقیدہ کا ترجمان ہوگا۔

احادیث شفاعت

ارشاد فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ

مامن امة الا بعضها فی الجنة وبعضها فی النار الا امتی فانها کلها فی الجنة

یعنی تمام امم کے بعض لوگ دوزخ میں ہونگے اور بعض لوگ دوزخ میں ہونگے اور بعض جنت میں مگر میری امت جنت میں ہوگی۔

دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرماتے ہیں ﷺ

ان مفتاح الجنة بیدی وانا خازنها

یعنی بے شک جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میں اس کا خازن و مالک ہوں۔

تو پھر جس کو چاہیں جنت میں داخل فرمائیں مالک و مختار ہیں ﷺ۔

انتباہ

حدیث شریف میں امت سے امت اجابت مراد ہے اور مرتدین منافقین اور شفاعت کے منکرین کو بھی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

جب لوگ تمام انبیاء علیہم السلام سے مایوس ہو جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کی رہبری کرنے پر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونگے تو حضور اکرم ﷺ فرمائیں گے "انا لها" شفاعت کے لئے یعنی یہ کام میں کروں گا۔ پھر حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

استاذن علی ربی فیؤذن لی ویلهمنی محامدا احمده بها لا تحضر فی الا ن فاحمده بتلک الحامد واخرله ساجدا فیقال یامحمد ارفع راسک وقل تسمع وسل تعط واشفع تشفع فاقول یارب امتی

امتی فیقال انطلق فاخرج من کان فی قلبه مثقال شعیرة من ایمان . (الحدیث متفق علیہ)

میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا پس مجھے اجازت دی جائے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ کے محامد یعنی تعریفیں ایسے الہام ہوں گے جو آج مجھے مستحضر نہیں تو میں ان محامد سے اللہ کی تعریف کرونگا اور میں سجدہ کرونگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد ﷺ اپنا سر مبارک اُٹھاؤ اور فرماؤ جو فرماؤ گے سنا جائیگا جو مانگو گے دیا جائیگا اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی تو میں کہوں گا یا اللہ میری امت میری امت حکم ہوگا جاؤ جس کے دل میں برابر جو کے بھی ایمان ہے اسے نکال لو۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز سب لوگ رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کے خواہاں ہوں گے اور حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔

چرچے حوروں میں ہیں دیکھوں تو ذرا یال براق
سنبلِ خورد کے قربان اتارے گیسو

حل لغات

یال (ترکی) ایال کی مونث، گھوڑے کے وہ بال جو گردن پر ہوتے ہیں۔

شرح

حوروں میں خوب چرچے ہو رہے ہیں کہ چل کر حضور اکرم ﷺ کی زیارت کریں اور وہ آپ کے براق مبارک کے گردن کے بالوں پر اپنی زلفیں نثار کر رہی تھیں۔

براق

اس کا نام براق یا تو اس لئے ہے کہ یہ براق سے مشتق ہے اور اس کا رنگ چونکہ نہایت چمکدار ہے اسی لئے اس نام سے موسوم ہوا یا براق سے ماخوذ ہے بمعنی بجلی چونکہ وہ بجلی کی طرح کوندتا تھا۔اس لئے اسے براق کہا گیا یا اس لئے کہ بقول بعض اس کا رنگ ابلق تھا اور ہرقاء ایک لکڑی چتلی سفیدی وسیاہی ملی ہوئی تھی اسی مناسبت سے اس نام سے موسوم ہوا یہ براق جبرائیل علیہ السلام لائے۔

اوصافِ براق

راہوار برق رفتار گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا آدمی کی مثل چہرہ ہاتھی کی مانند کان گھوڑے جیسے زمرد سبز کے

پاؤں، اونٹ کا سا سینہ و دنبال اور گردن یاقوت سرخ کی پڑی ہوئی پیشانی پر "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا براق صفا مروہ کے درمیان حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ وہ چلنے میں ایسا تند گام و خوشخرام تھا کہ ہر قدم اس کا منتہائے نظر پر پڑتا تھا جس کی تعریف ابیات سے ظاہر ہوتی ہے

براقی شتابندہ مانند برق	سنامش چو خورشید در نور غرق
سهیلے بر اوج عرب تاقته	اویم یمن رنگ ازو یاقته
بریشم تنے بلکه لؤ لو سمے	رونده چو لؤلو برابر بسمی
ازاں خوش عنا ترکه آید گمان	وزان تیز رو ترکه تیرا زکمان
چناں شد که از تیزی گام او	سبق برده برجنبش آرام او
قدم برقیاس نظر میکشاد	مگر خود قدم برنظر مے نهاد

براق بجلی کی طرح پرواز کرتا اس کی گردن سورج کی طرح نور میں غرق۔
سہیل عرب کی بلندی پر چمکا یمن کی اویم نے اسی سے رنگ حاصل کیا ہے۔
ابریشمی جسم والا بلکہ موتیوں کے سم والا ایسے تیز تھا جیسے ابریسم پر موتی۔
اس سے بھی بہتر جو کسی گمان میں نہیں آسکتا تیر کمان سے نکلنے کی پرواز سے بھی زیادہ تیز۔
ایسے ہوا کہ براق کی قدم کی تیزی کے باوجود آپ کے آرام نے اس کی جنبش سے سبقت لے گئی۔
براق کے قدم حد نظر تک پہنچتے لیکن وہ ایسی نظر صرف اپنے قدموں پر رکھتا تھا۔

اُس وقت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سوار ہو جیے اور عالم بالا کی سیر کو چلیے تمام ملائکہ ملاء اعلیٰ ومقربان عالم بالا انتظار میں چشم براہ ہیں حضور اکرم ﷺ نے براق باندہ وسر نیچا فرمایا اور دل میں پیاری امت کا خیال آیا حکم ہوا اے جبرئیل میرے حبیب سے باعث توقف اور سبب رنج و ملال دریافت کر چنانچہ جبرئیل نے پوچھا آپ نے فرمایا اے جبرائیل آج مجھے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور انواع اعزاز واحتشام کے ساتھ اپنے پاس بلایا، لباس بہشتی پہنایا، براق کوایا، ملائکہ مقربین کو میری جلو میں چلنے کو بھیجا، کل قیامت کے دن میری امت بھوکی پیاسی سر سے پا تک برہنہ بوجھ گناہوں کا سر پر رکھے ہوئے قبروں سے اُٹھے گی۔ پچاس ہزار سالہ راہ قیامت اور تیس ہزار برس کی راہ پل صراط باریک تاریک پشت جہنم پر کس طرح طے کرے گی اور ایسی راہ صعب وسخت سے یہ بے

بضاعت کیسے پار ہوگی پس فرمانِ الٰہی پہنچا کہ اے میرے پیارے حبیب آپ اپنے دل کوغبار رنج وغم سے میلا نہ فرمایئے میں نے جس طرح آج آپ کو اپنی نظر عنایت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور براق آپ کی سواری کے واسطے بھیجا ہے اسی طرح قیامت کے دن آپ کے ہر امتی کی قبر پر ایک ایک براق بھیجونگا اور سب کو ان پر سوار کر کے طرفۃ العین میں پل صراط سے پار لگاؤں گا اور پچاس ہزار سالہ راہ قیامت ایک دم میں انہیں طے کرا کے بہشت عنبر سرشت میں داخل فرماؤنگا پس حضور اکرم ﷺ نے یہ خبر فرحت اثر سن کر ارادہ سوار ہونے کا کیا کہ براق نے شوخی آغاز کی اور اچھلنا کودنا شروع کیا اور کہا

بعزتی ربی لا بر کبنی الا النبی التھامی الا بطحی القرشی محمد ابن عبدالله صاحب القرآن

اپنے رب کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ مجھ پر سوائے نبی تہامی ابطحی قرشی محمد ابن عبداللہ صاحب القرآن کے کوئی سوار نہ ہو سکے گا۔

پس حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "انا محمد رسول اللّٰہ" ہی محمد اللہ کا رسول ہوں اور جبرئیل نے کہا اے براق یہ کیا بے تہذیبی و بے حرمتی ہے تجھ کیا ہوا ہے جو شوخی کرتا ہے خبردار ہو جا کہ تجھ پر کوئی شخص ان سے بہتر آج تک سوار نہیں ہوا پس یہ سن کر کانپ گیا اور اس کے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگا سب شوخی وشرارت بھول گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے جبرئیل سے کہا کہ آپ مجھ پر خفا نہ ہوں میں حاجت مند ہوں اور حضور اکرم ﷺ کی جناب میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا حاجت ہے کہا اس رات تو حضور اکرم ﷺ کی سواری کے باعث سعادت سے مشرف ہوا۔کل قیامت کے دن ہزاروں براق برق رفتار خدمت اقدس میں حاضر ہونگے ایسا نہ ہو کہ آپ ان پر التفات فرمائیں اور مجھ غریب کو بھول جائیں مجھ میں اب تابِ جدائی باقی نہیں ہے امید ہے کہ اس روز بھی حضور مجھ پر سوار ہوں ۔حضور اکرم ﷺ نے اس کی عرض قبول کی اور روزِ قیامت اس پر سوار ہونے کا وعدہ فرمایا پس جبرائیل نے رکاب تھامی میکائیل نے لگام لگائی اور وہ شب اسریٰ کا دولہا، اپنے مولا کا پیارا، امت کا متولا، نہایت آن وبان وشان وشوکت سے اس پر سوار ہو کر ملائکہ جیسے براتیوں کو اپنے جلو میں لے کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی جانب سدھارا۔

فائدہ

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ براق پر سوار ہوئے جبرئیل نے رکاب تھامی، میکائیل نے لگام پکڑی اور اسرافیل نے غاشیہ برداری اختیار کی حضور اکرم ﷺ نے ان سے عذر خواہی کی کہا یا رسول اللہ ﷺ کی غاشیہ

برداری کی تمنا میں ہزار برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور کئی ہزار برس تک عرش کے نیچے نہایت تضرع اور زاری سے دعا مانگی تب خطاب رب الارباب آیا کہ میں نے تیری عبادت قبول کی۔ ہمیں تیری طاعت پسند آئی اس کے بدلہ خلعت اجر وثواب تجھے دیا جائیگا میں نے بموجب الہام عرض کیا الٰہی میں نے اس خلعت حوالہ خاکسارانِ امت و پیروانِ ملت اس صاحب دولت کے کیا جس کا نام تو نے عرش پر اپنے نام کے برابر لکھا ہے اور تیرے دریائے رحم وکرم و جودونوال سے یہ چاہتا ہوں کہ جب وہ آفتاب عرب وعجم مسند رسالت پر جلوہ گر ہو اور اپنے پرتو جمال جہاں آراء سے عالم کو روشن ومنور کرے تو ایک ساعت اس کی خدمت مجھے عنایت فرما۔ حکم ہوا اے اسرافیل تیری عرض ہم نے قبول کی ایک رات سید کل، ہادیٔ سبل کو زمین سے آسمان پر عروج ہوگا تجھے اجازت ہے کہ اس شب مکہ سے بیت المقدس تک اس کی غاشیہ برداری اختیار کر۔ تفسیر زاہدی میں ہے کہ حضرت اسرافیل کی پیشانی پر تمام قرآنِ عظیم مکتوب ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کا نور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔ سب فرشتوں سے پہلے اسرافیل نے سجدہ کیا جب سجدہ سے سر اُٹھایا اپنی پیشانی پر کلامِ اللہ لکھا ہوا پایا۔

فائدہ

میکائیل کے لگام پکڑنے اور جبرئیل کے رکاب تھامنے میں یہ نکتہ تھا کہ میکائیل تقسیمِ رزق پر معمور ہیں اور رزق منہ کی راہ سے پیٹ میں پہنچتا ہے لہٰذا ان کا دہن برق کے نزدیک رہنا نہایت مناسب ہوا اور جبرئیل رکاب گیری پر اس لئے مقرر ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس رہیں اور کیفیت اور حقیقت راہ سے آگاہ کرتے جائیں۔

منقول ہے کہ اس رات اسی ہزار فرشتے حضور اکرم ﷺ کے داہنی جانب اور اسی ہزار بائیں جانب مشعل نوری وشمع کافوری ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے جن کی روشنی وخوشبو سے تمام بطحائے مکہ روشن ومنور ہورہا تھا کہ فرمانِ الٰہی پہنچا اے جبرئیل میرے حبیب کے چہرۂ انور پر جو ستر ہزار پردے پڑے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹادے۔ جبرئیل نے فوراً ان میں سے ایک پردہ اُٹھایا تو اس سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ تمام شمعون اور مشعلوں کی روشنی اس کے آگے ماند ہوگئی القصہ جب حضور اکرم ﷺ براق پر سوار ہوکر چلے تو اس کی لگام کھینچے رہے جبرئیل نے عرض کی یارسول اللہ لگام ڈھیلی فرمادیجئے کہ وہ آپ کی منزلِ مقصود سے واقف ہے۔ حضرت نے باگ ڈھیلی فرمائی تو وہ نہایت تیز وتند چلنے لگا جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

ان ترکتھا سارت وان حرکتھا طارت

اگر میں باگ ڈھیلی کر دیتا تو نہایت تیز چلتا اور اگر باگ ہلا دیتا تو اڑنے لگتا۔

پھر جبرئیل نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی اگر آپ راہ میں کوئی آواز سنیں تو اس کی جانب التفات نہ کریں اور اگر کوئی آپ کو پکارے یا کوئی بات پوچھے تو آپ ہرگز جواب نہ دیں جبرئیل یہ کہہ کر آگے رواں ہوئے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ابھی تھوڑی راہ قطع کی تھی کہ ایک شخص نے داہنی جانب سے مجھے آواز دی اور کہا اے محمد ﷺ اس واقعہ تک براق کی پرواز ختم ہوگئی اس کے بعد رفرف نے منازل طے کیں۔

آخر حج غم امت میں پریشان ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

شرح

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ جو بال مبارک سر اقدس سے جدا فرماتے تو وہ بال مقدس حضور اکرم ﷺ کی پریشانی برائے غم امت دیکھ کر امت کی شفاعت کے لئے تشریف لے گئے۔

فائدہ

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس شعر میں حجۃ الوداع میں سر مبارک کے منڈوانے کی حکمت بیان فرمائی وہ حکمت یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی زلفانِ عنبرین نے امت کے غم میں بہت غمگین دیکھا کہ آپ اکثر اوقات گریاں اور آہ وفغاں کناں ہیں تو گیسوئے کریمہ نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر چہ ہماری آپ سے جدائی وفراق ہمارے لئے ایک گونہ سخت دشواری ہے لیکن چونکہ آپ کو امت پیاری ہے اسی لئے اجازت بخشیں تا کہ ہم آپ کی امت کے کام آئیں چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے وصال کے بعد تا حال حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک امت کے ہزاروں دکھوں کے مداوا بنے ہوئے ہیں۔ تفصیل آئے گی (ان شاءاللہ)

حج الوداع

حج کی فرضیت ۶ھ ہجری میں ۹ھ ہجری میں (قول آخر راجح اور مختار ہے) واقع ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ اس سال روزِ افزوں مشغولیت اور اسلام کے احکام کی اشاعت وغیرہ کی بناء پر خود حج پر تشریف نہیں لے گئے لیکن فرضیت حج کے ثبوت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ روانہ فرمایا تا کہ دوسرے لوگ بھی حج ادا کرسکیں اس کے بعد آپ بنفسِ نفیس ۱۰ھ ہجری میں حج کے لئے متوجہ ہوئے اس حج کو حجۃ الاسلام اور حجۃ

الوداع بھی کہتے ہیں اس لئے کہ آپ نے لوگوں کو حج کے احکام کی تعلیم دی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے مناسک حج سیکھ لو کہ شاید میں آئندہ سال حج نہ کروں اور زندہ نہ رہوں لہٰذا حجۃ الوداع کے لفظ کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے۔ احادیث کی کتب میں اسی طرح واقع ہے صاحب مواہب لدنیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس کو پسند نہیں کیا ہے کہ اس کو حجۃ الوداع کہا جائے شاید اس وجہ سے کہ اس لفظ سے حضور اکرم ﷺ کی وداع کا مفہوم پیدا ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس اس ذکر سے طول ہوتے تھے۔

بہر حال جب حضور اکرم ﷺ غزوات ووفود کی مہمات سے فارغ ہو گئے تو آپ حج کے لئے تیار ہوئے ہر طرف آپ نے اعلان کروا دیا کہ رسول اللہ حج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ اعلان سنتے ہی اطراف واکناف سے لوگ مدینہ منورہ میں آنا شروع ہوئے چنانچہ مدینہ منورہ میں بہت سی خلقت جمع ہو گئی۔ ابھی ذیقعدہ کے آخر میں جب کہ مہینہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے۔ ذوالحجہ کی چار تاریخ کو ایک سو چودہ ہزار یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد آپ کے قرب وجوار میں حاضر ہو گئے (ایک لاکھ چودہ ہزار کا قول زیادہ صحیح ہے) مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ نگاہ جس طرح اُٹھتی تھی لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے۔

پچیس ذیقعدہ بروز شنبہ آپ نے غسل فرمایا شانہ کیا اور موئے مبارک میں تیل ڈالا، احرام کے کپڑے زیب تن فرما کر خانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے نماز ظہر ادا فرما کر روانہ ہوئے اور ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا یہی پر سوار ہوئے جب ناقہ چلنے کے لئے اُٹھی تو آپ نے پھر تلبیہ فرمایا اس کے بعد پھر جب وہ قریب کے ٹیلے پر پہنچی تو آپ نے لبیک فرمائی یہاں روایات میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا تلبیہ فرمانا نماز کے بعد کہا ہے اس شجرہ کے قریب جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھا اور اب وہاں ایک مسجد ہے جس کو مسجد شجرہ کہتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ جس وقت ناقہ اُٹھی ہے اس وقت آپ نے تلبیہ ادا فرمائی اور پھر جب آپ کی اُونٹنی ٹیلے پر پہنچی اس وقت تلبیہ کہا۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جس نے جس وقت سنا اس طرح بیان کر دیا اور حقیقتاً تلبیہ نماز کے بعد ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک یہی سنت ہے۔ حضرت امام احمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے تلبیہ اس طرح فرمایا

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک ان الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لا

اور صحیحین میں تلبیہ اس طرح آیا ہے

لبیک اللھم لبیک اسود بک و الخیر فی یدک لبیک و الرغبا الیک و الحمد

یہ تلبیہ آپ نے بلند آواز سے فرمایا تا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سن لیں آپ نے فرمایا آواز بلند کرو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ میں اصحاب کو حکم دوں کہ وہ احرام کے ساتھ تلبیہ میں آواز بلند کریں بعد تلبیہ آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت میں داخلہ اور نار سے بچنے کی استدعا کی۔ جب آپ قربانی سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ منیٰ کی تمام زمین منحر (مذبح) ہے جگہ یا مقامات مخصوص نہیں ہیں (منیٰ میں جہاں چاہیں قربانی کریں) اس کے بعد آپ نے حلاق (سر کے بال تراشنے اور مونڈھنے والے) کو طلب فرمایا اور حلق فرمایا (سر کے بال استرے سے صاف کردیئے گئے) آپ کے حلاق معمر بن عبداللہ قرشی عدوی قدیم الاسلام تھے انہوں نے استرہ ہاتھ میں لے کر جب حلق کے لئے تیار ہوئے سر مبارک کی طرف تو آپ نے فرمایا اے معمر! اللہ کے رسول ﷺ نے تجھ کو اپنے کان کی بنا گوش (نرمہ) پر قادر کردیا ہے حالانکہ تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے یعنی ہوشیاری سے کام کرو اور اس خدمت کی قدر پہچانو۔

حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا اس طرح کھڑا ہونا اور اس مقام پر میرا (سر کے بال مونڈھنے پر) قادر ہونا بے شک خدا کی ایک بڑی نعمت ہے اور اس کا بڑا احسان مجھ پر ہے آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اور زبردست نعمتوں میں سے ایک ہے پھر آپ نے اشارہ فرمایا کہ حلق ابتداء دائیں جانب سے کریں یہ متفق علیہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ میں آئی ہے اور اس میں اس کی صراحت موجود ہے بہر حال جب وہ جانب راست سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان تمام موئے مبارک کو حاضرین میں تقسیم فرمایا۔ پھر آپ نے اشارہ فرمایا کہ اب جانب چپ سے شروع کریں جب معمر جانب چپ کے حلق سے بھی فارغ ہو گئے تو جانب چپ کے تمام موئے مبارک حضرت ابوطلحہ انصاری جو ام سلیم کے شوہر تھے (یہ اُم سلیم انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں) ان کو عطا فرمائے۔

یہ فضل وعنایت ان کے حصہ میں آئی (یہ اللہ کا وہ فضل ہے جس کو وہ چاہے عطا کرتا ہے) جب آپ حلق سے فارغ ہوئے تو تمام موئے مبارک اصحاب میں تقسیم ہو گئے اور اسی موقعہ پر آپ نے اپنے ناخن مبارک بھی تقسیم فرمائے۔

تبرک اور منشائے رسول کریم ﷺ

بال منڈوانے کے بعد حضور اکرم ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم فرمانا دلالت کرتا ہے کہ آپ کا منشاء انہیں تبرک بنانے کا تھا ورنہ شرعی قاعدہ تو یہ ہے کہ بال دفن کئے جائیں اور اب بھی یہی حکم ہے کہ ناخن بال وغیرہ دفن کئے جائیں تا کہ کل قیامت میں انہیں واپس کر کے بہشت کی لذتوں اور نعمتوں میں زیادہ سے زیادہ بہرہ وری حاصل ہو۔

علاوہ ازیں

حضور اکرم ﷺ نہ صرف حجۃ الوداع بلکہ پہلے بھی بار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنے تبرکات سے نوازا۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

(۱) جب آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند عطا فرمایا اور اور فرمایا یہ اندر اس کے جسم پر لپیٹ دو۔ (بخاری)

(۲) اس کی شرح مولوی وحید الزمان نے لکھا آپ ﷺ نے اپنا تہبند تبرک کے لئے عنایت فرمایا اور اسی لئے ارشاد فرمایا کہ ان کے بدن سے ملا رہے۔ (تیسیر القاری جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

(۳) غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابیہ کو خود اپنے دست مبارک سے ہار پہنایا تھا وہ ہار کو اس قدر محبوب رکھتی تھی کہ عمر بھر گلے سے جدا نہ کیا جب وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ ہار ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔

(۴) حضرت فاطمہ بنت اسد نے ہجرت کے چند سال بعد آپ کی حیاتِ مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ نے کفن کے لئے قمیص اتار کر دی اور تدفین سے قبل قبر میں لیٹ گئے۔ لوگوں نے اظہارِ تعجب کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اپنی قمیص ان کو اس لئے پہنائی کہ جنت میں انہیں حلہ ملے اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ شدائد قبر میں آسانی ہو۔ (وفاء الوفاء)

تبرکاتِ نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابہ کرام جو مکتب مصطفویٰ ﷺ کے پہلے تلمیذ ہیں انہوں نے حقیقت اسلام کا درس خود امام الانبیا ﷺ سے لیا اور پھر اس حقیقت سے آنے والی امت کو آگاہ کیا کہ انہیں تبرکات سے کتنا عشق تھا اور انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ حاصل کیا۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

(۱) حضرت خالد بن ولید قرشی مخزومی کی ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہو گئی انہوں نے کہا تلاش کرو۔ تلاش کرتے کرتے آخر کار مل گئی لوگوں نے ان سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا جب آپ نے سر مبارک منڈوایا تو لوگ آپ کے موئے مبارک لینے کے لئے دوڑے میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کے بال لے کر اس ٹوپی میں رکھ لئے جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہی مجھے فتح نصیب ہوتی رہی۔ (اصابہ، ترجمہ خالد بن ولید)

شفاء شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال تھے وہ ٹوپی کسی غزوہ میں گر گئی۔ حضرت خالد نے اس کے لئے مڑ کر سخت حملہ کیا جس میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ صحابہ کرام نے ان

پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں بلکہ موئے مبارک کے لئے کیا ہے جو اس ٹوپی میں تھے کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائیں۔

(۲) حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موئے مبارک عنایت فرمائے۔مہندی لگے ہوئے یہ موئے مبارک حضرت عبداللہ کے لئے ایسی نعمت تھے کہ دنیا جہان کے خزانے اس کے سامنے ہیچ تھے خود انہوں نے زندگی بھر ان موئے مبارک کو اپنے سینے سے لگائے رکھا اور ان کے بعد ان کے خاندان نے اس دولت لازوال کو اپنے پاس تبرکاً محفوظ رکھا۔ (الاصابہ وغیرہ)

(۳) ایک مرتبہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے وضو کا پانی ایک لگن میں لئے باہر آئے تو صحابہ جھپٹ پڑے جس کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا اس نے دوسرے صحابی کے ہاتھ کی تری کو چھو کر اپنے چہرے پر مل لیا۔

(بخاری شریف)

(۴) حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضور اکرم ﷺ کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف)

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے لکڑی کے پیالے کو جان سے لگا کر رکھا تھا جس کو ایک جانثار نے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا۔ (بخاری شریف)

(۶) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی وصیت کے مطابق کفن میں رسول اللہ ﷺ کا کرتہ پہنایا گیا آپ کی چادر میں لپیٹا گیا، آپ کا تہبند باندھا گیا، گلے، منہ اور ان اعضاء پر جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک اور تراشے ناخن اقدس رکھے گئے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۶۴۸، الناہیہ مصنف نبراس حمدانی)

شرک کے معنی اور اولیائے امت اور تبرکات

نجدی شریعت اور وہابی مذہب نے تبرکات کو شرک و بدعت کہا۔ فقیر اولیائے امت کے حوالہ جات بھی پیش کرتا ہے اولیائے کرام وہ نفوسِ مقدسہ ہیں جن کا مقصدِ زیست شریعت کا احیاء تھا۔ اولیائے کرام نے شرک و بدعت کے خلاف جس طرح جہاد کیا وہ آج بھی ہمارے لئے نمونہ ہے ان حضرات کی زندگی کا لحہ لحہ سنت نبوی ﷺ کا عکاس تھا۔ نبی کریم ﷺ کے تبرکات عطا فرمانے کی سنت پر ان حضرات نے بھی عمل کیا۔ اولیائے کرام نے اپنے مشائخ کے تبرکات کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھا جس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھے جائیں جس کی ترجمانی امام بریلوی قدس سرہ نے فرمائی

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں ۔۔۔ سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

(۲) امام قسطلانی فرماتے ہیں میں نے ماہ ذیقعدہ ۸۹۷ھ میں شیخ ابو حامد مرشدی کے پاس نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کی۔ (مواہب لدنیہ)

(۳) محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ کو کہا کہ ہمارے پاس آثارِ مبارکہ، موئے مبارکہ ہیں ان کو ہم نے حضرت انس سے حاصل کیا میرے پاس ایک بال ہو تو میں اس کو ساری دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھوں گا۔ (انوارِ محمدیہ نبہانی)

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

انفاس العارفین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد گرامی کا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں یا واقعہ میں ایک بزرگ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم ﷺ تمہاری عیادت "بیمار پرسی" کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور جس طرح تمہارے پاؤں ہیں اسی جانب سے اس لئے بیدار ہوتے ہوئے میں نے اشارہ کیا۔ ضعف اور نقاہت کی وجہ سے بول نہ سکا کہ میری چارپائی ادبا پھیر دو۔ چارپائی پھیر دی گئی مجھ پر غنودگی سے آئی تو اپنے سر کو جنابِ رسول اللہ ﷺ کی گود مبارک میں پایا وہ نصیب اور بیماری کی برکت۔ حضور اکرم ﷺ نے شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا

کیف حالک یا بنی ۔۔۔ میرے عزیز بیٹے تم کیسے ہو؟

شاہ صاحب فرماتے ہیں اس پیارے بھرے کلمہ کی حلاوت مجھ پر بہت غالب آئی اور گریۂ خوشی اور اصطراب لذت نے مجھے گھیر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اپنے سینۂ مبارک سے لگایا چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی قمیص مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گئی

دامن سے وہ پونچھتا ہے آنسو ۔۔۔ رونے کا آج ہی کچھ مزا ہے

فرماتے ہیں اضطراب میں جب کچھ تسکین ہوئی تو دل میں خیال آیا مدت سے موئے مبارک کی آرزو ہے اگر مرحمت فرمادیں تو زہے سعادت۔ حضور اکرم ﷺ کو بفضلہ تعالیٰ اس خطرہ دل کے خیال پر آگاہی ہوئی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک داڑھی مبارک پر پھیر اور وہاں دو بال مجھے عنایت فرمائے۔ میرے دل میں خیال آیا یہ بال مبارک بیداری

میں بھی میرے پاس ہونگے یا نہیں۔حضور اکرم ﷺ اس خطرہ سے بھی آگاہ ہوئے اور فرمایا بیداری میں یہ دولت آپ کے پاس رہے گی۔حضور اکرم ﷺ نے صحت کی بھی خوشخبری سنائی اور یہ کہ ابھی میری زندگی باقی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو چراغ طلب کر کے بال مبارک ڈھونڈنے لگا مگر یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا کہ بال نہیں مل رہے۔حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا غنودگی سی آئی تو حضور اکرم ﷺ کی پھر زیارت ہوئی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بیٹا وہ دونوں ہم نے حفاظت کی غرض سے تیرے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے ہیں وہاں سے نکال لینا فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو انہیں سرہانے کے نیچے پایا۔والحمد للّٰہ

اسی واقعہ کے تحت لکھتے ہیں ان موئے مبارک میں چند خاصیتیں پائیں ایک یہ کہ وہ دونوں موئے مبارک آپس میں لپٹے ہوئے رہتے تھے لیکن جب بھی درود شریف پڑھا جاتا تو وہ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہو جاتے تھے۔

دوسرا یہ کہ ایک دفعہ کسی کو ان کے موئے رسول ﷺ ہونے میں شبہ ہونے لگا لیکن جب وہ انہیں دھوپ میں لے گئے تو فوراً ابر پارہ ظاہر شد بادل کا ٹکڑا ظاہر ہو کر ان پر سایہ فگن ہوا۔شبہ کرنے والوں میں ایک نے توبہ کی دوسرا تردد میں ہوا دوبارہ لے گئے تو بھی یہی ماجرا ہوا۔دوسرے نے بھی توبہ کی تیسرا ابھی تک متردد رہا اور اسے قضیۂ اتفاقیہ سمجھتا رہا تیسری بار لے گئے تو بھی یہی قصہ پیش آیا وہ بھی بتوفیقِ خداوندی تائب ہو گیا۔

ہمارے مرشدانِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ

محبوبِ سبحانی حضرت خواجہ نظام الدین کو جب قبر میں اتارا گیا تو وہ خرقہ جو آپ کو شیخ فریدالدین گنج شکر نے عنایت فرمایا تھا آپ کے جسم اقدس پر اوڑھا دیا گیا اور شیخ کی جائے نماز کو آپ کے سر مبارک کے نیچے رکھ دیا گیا۔

(اخبارالاخیار)

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضرت شیخ فریدالدین کی مجلس میں حاضر تھا آپ کی داڑھی سے ایک بال جدا ہو کر گود میں گرا۔میں نے اجازت لے کر اسے اُٹھالیا اور بطورِ تعویذ اپنے پاس رکھالیا۔اس سے عجب بزرگی اور کرامت ظاہر ہوئی اس سے دردمند کی بیماری اور دردِ دل کی دوا ہوتی تھی۔بیمار آکر مجھ سے تعویذ لے جاتے تھے اور چند روز رکھ کر بعد شفاء دے جاتے۔(فوائدالفواد)

ایک آدمی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دے کر حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ مزار اقدس سے کاک (روٹی) وغیرہ قسم کی کسی چیز کا تبرک

لائے ہو۔اس شخص نے نفی میں جواب دیا آپ نے فرمایا غلطی کی کہ کوئی تبرک کی چیز نہ لائے دوبارہ جاؤ اور کوئی چیز لے کر آؤ کیونکہ بزرگوں کے تبرک میں بھید پنہاں ہے اور بڑے فائدے ہیں۔اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص ان کے مزار سے کاک لے گیا اس کے گھر میں ایک پرندہ مرا پڑا تھا اس کاک سے تھوڑا سا ٹکڑا پانی میں بھگو کر اس پرندے کے منہ میں ڈال دیا تو خدا کی قدرت وہ پرندہ زندہ ہو کر اُڑ گیا۔(درالمعارف)

تبرک کو شرک صرف نجدی شریعت نے کہا یا پھر اس کے چیلے اس کے نفاذ میں سرگرم ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تبرک ہر دور میں معمول بہ رہا یہاں تک کہ سابقہ امم میں بھی۔تحقیق وتفصیل کے لئے فقیر کی کتاب ''البرکات فی التبرکات'' میں ملاحظہ ہو۔

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

حل لغات

گوش،کان۔دوش،کاندھا۔خانہ بدوشوں،خانہ بدوش کی جمع ہے بمعنی مسافر،پریشان،دور،بے ٹھکانہ آدمی جہاں چاہے پڑا رہے۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کے سرِ اقدس کے مبارک بال نہ تو بہت گھونگریالے تھے اور نہ ہی بہت سیدھے بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات ہیں۔کانوں کے نصف تک کانوں کی لو تک شانۂ مبارک تک ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ بال مبارک کٹوا دیتے تو کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر نصف گوش یا نرمۂ گوش یا کبھی شانۂ مبارک تک پہنچ جاتے۔آپ ان بالوں کے دو حصے فرماتے اور مانگ نکالا کرتے کچھ بال رکھنے اور کچھ کاٹنے کو سخت منع فرماتے (جیسے آج کل انگریزی فیشن) اور یہ فیشن ایسا غالب ہوا کہ آج کل بعض مولویوں اور ہمارے مشائخ واولیاء کرام کی اولاد کے سر چڑھ گیا یہ اور ایسا چڑھا ہے کہ اب اترنے کا وہ خود کیا نام لے یہی حضرات اس کا نام نہیں دیتے بلکہ کچھ کہا جائے تو لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں بیشک ہماری بات نہ مانیں لیکن کل قیامت میں اور کچھ نہیں اپنے بڑوں اور بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے سامنے رسوائی ضرور ہوگی۔

فائدہ

وہابی اور بعض دیوبندی سر منڈاتے ہیں ان سے ہماری غرض نہیں کیونکہ وہ مجبور ہیں لیکن افسوس ایسے اہل سنت کے لئے جو کاندھے سے بھی نیچے بہت بڑی زلفیں بڑھا کر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے فلاں پیر صاحب کی سنت ہے ادھر دیکھو تو داڑھی چٹ صفایا چھوٹی۔ ان سے گزارش ہے کہ چھوٹے پیر کی غلط سنت (یا کوئی سبب ہوگا) کے بجائے بڑے پیر یعنی کائنات کے مرشد ﷺ کی سنت پر عمل کیجئے۔

عشق کا مفتی

وہ تو تھا مسئلہ شرعی لیکن جن حضرات پر عشق کا غلبہ تھا وہ اپنے عشق کا اظہار یوں فرماتے ہیں

ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کانت لی ذوابۃ فقالت لی امی لا اجزھا کان ﷺ یمدھا ویاخذھا. (ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زلفیں تھیں میری والدہ نے مجھ سے فرمایا ان میں زلفوں کو نہیں کاٹونگی کیونکہ حضور اکرم ﷺ ان زلفوں کو کھینچتے اور پکڑتے تھے۔

ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ایک حضور سرورِ عالم ﷺ نے ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا۔ پھر عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے نہ مانگ نکالی بلکہ اسے بطورِ تبرک قائم رکھا۔ (ابوداؤد باب کیفیۃ الصلوٰۃ)

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

حل لغات

سوکھے، سوکھا کی جمع خشک، سکڑا ہوا۔ دھانوں، دھان کی جمع چھلکوں کا سمیت چاول کا پودا یہاں یہی مراد ہے یہ محاورہ ہے۔ سوکھے دھانوں پر پانی پڑنا یعنی تر وتازہ ہونا، نئے سرے سے زندگی پانا۔ چھائے از چھانا، پاٹنا پھونس یا کپڑے سے ڈھکنا، غالب ہونا، گھرنا۔ گھٹا سیاہ بادل، بیکھن، گھن پہلا معنی مراد ہے۔

شرح

ہمارے سوکھے اور خشک دھانوں پر بھی کرم ہو کہ آپ کے گیسو رحمت گلہا دل بن کر ہم پر بھی برس جائیں تا کہ ہماری بگڑی بن جائے کیونکہ گیسوئے مبارک کی برکات جسے نصیب ہوئی اُس کی دنیا و آخرت سنور گئی۔

گیسوئے پاک اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیسوئے پاک کی برکات سے کتنے فوائد اُٹھائے۔ چند احادیث پڑھئے

خالد کی فتوحات کا راز

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور اکرم ﷺ پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد مجھے فتح ونصرت حاصل ہوتی رہی۔ (اصابہ، شفاء شریف، شمس التواریخ)

ٹوپی کے بغیر خالد بے بس

جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شجاعت بیان کرتے ہوئے لشکر کفار کی طرف بڑھے ادھر سے ایک پہلوان نکلا جس کا نام نسطور تھا دونوں کا دیر تک سخت مقابلہ ہوتا رہا کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا اور حضرت خالد اس کے سر پر آگئے اور ٹوپی زمین پر جا پڑی۔ نسطور موقع پا کر آپ کی پشت پر آگیا اس وقت حضرت خالد پکار پکار کر اپنے رفقاء سے فرما رہے تھے کہ میری ٹوپی مجھے دو، خدا تم پر رحم کرے ایک شخص جو آپ کی قوم بنی مخزوم میں سے تھا وہ ڈور کر آیا اور ٹوپی آپ کو دی۔ لوگوں نے اس واقعہ کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپ نے وہ حرکت کیا کی کہ دشمن تو پشت پر آپہنچا اور آپ ٹوپی کی فکر میں لگ گئے جو شاید دو چار آنے کی ہوگی۔

فائدہ

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس ٹوپی میں سید عالم ﷺ کے ناصیۂ مبارک کے بال ہیں جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں ہر جنگ میں ان مبارک بالوں کی برکت سے فتحیاب ہوتا ہوں اسی لئے میں بے قراری سے اپنی ٹوپی کی طلب میں تھا کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور کافروں کا ہاتھ لگ جائے۔

(واقدی شفاء شریف صفحہ ۴۴ جلد ۲)

خالد کی ٹوپی کی قدرو منزلت

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑی سی فوج لے کر ملک شام میں ''جبلہ بن ایہم'' کی قوم کے

مقابلے کے لئے تشریف لے گئے اور ٹوپی گھر میں بھول گئے جب مقابلہ ہوا تو رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا اس وقت جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر یکبارگی سخت حملہ کردو۔ حملے کے وقت صحابہ کی حالت نازک ہوگئی یہاں تک رافع بن عمر طائی نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آ گئی۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچ کہتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آج ٹوپی گھر بھول آیا ہوں جس میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔

ادھر یہ حالت تھی اور ادھر اسی رات حضور سید المرسلین ﷺ حضرت ابوعبیدہ کو جو اسلامی افواج کے امیر تھے خواب میں ملے اور فرمایا تم اس وقت سو رہے ہو اُٹھو اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کو پہنچو کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت اُٹھے اور لشکر میں اعلان کروایا کہ فوراً تیار ہو جاؤ! چنانچہ وہ فوراً تیار ہوکر مع لشکر السلام کے بڑی تیزی سے چلے۔ راستے میں انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو گھوڑا دوڑاتے ہوئے ان کے آگے جارہا تھا چند تیز رفتار سواروں کو حکم دیا کہ اس سوار کا حال معلوم کرو۔ سوار جب قریب پہنچے تو پکار کر کہا اے جوان مرد سوار ذرا ٹھہرو۔ یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گیا معلوم کیا تو حضرت خالد بن ولید کی بیوی تھیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان سے سفر کی وجہ پوچھی تو کہا اے امیر جب رات کو میں نے سنا کہ آپ نے لشکر اسلام میں اعلان کروایا کہ خالد بن ولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے فوراً تیار ہو جاؤ تو میں نے خیال کیا کہ وہ کبھی ناکام نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں لیکن جوں ہی میں نے دیکھا تو میری نظر ان کی ٹوپی پر پڑی جس میں موئے مبارک تھے نہایت افسوس ہوا اور اسی وقت چل پڑی کہ کسی طرح اس کو ان تک پہنچا دوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا تمہیں برکت دے چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ شریک لشکر ہوگئیں۔

حضرت رافع بن عمرو جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ حالت یہ تھی ہم اپنی زندگیوں سے بالکل مایوس ہوگئے تھے کہ اچانک تکبیر کی آواز آئی۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ آواز کدھر سے آتی ہے جب رومیوں کے لشکر پر نظر پڑی تو کیا دیکھا کہ چند سوار ان کا پیچھا کئے ہوئے ہیں اور وہ بدحواس ہوکر بھاگے چلے آرہے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑا دوڑا کر ایک سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جواں مرد سوار تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تمہاری بیوی ام تمیم ہوں تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں جس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پایا کرتے ہو تم اس کو بھول آئے تھے اسی وجہ سے یہ مصیبت تم پر آئی تھی۔ الغرض وہ ٹوپی انہوں نے دی اور حضرت خالد نے اس کو پہن لیا۔

راوی حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے ٹوپی پہن کر جب کفار پر حملہ کیا تو کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے

اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی۔ (ملخصاً، واقدی)

فائدہ

ان احادیث میں غور وفکر کے ساتھ ساتھ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر وشان تھی اور پھر وہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد جن کی شان میں خود حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

سیف من سیوف اللّٰہ　　　خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ دشمن خنجر بکف ان کے سر پر تھا بڑی بے تابی سے ٹوپی طلب فرما رہے ہیں اور صاف صاف فرما رہے ہیں کہ میری ساری فتوحات کا باعث یہی ٹوپی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔

اخروی فوائد

اخروی فوائد میں کس کو شک ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گیسوئے اقدس کو قبر میں ساتھ لے جانے کی وصیتیں کرتے ہیں۔ ان میں ایک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں میں سے ایک بال ہے جب میں مر جاؤں تو اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور اسی حالت میں دفن کئے گئے۔ (تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "الرفاہیہ")

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد جزو خامس صفحہ ۳۰۰ ومدارج النبوت)

فائدہ

اہلِ اسلام پر صحابہ کرام کے فضائل و کمالات مخفی نہیں ہیں باوجود اس کے ان کا یہ خیال کہ تبرکات کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں تبرکات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی باتوں کو جو لوگ بت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے اصل میں یہ لوگ اسرارِ محبت سے نا آشنا ہیں۔

حکایت

مولوی سید حسن بن ولوی نبیہ حسن مدرس مدرسۂ دیوبند هب النسیم علی نفحات الصلوة والتسلیم ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ ایک تاجر بلخ کا رہنے والا تھا اور بہت دولت مند تھا۔ علاوہ دولت کے اس کے پاس حضور اکرم ﷺ کے تین موئے مبارک بھی تھے۔ اس کے دو لڑکے تھے جب تاجر کا انتقال ہوگیا تو کل مال دونوں لڑکوں میں تقسیم ہوگا ی۔ جب ایک ایک بال مبارک دونوں نے لے لیا تو بڑا لڑکا بولا کہ تیسرے بال کے دو ٹکڑے کرکے وہ بھی تقسیم کیا جائے اس پر چھوٹے لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز گوارا نہ کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے بڑا لڑکا بولا اگر تم کو موئے مبارک سے اتنی ہی محبت اور عقیدت ہے تو ایسا کرو سب مال و دولت جو تمہارے حصے میں آیا ہے مجھے دے دو اور تینوں موئے مبارک لے لو۔ چھوٹا لڑکا اس تبادلہ پر بخوشی راضی ہوگیا اور اپنا سب مال دے کر حضور اکرم ﷺ کے نورانی موئے مبارک لے لئے اب اس کا یہ کام ہوگیا کہ حضور اکرم ﷺ کے بالوں کی زیارت کرتا اور کثرت سے درود شریف پڑھتا۔ اللہ کی قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ بڑے لڑکے کا مال دن بدن گھٹنا شروع ہوگیا اور چھوٹے لڑکے کے مال میں بابرکت موئے مبارک روز افزوں ترقی شروع ہوگئی کچھ عرصہ کے بعد وہ چھوٹا لڑکا مر گیا۔ اس زمانے کے ایک بزرگ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جس کو کوئی حاجت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ اس تاجر کے لڑکے کی قبر پر جائے اور اپنے حصولِ مقاصد کے لئے جا کر دعا کرے تو اس کا مقصد پورا ہوگا۔

فائدہ

اس واقعہ کے بعد لوگوں میں اس لڑکے کی مزار کی بڑی عظمت ہوگئی اور لوگ وہاں جانے لگے یہاں تک اس مزار کی عزت ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی وہاں سے سوار ہوکر نہیں گزرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب پیدل چلتے تھے۔ مزید واقعات و تفصیل فقیر کی کتاب ''گیسوئے رسول'' دیکھئے۔

کعبہ جاں کو پہنا ہے غلافِ مشکیں
اُڑ کر آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو

شرح

کعبہ جاں کو سیاہ غلاف اوڑھا ہے جس کے ابرو مبارک پر اڑ کر آپ کے گیسو تشریف لائے ہیں۔

چہرۂ اقدس کو کعبہ جان فرمایا ہے کہ یعنی جب آپ اپنے گیسو اقدس سنوار کر چہرہ پر لاتے ہیں تو کعبہ جان یعنی چہرۂ اقدس پر سیاہ غلاف اُڑھایا گیا ہے۔

کعبۂ جاں

عشاق کے لئے تو آپ کی اقدس سے بھی بڑھ کر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنئے وہ فرماتے ہیں

لم را اقبله و الاخره مثله   آپ جیسا میں نے نہ پہلے کوئی دیکھا نہ بعد میں

یا در ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ستر ہزار حجاب جمال ہیں۔ اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے خوب فرمایا

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا   حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ام المومنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا حسن نرالا تھا۔ بدن کا رنگ نورانی تھا۔

لم يصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر. (خصائص جلد ا صفحہ ٦٧)

جو بھی آپ کا وصف کرتا چودھویں کے چاند سے تشبیہہ دیتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا جب میں چہرۂ اقدس کو دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ

كان الشمس تجرى فى وجهه   آفتاب چہرۂ مبارک میں جاری ہے

چودھویں کا چاند ہے روئے حبیب   اور ہلالِ عید آبروئے حبیب

حضرت ہمدان کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو کس چیز کے ساتھ تشبیہہ دوں تو میں نے کہا

كالقمر ليلة البدر لم ارئ قبلة ولا بعده. (حجۃ اللہ صفحہ ٦٧٩)

حضور اکرم ﷺ کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا میں نے آپ سا حسین کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر مسرت و خوشی کے آثار ظاہر ہوتے تو چہرۂ اقدس ایسا چمکدار ہو جاتا

كانه قطعة قمر   گویا چاند کا ٹکڑا ہے

عاشق سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا محدث بریلوی نے مصرعۂ ثانی میں حضورِ اکرم ﷺ کے کنگھا کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اسی لئے فقیر اس سنت مبارکہ کی تفصیل عرض کرتا ہے تا کہ عاشق صادق کو اپنے محبوب کی ادا سے پیار ہو تو وہ بھی انہی سنتوں پر عمل کر سکے ورنہ دورِ حاضرہ میں زبانی جمع خرچ عشاق کا شمار ہی نہیں کہ زبان پر عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور کردار میں پکے یہود ونصاریٰ۔

تیل لگانے اور کنگھا کرنے کی سنت

☆حضورِ اکرم ﷺ سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقت خواب آپ کے سرہانے سات چیزیں رکھی رہتی۔ تیل کی شیشی، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ اور ایک لکڑی کی تیلی (سیخ) جو سرمہ وغیرہ کھجانے کے کام آتی تھی۔

(غنیۃ الطالبین وغیرہ)

☆ آپ اپنے سر مبارک میں اکثر تیل استعمال کرتے تھے اور داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی)

☆سر مبارک میں تیل لگاتے تو پہلے پیشانی کے رُخ سے شروع فرماتے۔ (کتاب عمل الیوم واللیۃ)

☆ داڑھی مبارک میں تیل لگاتے تو داڑھی کے اس حصہ سے شروع فرماتے جو گردن سے ملا ہوا ہے۔

☆ آپ پانی لگا کر بھی داڑھی مبارک میں کنگھا کرلیا کرتے تھے۔

☆ جب آپ آئینے میں چہرۂ انور دیکھتے تو یہ الفاظ زبان مبارک پر ہوتے۔

اللھم حسنت خلقی فحسن خلقی واوسع علی فی رزقی

بال مبارک رکھنے اور نہ رکھنے کی تفصیل

حضورِ اکرم ﷺ نے عمر شریف کے اکثر حصہ میں سر پر بال رکھے ہیں اور ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات آتی ہیں۔

(۱) نصف کانوں تک (۲) کانوں کی لو تک (۳) کندھوں کے نزدیک تک۔ (شمائل ترمذی)

سلسلہ پاکے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

مشکبو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حوریو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

حل لغات

مشکبو(فارسی)مشک جیسی خوشبور کھنے والا۔جھاڑ اسم از جھاڑنا،گردوغبار کی صفائی اور دم پھونک وغیرہ۔

عنبر(ایک خوشبو کا نام ہے)سارا صفت بمعنی خالص لیکن یہ بغیر صفت کے واقع ہوتا نہیں۔بعض نے کہا یہ(غیر صفت ہوتو)ایک قسم کی عنبر ہے۔(غیاث)

شرح

محبوب عالمﷺ کے سارے گیسو خالص مشک عنبر ہیں اسی لئے جب کسی گلی کوچہ سے گزرتے ہیں تو وہ گلی کوچہ معطر ومعنبر ہوجاتا ہے اسی معنی پر فرمایا کہ گلی کوچہ معنبر ومعطر ہے اسے کس پھول کا جھاڑا نصیب ہوا ہے۔حضور اکرمﷺ کے سوا اور کہاں سے اس کے نصیب بتاؤ اسے محبوبو ہمارے نبیﷺ کا کیا کمال ہے کہ آپ کے سارے گیسو معنبر ومعطر ہیں۔

سلامِ حضوری میں امام احمد رضا قدس سرہ نے اس مضمون کو یوں ادا فرمایا

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا لکہ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

خوشبوئے رسول ﷺ

حضور اکرمﷺ کی خوشبو مبارک پیدائشی تھی زلف عنبرین ہو یا پسینہ اقدس بلکہ جملہ فضلات مقدسہ تک خوشبو ناک تھے۔فقیر نے فضلات رسول وخوشبوئے رسولﷺ رسالوں میں اس کی تفصیل لکھی ہے معترضین کے آپ چونکہ نفاست پسند تھے اور تعلیم امت کے لحاظ سے خوشبو بھی خوب استعمال فرماتے۔

احادیث مبارکہ

عن انس قال کان لرسول اللہﷺ سکۃ یتطیب بھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سکہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

عن ثمامة بن عبدالله قال كان انس بن مالک لا یروا لطیب وقال انس ان النبی ﷺ کان لا یرو الطیب

ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کورد نہیں کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اکرم بھی خوشبو کورد نہ فرمایا کرتے تھے۔

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال ﷺ ثلث لا ترد الرسائد والدهن والطیب واللبن

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہئیں تکیہ اور تیل خوشبو اور دودھ۔

انتباہ

حضور اکرم ﷺ کے بدن مبارک سے خوشبو مہکتی تھی گو حضور اکرم ﷺ خوشبو کا استعمال نہ فرمائیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی ۔ ایسے ہی اور بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں۔ ابو یعلی نے روایت کیا ہے کہ جس کوچے سے حضور اکرم ﷺ گزرتے تھے بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا ابھی اس راہ سے گزر ہوا ہے۔

عقبہ صحابی میں خوشبو

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہ کی کمر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا جس سے اس قدر خوشبو ہو گئی تھی کہ ان کی چار بیبیاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی کہ ان کے برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ کثرت سے خوشبو کا استعمال فرماتے تھے۔

فائدہ

پہلی حدیث کے اندر سُــــک کا لفظ آیا ہے۔ علماء حضرات نے اس کے دو معنی لکھے ہیں بعض حضرات نے اس کا معنی عطر دان یا ڈبہ کا کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس خوشبو رکھنے کے لئے مستقل طور پر ایک عطر دان ہوتا تھا آپ اس

میں سے استعمال فرماتے۔ بعض علماءِ کرام نے لکھا ہے کہ سُــــک ایک قسم کا عطر ہے جس کو حضور اکرم ﷺ اکثر استعمال فرماتے تھے۔

نفاست و لطافت

حضور اکرم ﷺ اپنی مجلس مبارک میں بھی نفاست اور صفائی کا خیال رکھتے چنانچہ کبھی کبھی مجلس عالی میں خوشبو کی انگیٹھیاں سلگائی جاتیں جن میں اگر اور کبھی کافور رہوتا۔ (نسائی)

امام ابن سبع کا قول ہے کہ آپ کی نفاست پسندی کا یہ عالم تھا آپ کا لباس اس قدر صاف ستھرا ہوتا تھا کہ اس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ آپ کے کپڑوں میں جوں نہ ہوتی کیونکہ جوں عفونت اور پسینے سے پیدا ہوتی ہے حضور اکرم ﷺ نور اور اطیب الناس تھے۔ آپ کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا اور بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔

(خصائص کبریٰ)

منکرین کمالاتِ مصطفی ﷺ

منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ دھوکہ دینے کے بڑے ماہر ہیں جب ہم نے حضور اکرم ﷺ کے کمالات کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ کے کمالات میں سے ایک یہ تھا کہ

جس راہ کو چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

تو بول اُٹھے کہ یہ خوشبو آپ کی پیدائشی نہ تھی بلکہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے تھی لیکن ان پگلوں کو کون سمجھائے کہ دورِ رسالت کا ظاہری زمانہ گزرے صدیاں گزری ہیں لیکن الحمدللہ! اب بھی مدینہ منورہ کے در و دیوار سے خوشبوئیں آ رہی ہیں جنہیں اہل محبت اور عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ شامۂ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔ ابنِ بطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک اور دیواروں سے خوشبو محسوس کرتا ہے اور اشبیلی نے فرمایا کہ خاکِ مدینہ میں ایک عجیب مہک ہے جو کسی خوشبو میں نہیں اور یاقوت نے کہا کہ من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے اور وہاں کی بارش میں بوئے خوشبو ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔ ابو عبداللہ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

بطیب رسول اللہ طاب نسیمها فما المسک ما الکافور ماالصندل الرطب

رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہوگی پس کیا کستوری، کیا کافور اور کیا ہے صندل تر و تازہ۔

باوجودیکہ آپ کا جسم اطہر طیب و معطر تھا۔ پھر بھی آپ خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے اور خوشبو کو بھی پسند فرماتے کوئی

خوشبو کی چیز ہدیۃً بھیجتا تو رد نہ فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

آپ کے پاس ایک خاص قسم کی خوشبو یا عطر ہوتا جیسے سکتہ کہتے ہمیشہ آپ کے استعمال میں رہتا۔ (شمائل)

آپ ریحان (نیازبو) کو بہت پسند فرماتے فرمایا کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔ (شمائل)

مہندی کے پھول کو حضور اکرم ﷺ بہت محبوب رکھتے تھے۔

فائدہ

سونے سے بیدار ہوتے تو قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرتے اور پھر خوشبو منگا کر استعمال کرتے۔

دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کی وہ پیارے گیسو

شرح

قرآن مجید میں سورۂ قدر کے مضمون میں ہے کہ اس شب میں نزول ملائکہ تا ''مطلع الفجر'' ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے گیسوئے پاک چہرۂ اقدس کے نزدیک ہیں لیلۃ القدر سے گیسو اور مطلع الفجر سے آپ کا چہرۂ اقدس مراد ہے۔

تفسیر القرآن

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوْحُ. (پارہ ۳۰، سورۂ القدر، آیت ۴)

ملائکہ و روح نازل ہوتے ہیں۔ ملائکہ سے مراد عام فرشتے ہیں لیکن لفظ روح کے متعلق مفسرین نے اختلاف کیا ہے کسی نے جبرئیل کسی نے عیسیٰ علیہما السلام مراد لی ہے کسی نے روح سے حضور اکرم ﷺ بھی مراد لی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسی کو پسند فرمایا اسی آیت کے تحت روح البیان صفحہ ۱۴۸۶ اردو پارہ نمبر ۳ میں ہے کہ خواجہ محمد پارسا کی تفسیر ہے کہ روح سے حضور اکرم ﷺ مراد ہیں کہ اسی شب میں آپ کی روحِ اقدس خصوصیت سے زمین کی طرف نزول فرماتی ہے یعنی متوجہ ہوتی ہے۔

نبی پاک ﷺ کو قرآن کہنا حق ہے اس لئے علماءِ کرام نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ ناطق قرآن ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا

خلقه القرآن. (بخاری) آپ کا خلق قرآنِ مجید ہے

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کسی کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا اشتیاق ہے تو وہ قرآن مجید کی زیارت کرے یعنی قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی صورت وسیرت ہے۔

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

حل لغات

بھینی خوشبو، ہلکی اور پر لطف خوشبو۔ مہک جاتی ہے، معطر ہو جاتی ہے، خوشبو دیتی ہے۔ بسائے از بسانا، آباد کرنا، خوشبودار کرنا۔

شرح

پُر لطف خوشبو سے گلیاں کوچے مہک جاتے ہیں۔ اللہ اکبر گیسو مبارک کیسے پھولوں سے خوشبو دار ہیں۔

احادیث مبارکہ

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ اذ مر فی طریق من طرق المدینۃ وجدوا منه رائحۃ الطیب وقالوا مر رسول اللہ ﷺ من ھذا الطریق

(دارمی، بیہقی، ابونعیم، بزار، ابویعلی، دلائل النبوت، صفحہ ۳۸۰، خصائص جلد ا صفحہ ٦٧، زرقانی جلد ۴ صفحہ ۲۲۴)

کہ حضور اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ کی کسی گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی میں حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوا ہے۔

عنبر زمین، عبیر ہوا مشک تر غبار ادنیٰ سی یہ شناخت تری راہگذر کی ہے

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور اکرم ﷺ کو غسل دیا تو

سطعت منه ریح طیبة لم نجد مثلها قط. (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۴۱)

آپ سے ایسی پاکیزہ خوشبو پھیلی کہ ہم نے اس کی مثل کبھی نہیں پائی۔

عقیدۂ اہل سنت

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اب بھی اسی طرح زندہ بحیات حسی حقیقی ہیں اس کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ اب بھی مدینہ منورہ کے درودیوار اور وہاں کی خاک مبارک سے خوشبوئیں آرہی ہیں جنہیں محبان و عاشقانِ جنابِ محمد مصطفی ﷺ شامۂ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔

ابن ابطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک مبارک اور درودیوار سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔(وفا الوفاء شیخ الاسلام السمہودی)

اور یاقوت نے کہا ہے من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔

حضرت ابوعبداللہ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ الغفار فرماتے ہیں

بطیب رسول اللہ طاب نسیمها   فما المسک والکافور والصندل الرطب

رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی ہوا خوشبودار ہوگئی پس کیا ہے کستوری اور کافوری اور کیا ہے عطر صندل تروتازہ۔

تردید وھابیہ نجدیہ

وہابیوں نجدیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور جسم یہاں (وہ بعض کے نزدیک) یہ ان کی جہالت و حماقت ہے اس لئے کہ مدینہ پاک خوشبو سے اسی لئے مہک رہا ہے کہ مدنی محبوب ﷺ یہاں جلوہ گر ہیں اور یہ عقیدہ زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے کہ جسے بھی خواب میں یا بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے اس زائر کی زیارت گاہ اور خود زائر سے خوشبو مہکتی محسوس ہوتی ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''زائرین رسول''

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

حل لغات

شانہ، کنگھی مونڈھا۔ سینہ چاکوں، چھاتی پھٹے ہوئے صدمہ سے، چھاتی پھٹے ہوئے عشاق مراد ہیں۔

شرح

یہ بھی رحمت حبیب ﷺ کی شان ہے کہ آپ سے شانہ لمحہ بھر بھی جدا نہ ہو۔ اس لئے کہ عشاق کے لئے آپ کے

پیارے گیسو کچھ اس درجہ میں ہیں کہ شانہ مبارک کے گیسو مبارک بکھریں گے تو اس سے خوشبو مہکے گی تو عشاق کے ایمان و جان کی تر و تازگی نصیب ہوگی۔

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالو ں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

حل لغات

پنجۂ، پانچ کی طرف منسوب ہاتھ یا پاؤں کی پانچوں انگلیاں، جوتے کا اگلا حصہ ہتھیلی سمیت پانچوں انگلیاں یہاں یہی مراد ہے۔

شرح

اے حبیب کریم ﷺ آپ کے گیسوئے اقدس کے سنوارنے کے لئے شانہ پنجۂ قدرت ہے کیا ہی شان آپ کی اعلیٰ ہے شاہا کہ آپ کے گیسو مبارک کو قدرت کے ہاتھوں سے سنوارا گیا ہے۔

گیسوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ قدرت کے سنوارنے کی برکت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے گیسوئے مبارک دارین میں امت کے لئے دنیوی واخروی مشکلات کا حل ہیں۔ سیدنا خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اپنی قبور میں ساتھ لے جانا ہمارے دعویٰ کی دلیل کافی ہے اور تا حال جہاں گیسوئے اقدس موجود ہیں ان کی برکات واضح اور روشن اور حضور اکرم ﷺ کا زندہ معجزہ۔ فقیر اس کے متعلق شرح ہذا میں متعدد مقامات میں ان کے ذکر کر چکا ہے اور ایک مستقل تصنیف میں بھی کافی ذخیرہ کیا ہے یہاں بھی تبرکاً چند واقعات ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ یہاں شعر کے مطابق چند روایات ملاحظہ ہوں

حدیث شریف میں ہے کہ جب سرورِ کائنات ﷺ صبح کی نیند سے بیدار ہوتے اور ابو طالب کے بچوں کی مجالس کو اپنے جمالِ جہاں آراء سے آراستہ کرتے تو اس وقت ان سب کے بال بکھرتے ہوتے لیکن آپ کے گیسوئے عنبرین بغیر کنگھی کے آراستہ ہوتے اور بغیر سرمہ ڈالے چشم عالم سرگیں ہوتیں۔

موئے مبارک کی برکات

شہر بلخ میں ایک سوداگر رہتا تھا اس کے دو بیٹے تھا۔ سوداگر کا انتقال ہوگیا اس نے ترکہ میں مال وزر کے علاوہ

حضور اکرم ﷺ کے تین موئے مبارک بھی چھوڑے۔ تینوں بیٹوں میں ترکہ تقسیم ہوا دنیاوی مال آدھا آدھا بانٹ لیا مگر موئے مبارک کی تقسیم پر یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ ان کو کیسے تقسیم کریں۔

بڑے بیٹے نے یہ تجویز پیش کی کہ دونوں ایک ایک بال رکھ لیں اور تیسرے بال کو نصف نصف کر کے بانٹ لیا جائے۔

چھوٹا بیٹا جو نہایت ہی عاشق رسول تھا وہ تجویز سن کر کانپ گیا اس نے کہا کہ میں ہرگز ہرگز ایسی بے ادبی (یعنی بال مبارک کو کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کرنا) کی جرأت نہیں کر سکتا میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا۔

بڑے بھائی نے کہا کہ اگر تجھے بالوں کی عظمت کا اتنا ہی احساس ہے تو یوں کر کہ تینوں بال تو رکھ لے اور سارا مال و دولت مجھے دے دے۔

چھوٹے بھائی نے اس فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے سارا مال بڑے بھائی کے حوالے کر کے بخوشی تین موئے مبارک لے لئے اور اپنا یہ معمول بنالیا کہ تینوں مبارک بالوں کو سامنے رکھ کر سرورِ کائنات کی بارگاہ بے کس پناہ میں درود پاک کا نذرانہ پیش کیا کرتا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے مختصر سے کاروبار میں ترقی عطا فرمائی۔

بڑے بھائی کو دنیاوی مال میں خسارے پر خسارے آنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ کنگال ہو گیا دریں اثنا چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ پھر کسی نیک صالح آدمی نے اسے اور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ فرما رہے ہیں لوگوں سے کہہ دو کہ اگر انہیں کوئی حاجت در پیش ہو تو اس کی قبر پر آ کر دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کریگا۔

نیک آدمی نے اپنا یہ خواب لوگوں پر ظاہر کر دیا اور حضور اکرم ﷺ کا پیغام سنایا پھر کیا تھا لوگ نہایت ادب و تکریم کے ساتھ جوق در جوق اس عاشق رسول ﷺ کے مزار پُر انوار کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ لوگ اس مزار کا بہت ادب کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی سوار مزار کے پاس سے گزرتا تو ادباً سواری سے نیچے اتر آتا اور پیدل چلتا۔ (جامع المعجزات شیخ محمد زیادی صفحہ ۲۷، القول البدیع صفحہ ۱۲۸، بخاری)

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی قسم کا واقعہ امام وقت ابوالعباس قاسم بن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نقل کیا ہے (جو شیخ اہل مروت تھے) کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کی وفات کے بعد ان کے پاس جو دو موئے مبارک کا تبرک ہے وہ بوقت کفن ان کے منہ میں رکھ دیں چنانچہ اس کا اثر ان کی قبر پر ظاہر ہے اور لوگوں کا وہاں جا کر

حاجت چاہنا اور مرادیں طلب کرنا اور پانا مجرب ہے۔ (کشف المحجوب فارسی صفحہ ۱۳۰)

فوائد

(۱) حبیب خدا ﷺ کے گیسوئے پاک، موئے مبارک اور بال شریف جن کی برکت ووسیلہ سے ایسی حاجت روائی و مشکل کشائی ہورہی ہے۔

(۲) جن کے بال مبارک وزلف پاک کی اتنی برکات وفوائد ہیں ان کے وجودِ مسعود وذات اقدس کی نفع رسانی وفیض عمومی حاجت روائی ومشکل کشائی کا کیا بیان ہوسکتا ہے مگر بُرا ہو بُرے وہابی دیوبندی مذہب کا جن کا یہ عقیدہ باطلہ ہے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۹، ۷۱)

(۳) مذکورہ مستند حوالہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اعمال امت پر حاظر وناظر ہیں۔

(۴) آپ مختار وبے مثل ہیں آپ کا بال بال معجزہ ونفع بخش اور فیض رساں ہے۔

(۵) محبوبانِ خدا کے مزارت پر حاضر ہوکر دعائیں مانگنا مسلمانوں اور بزرگوں کا پرانا معمول ہے۔

حضرت بل

کشمیری زبان میں حضرت بل کا معنی ہے "حضور کی جگہ" حضرت سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور بل کا مطلب جگہ ہے۔ موئے مبارک جس جگہ رکھا گیا اسے "حضرت بل" کہا جانے لگا پھر اس جگہ کے حامل عظمت وتقدس کے باعث "درگاہ حضرت بل" عام ہوگیا۔ موئے مبارک کے یہاں لائے جانے کے ساتھ ہی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین گاؤں بھی وقف کردیئے تھے۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۱۸ اکتوبر، ۱۲۴ کتوبر نوائے وقت، ۱۲۱ کتوبر)

فائدہ

موئے مبارک کے حوالہ سے جہاں تبرکات کی اہمیت وشان اور رسول اللہ ﷺ کے عالمگیر کو خواب میں حکم فرمانے اور اس کے حکم بجالانے سے آپ کے زندہ نبی وحاکم ومختار ہونے اور احوالِ امت کے مشاہدہ کا واضح ثبوت ہے۔

مغل بادشاہ اورنگ زیب کے عہد میں ایک عرب حکمران کے عتاب سے تنگ آکر بھارت آنے والا ایک عرب باشندہ موئے مبارک اپنے ساتھ لایا تھا یہ عرب باشندہ پہلے دکن گیا پھر دہلی مقیم ہوگیا۔

کچھ دنوں بعد اسے موئے مبارک ایک کشمیری تاجر کو ہدیہ کے عوض دینا پڑے کشمیری تاجر موئے مبارک لے کر دہلی سے براستہ لاہور کشمیر کے لئے روانہ ہوا۔ لاہور میں اورنگ زیب کو اس کی مخبری ہوگئی اور شاہی فرمان پر اہلکاروں نے

چھاپہ مار کر موئے مبارک حاصل کر لیا اور کشمیری تاجر کو گرفتار کر لیا۔

روایت کے مطابق اگلی شب مغل بادشاہ اورنگزیب کو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ کشمیری تاجر کو موئے مبارک کشمیر لے جانے دیا جائے جس پر کشمیری تاجر کو رہا کر دیا گیا جو خود کشمیر میں ہیرہ پورہ کے مقام پر پہنچا جہاں کشمیری علماء نے بڑی تعداد میں موئے مبارک کی زیارت کی اور ۳۰ میل کے فاصلے پر بل جھیل کے کنارے واقع مسجد تک موئے مبارک کو ایک بڑے جلوس کی شکل میں لے جایا گیا۔ موئے مبارک کی بل میں منتقلی کے بعد یہ مسجد ایک بڑی درگاہ کی شکل اختیار کر گئی جس کا دروازہ موئے مبارک عید میلاد النبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے ایامِ شہادت کے مواقع پر سال میں چھ مرتبہ زیارت کے لئے کھولا جاتا ہے۔ شیخ عبداللہ نے اپنے دور میں درگاہ حضرت بل میں ایک دارالعلوم بنوایا اور مسجد کو وسعت دی جس کے بعد درگاہ حضرت بل کا علاقہ تحریک آزادی کشمیر سے متعلق سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔

بخشی غلام محمد کے بعد کشمیر کے وزیر اعلیٰ شمس الدین کے دور میں بھارتی خفیہ اداروں کے ایماء پر دسمبر ۱۹۶۳ء میں درگاہ حضرت بل سے موئے مبارک چوری کیا گیا جس کے نتیجے میں کشمیر اور پورے عالم اسلام میں شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔ اسی ردعمل کے نتیجے میں بھارت کی حکومت کو شیخ عبداللہ اور دیگر کشمیری رہنماؤں کو رہا کرنا پڑا مگر دو مہینے کے بعد بڑے پراسرار انداز میں رات کے وقت کوئی موئے مبارک درگاہ حضرت بل میں واپس رکھ گیا۔

بھارتی انٹیلی جنس کے ایک سابق ڈائریکٹر بی این ملک نے اپنی کتاب میں موئے مبارک کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ موئے مبارک کا معاملہ بڑا پراسرار تھا جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ کشمیری کسی وقت بھی اپنی آزادانہ راہ اُٹھا سکتے ہیں۔

اُحد پاک کی چوٹی سے الجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شب عید نے ہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اُمڈیں
ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو

حل لغات

مژدہ، خوشخبری، مبارک باد۔ گھنگور، ڈراؤنی اور نہایت گہری گھٹا۔ اُمڈیں، بھر آئیں، جمع آئیں۔ جھکے ہوئے، خم

ہوئے۔جھوم،خوب زور سے لہرا کر۔بارے،ایک بار،ایک دفعہ۔

شرح

مژدہ ہو کہ قبلہ (رخِ انور) سے نہایت گہری گھٹا جمع ہو کر آئیں۔زلفیں مبارک ایک بار خوب زور سے ابرو مبارک پر جھوم کر آئیں یعنی زلفوں کو کنگھا فرمایا تو زلفیں پاک چہرۂ اقدس پر اتریں تو زلفوں کی درازی ابرو مقدس سے گزریں۔

تارِ شیرازۂ مجموعہ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اکدم ہوں کنارے گیسو

حل لغات

شیرازہ،بندھن۔کونین،دونوں جہاں۔

شرح

جملہ کونین کے شیرازہ کی زلفیں مبارک ایک ایسی تار (ڈور) ہیں کہ اگر ایک لحظہ ایک کنارے یعنی علیحدہ ہو جائیں تو دونوں جہانوں کا حال یکدم کھل جائے گویا جملہ کونین کے اسرار و رموز چہرۂ اقدس میں پوشیدہ ہیں جنہیں زلفوں نے چھپا رکھا ہے اگر یہ نہ ہوں تو تمام اسرار و رموز منکشف ہو جائیں۔

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضاؔ
صبحِ عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

شرح

اے رضا گیسو اقدس جو تیل کی بوندیں ٹپک رہی ہیں یہ یہی دنیوی تیل نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی صبح پر ستارے لٹائے گئے ہیں۔

فائدہ

یہ آپ کے چہرۂ اقدس کی خصوصیت ہے کہ پسینہ مبارک کے قطرات گریں یا تیل کی بوندیں وہ ستاروں کی مانند چمکدار موتی گرتے محسوس ہوتے۔

حدیث شریف

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور اکرم ﷺ میرے

سامنے بیٹھے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ کے قطرے تھے جس سے نور کی شعاعیں نکلی رہی تھیں اس حسین منظر نے مجھ کو چرخہ کاتنے سے روک دیا پھر بس میں صرف آپ کو دیکھتی رہی آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا میں نے عرض کیا آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں

ولو اراک ابو کبیر الھذلی لعلم انک احق بشعرہ حیث یقول

اگر آپ کو ابو کبیر ہذیلی (شاعر عرب) دیکھ لیتا تو اسے یقین ہوتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں اس نے کہا

واذا نظرت الی اسرة وجهه بروقت بروق العارض المتهلل . (زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۴۲۵)

اور جب میں اس کے چہرے کے بل دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے رخساروں کی چمک مشعل ہلال نظر آتی ہے۔

متی یبدو فی اللیل ابھیم حبینه بلج مثل مصباح الدجی المتوقد

جب اندھیری رات یعنی آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی میں روشنی کی طرح چمکتی۔

(زرقانی علے المواہب جلد ۴ صفحہ ۹۱)

نعت شریف ٤٦

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہد گل کو
الٰہی طاقت پرواز دے پر ہائے بلبل کو

حل لغات

شاہد، عربی لفظ ہے اس کی تحقیق مزید لغوی و شرعی فقیر نے تصنیف ''الخواطر فی تحقیق الحاظر والناظر'' میں لکھی ہے یہاں محبوب مراد ہے۔ بلبل سے عاشق مراد ہے۔

شرح

زمانہ حج شروع ہے محبوب کریم علیہ السلام کو خصوصی تجلیوں سے نوازا گیا ہے اے اللہ العالمین بلبل (عاشق) کو اڑنے کی طاقت کے پَر عطا فرمادے تاکہ ان خاص تجلیوں سے ہم بھی بہرہ ور ہو۔

حج کا لفظی معنی ہے ارادہ کرنا اور شریعت میں مخصوص زمانہ میں احرام باندھ کر مخصوص افعال اور اعمال کرنا کتب فقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے فلہٰذا اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ہاں چند امور عرض کردوں

اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ دیتا ہے لیکن یہاں ایک کے بجائے لاکھ دیتا ہے اور ایسا کرم فرماتا ہے جس کی انتہا نہیں۔

اسی قاعدہ پر ہم مزاراتِ اولیاء کی حاضری دے کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں کہ وہی کعبہ کی حاضری دینے والا یہاں بھی ہمارے جیسوں فقیروں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ اس لئے کہ اولیاء کعبہ کی طرح یہ حضرات بھی مرکز تجلیات ہیں بلکہ کعبہ سے افضل جیسا کہ فقیر اسی شرح حدائق کی جلد اول میں لکھ چکا ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "التحقیق الجلی" میں پڑھئے۔

وَ مَنْ دَخَلَه کَانَ اٰمِنًا ا (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۹۷)

اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔

فائدہ

یہ کعبہ معظّمہ کا خاصہ ہے کہ تا حال اس میں امن وسلامتی ہے لیکن قربِ قیامت میں اسے ایک بدشکل، سوکھی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا اور بالکل مٹا کر چھوڑ دے گا۔ (بخاری ملخصاً)

فائدہ

جس تعمیر میں نص قطعی ہے کہ وہ محفوظ و مامون رہے گا لیکن تقدیر کا اجراء فرمائے گا رو کنے والا کوئی نہ ہوگا حالانکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے اس سے وہ اعتراض اُٹھ گیا بعض مزاراتِ اولیاء کو دشمنانِ اولیاء گرا دیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اگر اولیائے کرام زندہ ہوتے اور اگر انہیں اختیار ہوتا تو ان کی قبور وغیرہ کو ڈھایا جاتا تو وہ روکتے کیوں نہیں تو جو جواب کعبہ معظّمہ کو ڈھانے کا ہوگا وہی جواب یہاں ہوگا اس کا جواب اگر یہی ہے کہ اس میں راز ہے تو یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ بھی راز ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ. (پارہ ۷، سورۃ المائدہ، آیت ۹۷)

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔

احادیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ (ہجرت کے وقت) مکہ سے فرمایا

ما اطیبک من بلد واحبک الی ولو لا ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک (مشکوٰۃ صفحہ ۲۳۸)

تو کتنا بہتر شہر ہے اور مجھ کو کس قدر زیادہ محبوب ہے اور اگر مجھے میری قوم نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی دوسری جگہ قیام نہ کرتا۔

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

لاتزال هذه الامة بخير ماعظموا هذه الحرمة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذالك هلكوا.

(مشکوۃ شریف ۲۳۸)

اس امت سے خیر و برکت زائل نہ ہوگی جب تک کہ یہ حرم مکہ کی تعظیم کرتی رہے گی جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے اور جب اس کی تعظیم کو چھوڑ دے گی ہلاک ہو جائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

صلوته في المسجد الحرام بمائة الف صلوة. (مشکوۃ شریف)

مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

امام الاولیاء حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک دن کا روزہ مکہ سے باہر ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور وہاں کے ایک درہم کا صدقہ باہر کے لاکھ درہم کے برابر ہے اور اسی طرح وہاں کی ہر نیکی باہر کی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ (فضائل حج صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ان لله في كل يوم وليلة عشرين مائة رحمة تنزل علے هذا لبيت ستون للطائفين واربعون للمصلين وعشرون للناظرين. (فضائل حج صفحہ ۱۰۰)

کہ اللہ تعالیٰ کی ہر دن اور رات میں ایک سو بیس رحمتیں اس گھر پر نازل ہوتی ہیں ساٹھ طواف کرنے والوں، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے ہوتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

وكل به سبعون ملكا يعني الركن اليماني فمن قال اللهم اني اسئلك العفو والعافية في الدنيا والاخرة ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار قالو امين. (مشکوۃ صفحہ ۲۲۸)

کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں تو جو شخص وہاں یہ کہے اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت مانگتا ہوں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا تو وہ فرشتے کہتے ہیں آمین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا فرمایا کہ

الملتزم موضع يستجاب فيه الدعاء مادعاالله فيه عبدالا استجاب بها يستجاب الدعاء بمكة خمسة عشرمقاماً

ملتزم ایسا مقام ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے کسی بندہ نے مگروہ قبول ہوئی۔ مکہ میں چودہ مقام ہیں جہاں دعائیں قبولل ہوتی ہیں۔

(۱) ملتزم کے قریب (۲) میزابِ رحمت کے نیچے (۳) رکن یمانی کے قریب

(۴) صفا کی پہاڑی پر (۵) جبل مروہ پر (۶) صفا اور مروہ کے درمیان

(۷) رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان (۸) بیت اللہ شریف کے اندر

(۹) منیٰ (مسجد خیف) میں (۱۰) عرفات میں (۱۱) تین جمروں کے قریب

بہاریں آئیں جو بن پر گھرا ہے ابر رحمت کا
لبِ مشتاق بھیگیں دے اجازت ساقیل مُل کو

حل لغات

جوبن، اُٹھتی جوانی، پھبن۔ گرا ہے (بکسر الکاف عجمی) از گھرنا، گھیرے میں آنا، چھانا، امنڈنا۔ بھیگیں از بھیگنا، گیلا ہونا، تر ہونا۔ مل (بضم المیم) شراب۔

شرح

بہاریں جوش جوانی پر ہیں ابر رحمت بھی امنڈ رہے ہیں۔ عشاق کے خشک لب اب خوب تروتازہ ہوں گے اسی لئے اے ساقی شراب کو عام اجازت عطا فرما تا کہ مدت کے پیاسے اپنی پیاس خوب بجھالیں۔

جوبن کا حال (احادیث مبارکہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کے لئے حج کرے اور اس میں فحش کام اور گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے اور فسق وفجور سے بچتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں وہ جو دعا کریں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو حاجی سوار ہو کر حج کرتا ہے اس کی سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو پیدل حج کرتا ہے اس کے قدم پر سات سو حرم کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کتنی ہوتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا بجز جنت کے کچھ نہیں۔ (بخاری و مسلم)

حکایت

ایک بزرگ غلافِ کعبہ پکڑے بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہیں الٰہی اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور کلمہ حج میں دو حروف ہیں ح اور ج۔

الٰہی ح سے تیرا حلم اور ج سے میرے جرم مراد ہیں تو تُو اپنے حلم سے میرے جرم معاف فرما۔

آواز آئی اے میرے بندے تو نے کیسی عمدہ مناجات کی پھر کہو۔ موصوف نے دوبارہ نئے انداز سے یوں گویا ہوئے اے میرے غفار میری مغفرت کا دریا گنہگاروں کی مغفرت و بخشش کے لئے رواں دواں ہے اور تیری رحمت کا خزانہ ہر سوالی کے لئے کھلا ہے۔

الٰہی اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور حج میں دو حرف ہیں ح اور ج۔ ح سے میری حاجت اور ج سے تیرا جود مراد ہے تو تُو اپنے جود و کرم سے اس مسکین کی حاجت پوری فرما۔

آواز آئی اے جواں مرد تو نے کیا خوب حمد کی پھر کہہ۔ اس نے کہا اے خالقِ کائنات تیری وہ ذات پاک ہے جس نے عافیت کا پردہ مسلمانوں کو مرحمت فرمایا۔

اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور حج میں دو حرف ہیں ح اور ج۔ الٰہی اگر ح سے میری ایمانی حلاوت اور ج سے تیری جہانداری کی جلالت مراد ہے تو تُو اپنی جہانداری کی جلالت کی برکت سے اس ضعیف کے ایمان کی حلاوت کو شیطان کی گھات سے محفوظ رکھ۔

آواز آئی اے میرے مخلص اور عاشق صادق بندے میرے حل، میرے جود، میری جہانداری کی جلالت سے جو کچھ تو نے طلب کیا میں نے تجھے عطا کیا ہمارا کام یہی ہے کہ ہر مانگنے والے کا دامن مراد بھر دوں مگر کوئی مانگے تو سہی

ہم تو سائل پہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں　　　　راہ دکھائیں کسے منزل ہی نہیں

حضرت شیخ یحیٰ قدس سرہ جب حج سے فارغ ہوئے تو واپسی خانہ کعبہ کے دروازہ پر آ کر یوں التجا کی ۔ الٰہی شاہانِ دنیا کا دستور ہے کہ وہ اپنے خدام کو بروقت رخصت خدمت گاری کے صلہ میں بیش قیمت تحائف اور گونا گوں انعام واکرام سے عزت افزائی کرتے ہیں اور جب وہ خدام اپنے خویش واقربا احبار ورفقاء سے ملتے ہیں تو ان سے تحائف کے خواہش مند ہوتے ہیں اور وہ خادم بادشاہ سے حاصل شدہ انعام وتحائف میں سے اپنے احباب واقارب کو دے کر مسرت وشادمانی کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

خداوند! میں تیرا بندہ اور تو بادشاہوں کا بھی حاکم ومالک ہے الٰہی میں چند روز تیرے اس حرمت والے گھر کی خدمت سے مشرف ہوا ہوں اب میری واپسی قریب ہے کچھ تحائف تیرے آستانِ فیض رساں سے لے جانے کا طالب ہوں تاکہ وہ رحمت ومغفرت کے تحفے جب میں صحیح وسالم لے کر اپنے وطن پہنچوں تو اپنے خویش واقارب کے مطالبہ پر پیش کرسکوں اور کہوں عزیزو! میں دربارِ الٰہی سے تمہارے لئے رحمت ومغفرت کے دو تحفے لایا ہوں۔

اے میرے مولا! مجھے یہ تحفے عطا فرما تاکہ مجھے ان کے سامنے سرشار نہ ہونا پڑے۔ آواز آئی اے یحیٰ! جو تحفے تو نے طلب کئے ہیں میں نے عطا فرمائے ان کو میری رحمت ومغفرت کی بشارت سنا۔ بیشک میں کریم ہوں جب گدا اور بے نوا کریم کے دروازے پر جاتا ہے تو کریم اس کی مراد پوری کرتا ہے اس کی حاجت برلاتا ہے اور اس محتاج کی ضروریات پوری کرتا ہے جاؤ میں نے اپنے جود وکرم کے بے پایاں دریا سے تجھے ایمانداروں کے لئے شفاعت ومغفرت کے تحفے مرحمت فرمائے۔

ملے لب سے وہ مشکیں مہر والی دم میں دم آئے
ٹپک سن کر قم عیسیٰ کہوں مستی میں قلقل کو

حل لغات

مشکیں (بضم المیم) مشک کے رنگ کا، سیاہ، مشک جیسی خوشبو کا یہاں یہی مراد ہے۔ ٹپک، زخم کا درد، ٹیس (درد)، قم (اُٹھ) قلقل، صراحی کے اندر پانی نکلنے کی آواز۔

شرح

اس مہر والی شراب کا جب پینا نصیب ہو تو جاں میں جان آجائے درد کی بات سن کر مستی میں صراحی کے شراب کو قم

باذن اللہ کہو یعنی اب یہی وقت ہے کہ مقصد میں کامیاب ہوا ہوں اور اب "ھل من مزید" کہے جا رہے ہوں۔

حجاج جب درِ کریم میں پہنچتے ہیں پھر عشاق کا عجیب سماں ہوتا ہے وہ دنیا و مافیہا کے تصورات کھو بیٹھتے ہیں انہیں ایک ہی دھن ہوتی ہے اگر چہ کچھ ملے نہ ملے وہ دامن کعبہ سے لپٹے رہیں۔

حکایت

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں متواتر چودہ سال تک حج کی سعادتِ عظمٰی سے سرفراز ہوتا رہا اور ہر سال ایک درویش کو کعبہ معظّمہ کا دروازہ پکڑے تھا جب وہ "لبیک اللھم لبیک" کہتا تو غیب سے آواز آتی "لا لبیک" میں نے ایک سال اس شخص سے پوچھا کہ اے درویش میں تجھے عرصہ سے دیکھ رہا ہوں تجھے "لا لبیک" کہا جا رہا ہے پھر بھی تو لبیک کہہ رہا ہے اس نے کہا میں بھی سن رہا ہوں میں نے کہا پھر دکھ کیوں اُٹھاتا ہے؟ اس نے کہا یا شیخ اگر بجائے چودہ سال کے چودہ ہزار سال ہوں اور ہر بار یہ جواب "لا لبیک" سنوں تو بھی اس دروازہ سے سر نہ ہٹاؤں گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم باہم گفتگو تھے کہ اچانک آسمان سے ایک کاغذ اس کے سینے پر گرا اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا میں نے پڑھا اس میں درج تھا کہ اے مالک! تو میرے بندے کو مجھ سے جدا کرتا ہے کہ میں نے اس کے چودہ سال کے حج قبول نہیں کئے ایسا نہیں بلکہ اس مدت میں تمام حاجیوں کے حج اس کی پکار ہی کی برکت سے قبول کئے ہیں تاکہ میری بارگاہ میں سے محروم ہو کر کوئی واپس نہ جائے۔

حکایت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا جنہوں نے اپنے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا تھا تشریف لائے اور چشمۂ زم زم میں داخل ہو کر اپنے برتن میں زم زم ڈال کر پینے لگے میں نے ان سے ان کا جوٹھا طلب کیا اور لے کر پینے لگا وہ شہد کی طرح میٹھا اور ایسا لذیذ تھا کہ ایسا میں نے پہلے کبھی نہیں پیا تھا۔ پینے کے بعد میں نے دیکھا تو وہ بزرگ جا چکے تھے۔ دوسرے دن زم زم کے پاس انتظار میں پھر بیٹھ گیا تو وہ بزرگ چہرے پر کپڑا لٹکائے ہوئے پھر تشریف لائے اور زم زم کے کنوئیں سے ڈول نکال کر پیا

فاخذت فضلته فشربت منها فاذاھو لبن ممزوج بسکر لم اذق شیئا اطیب منه . (روض صفحہ ۵۱۳)

تو میں نے پھر ان سے ان کا بچا ہوا لے کر پیا تو وہ ایسا میٹھا دودھ تھا جو شکر ملا کر بنایا گیا ہو اس سے پہلے میں نے ایسا کبھی

نہیں پیا۔

مچل جاؤں سوال مدعا پر تھام کر دامن
بہکنے کا بہانہ پاؤں قصد بے تامل کو

حل لغات

مچل جاؤں، بچھر جاؤں، ہٹ پہ آجاؤں۔مدعا، مطلب، مراد، مقصد۔تھام کر، پکڑ، بہانہ، حیلہ، سبب۔بے تامل، بے سوچ وفکر۔

شرح

بے تامل سے یہ سمجھوں کہ گویا بہکا ہوں کہ کہیں جانے کا نہیں اور جاؤں تو کہاں جاؤں کیونکہ اس درگاہ پر پہنچنے کے بعد پھر کہیں جانے کا جی نہیں چاہتا اور اگر جاؤں بھی تو پھر اس درگاہ کے بغیر پناہ کہاں۔

حکایت

حضرت شیخ ابو یعقوب البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حرم مکہ میں دس روز تک بھوکا رہا۔ جس سے مجھے بہت زیادہ ضعف ہو گیا تو مجھے میرے دل نے سخت مجبور کیا کہ باہر نکلوں شاید کوئی چیز مل جائے جس سے میری بھوک میں کچھ کمی ہو۔ میں باہر نکلا تو ایک گلا سڑا شلجم پڑا ہوا پایا۔ میں نے اس کو اٹھالیا لیکن میرے دل میں اس سے وحشت سی ہوئی گویا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ دس دن کی بھوک کے بعد بھی تیرا نصیب ہوا گلا شلجم۔ میں نے اس کو پھینک دیا اور واپس مسجد حرام میں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی آیا اور میرے آگے آکر بیٹھ گیا اور ایک جزودان میرے سامنے رکھ کر کہا کہ اس میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار ہیں یہ آپ کی نذر ہے۔ میں نے اس سے کہا اس کے لئے آپ نے مجھے کیسے مخصوص کیا۔ اس نے کہا ہم لوگ دس روز سے سمندر میں تھے کہ ہماری کشتی ڈوبنے کے قریب ہو گئی تو ہم میں سے ہر ایک نے نذر مانگی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما کر صحیح وسلامت پہنچا دے تو ہم اپنی یہ نذریں پوری کریں گے اور میں نے یہ نذر مانی تھی کہ یہ اشرفیوں کی تھیلی حرم پاک کے مجاروں میں سے اس کو دوں گا جس پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی تو سب سے پہلے میں آپ سے ہی ملا ہوں لہٰذا یہ آپ کی نذر ہے میں نے کہا اس کو کھولو

ففتحها فاذا فيها كعك سميذ مصرى ولوزمقشر وسكر كعات فقبضت قبضة من ذاوقبضة من

ذاوقلت مرد الباقی الی صبیانک هدیة منی الیهم وقدقبلتها ثم قلت فی نفسی رزقک یانفس سیر الیک منذ عشرة ایام وانت تطلبیه من الوادی.

تو اس نے اس کو کھولا تو اس میں سفید آٹے کے میٹھے کیک، چھلے ہوئے بادام اور شکر پارے تھے تو میں نے ہر ایک میں سے ایک ایک مٹھی بھر لی اور کہا یہ باقی میری طرف سے اپنے بچوں کے لئے ہدیہ لے جاؤ میں نے تمہاری نذر کو قبول کیا پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ تیرا رزق دس رزق سے تیرے پاس کھینچا ہوا چلا آرہا تھا اور تو اس کو باہر وادی میں طلب کرتا پھرتا ہے۔

دعا کر بختِ خفتہ جاگ ہنگامِ اجابت ہے
ہٹایا صبح رُخ سے شاہ نے شبہائے کاکُل کو

حل لغات

بخت،نصیب،حصہ۔خفتہ،سویا ہوا۔ہنگام،وقت۔کاکل (اردو،مونث) بلدار بال،زلف،لٹ۔

شرح

حاجی کو حرم پہنچتے ہی نصیحت فرماتے ہیں کہ اے بخت خفتہ اب جاگ غفلت نہ کر قبولیت کا وقت ہے اور محبوب نے شبہائے زلف کو یعنی بے نیازیوں صبہائے رُخ سے ہٹایا ہے یعنی رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

مقاماتِ اجابت

حرم معلیٰ میں داخل ہوتے ہی کعبہ پر پہلی نظر پر جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے حرم معلیٰ کے مقاماتِ اجابت کا ذکر فقیر نے پہلے عرض کیا ہے۔

زبانِ فلسفی سے امن خرق والتیام اسرا
پناہ دورِ رحمت ہائے یکساعت تسلسل کو

حل لغات

فلسفی،موجودات کے علم کا واقف کار، دانا،حکیم۔خرق، پھاڑنا۔التیام،زخم بہنا، ملنا گھاؤ کا۔تسلسل،لڑی،سلسلہ، کڑی۔

شرح

شب معراج حضور اکرم ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانے پر فلسفہ کے اعتراض خرق والتیام سے امن وحفاظت ہوگی جب انہیں یہی کہا جائے گا کہ گھڑی بھر آپ کا تشریف لے جانے کو دورِ رحمت کی پناہ حاصل تھی اگر فلاسفہ اس عقیدہ کو مان جائیں تو۔ ورنہ اگر وہ ضد کریں یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بجائے مانند خود ذات کے وجود کے قائل بھی نہ ہوں تو انہیں دوسرے دلائل عقلیہ سے منوایا جائے گا۔

دورِ معراج

اہل علم کا اختلاف ہے کہ معراج کب ہوئی۔ قابل تلقی بالقبول اور بہت مشہور جن پر علماءِ زمانہ کے اکثر کا اتفاق ہے کہ وہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب ہے۔

معراج کا سن ، مهینه اور تاریخ

سن معراج کے بارے میں محدثین کے حسب ذیل اقوال ہیں۔

(۱) ہجرت سے ایک سال پہلے (۲) ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے

(۳) ہجرت سے ایک سال اور کچھ پہلے (۴) ہجرت سے پانچ سال پہلے

(۵) بعض محدثین کا قول ہے کہ بعثت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی۔

اسی طرح مہینہ میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

(۱) ربیع الاول (۲) ربیع الآخر (۳) رجب المرجب (۴) رمضان المبارک (۵) شوال المکرم

دن میں بھی اختلاف ہے کہ کون سے دن کی رات میں حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوئی۔ ایک قول ہے کہ پیر کی رات میں معراج ہوئی، دوسرا قول ہے کہ جمعہ کی رات میں ہوئی۔ واللہ اعلم (نسیم الریاض جلد۲ صفحہ ۲۶۶)

اس طرح تاریخ کے متعلق بھی حسبِ ذیل اقوال ہیں

(۱) ۱۷ رمضان المبارک (۲) ۱۷ ربیع الاول شریف (۳) ۲۷ رجب المرجب

(ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۹۱، روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

قولِ مشہور

اس بارے میں قول مشہور یہ ہے کہ معراج شریف ۲۷ رجب المرجب شب دوشنبہ کو ہوئی۔

(ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۹۱، روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

شبِ معراج کی فضیلت

امت کے حق میں شبِ اسریٰ سے لیلۃ القدر زیادہ افضل ہے اور حضور اکرم ﷺ کے حق میں شبِ معراج لیلۃ القدر سے زیادہ افضل ہے۔ (مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۴)

سوال

لیلۃ الاسراء میں کسی عمل کی ارجحیت کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اسی واسطے نہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کے لئے اسی رات کو مقرر فرمایا نہ صحابہ کرام نے اُسے کسی عبادت کے لئے معین کیا لہٰذا شب معراج منانا اور اس میں ذکرِ معراج کا اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر صحابہ کرام یا ان کے بعد کسی زمانہ میں اس رات میں ذکرِ معراج کے اہتمام کا رواج ہوتا تو اس کے مہینہ اور تاریخ میں اتنا شدید اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اختلافِ اقوال اس کی روشن دلیل ہے کہ بزرگانِ سلف کے نزدیک شب معراج کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

جواب

اگر معترض کی مراد یہ ہے کہ شب معراج میں خصوصیت کے ساتھ نیکی اور عبادت کا مشروع ہونا کسی حدیث میں مشروع نہیں ہوا تو ہمیں اس سے اختلاف نہیں لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ شب معراج میں معراج کا اہتمام بھی ناجائز اور بدعت ہے۔ ارشادِ خداوندی "وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ" "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" امر کی روشن دلیل ہے کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خاص اور اہم واقعات رونما ہوئے ہیں ان کو یاد دلانا عین منشاءِ قرآن مجید ہے اور شب معراج میں ایسی روشن دلیلوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت کے ظہور کا اور کون سا واقعہ ہوگا؟ اور شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ سے حضور اکرم ﷺ کی امت کو عطا فرمائیں ان کا انکار کون کرسکتا ہے۔ پھر اس رات کی یاددہانی، اس کا ذکر اور بیان ہماری پیش کردہ آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں کیونکر بدعت قرار پاسکتا ہے؟ رہا یہ امر کہ سلف میں اس کا رواج نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں اس لئے محض منقول نہ ہونے سے اس کا عدم ثابت نہیں اور ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کی ممانعت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور اس میں ایسا کوئی کام شامل نہیں جس پر شرعِ مطہرہ میں نہی وارد ہوئی ہو۔ اس کی دلیل خلافتِ صدیقی میں قرآن مجید کا جمع کیا جانا ہے جس کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا "کیف تفعل شئی لم یفعلہ رسول اللہ ﷺ" پھر حضرت زید بن ثابت نے صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہما دونوں سے عرض کیا

كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله

آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔

فاروقِ اعظم نے صدیق اکبر کو پھر صدیق اکبر نے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی جواب دیا

هو والله خير بے شک حضور ﷺ نے نہیں کیا لیکن خدا کی قسم وہ خیر ہے۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴۵)

معلوم ہوا کہ جس کام سے حضور اکرم ﷺ نے منع نہ فرمایا ہو اور اس میں خیر کا پہلو پایا جائے تو وہ بظاہر بدعت معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن حسن اور خیر ہے۔

لہٰذا اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے کہ سلف صالحین میں شب معراج کے اہتمام کا رواج نہ تھا تب بھی اس اہتمام اور ذکر معراج کو بدعت اور ناجائز نہیں کہہ سکتے تاوقتیکہ اس اہتمام میں کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے تو شرعاً ممنوع ہو اور ہم آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں ایام اللہ کا یاد دلانا اور نعمائے الٰہیہ کا بیان منشاءِ قرآن کے عین مطابق ہے لہٰذا شب معراج منانا اور اس میں واقعاتِ معراج بیان کرنا جائز، مستحب اور باعثِ رحمت و برکت ہے۔ اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں صاحبِ معراج ﷺ کی دشمنی اور عداوت ہو۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

سوال

شبِ معراج کے بارے میں اختلاف اقوال اس امر کی دلیل ہے کہ سلف کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہ تھی ورنہ اختلاف نہ ہوتا۔

جواب

اگر دن، تاریخ اور مہینہ کے اختلاف کو اس بات کی دلیل مان لیا جائے کہ سلف کے نزدیک اس رات کی کوئی اہمیت نہ تھی نہ ان کے زمانے میں اس کے منانے کا کوئی رواج تھا تو سن معراج کا اختلاف اس بات کی دلیل بن جائے گا کہ معراج سرے سے واقع نہیں ہوئی اگر ہوتی تو اس سن میں اتنا اختلاف نہ ہوتا۔ ہمارے نزدیک سن معراج کا اختلاف اس بات کی روشن دلیل ہے کہ معراج کے دن تاریخ اور مہینہ کے بارے میں اختلافِ اقوال محض اختلافِ روایات پر مبنی ہیں بیانِ معراج کے اہتمام اور شبِ معراج کی اہمیت سے اس کو متعلق کرنا درست نہیں کیونکہ دن، تاریخ اور مہینہ کو شبِ معراج منانے اور بیانِ معراج کے اہتمام میں دخل ہو سکتا ہے لیکن سن معراج اس اہتمام سے بالکل غیر متعلق ہے لیکن

اس کے باوجود بھی اس میں اختلافِ شدید موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اختلافِ اقوال کو شبِ معراج منانے اور اس کے اہتمام سے کوئی تعلق نہیں اگر بقولِ معترض ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ اختلافِ اقوال اسی وجہ سے ہے کہ سلف کے زمانے میں شبِ معراج منانے کا کوئی رواج نہ تھا اور ان کے نزدیک شبِ معراج کی کوئی اہمیت نہیں تھی تو میں دریافت کروں گا کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ و دیگر عبادات واکثر وبیشتر معاملات میں سلف کے درمیان شدید اختلاف واقع ہوئے مثلاً نماز میں رفع یدین، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام، رکعاتِ وتر، تعداد تراویح، تعین یوم عاشورہ، تکبیرین عیدین وغیرہ بے شمار مسائل میں صحابہ کرام، تابعین، مجتہدین کے درمیان اختلافِ اقوال کسی سے مخفی نہیں تو کیا اس اختلافِ اقوال کی بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سلف صالحین کے زمانہ میں روزہ، نماز وغیرہ کا کوئی رواج نہ تھا اور ان کے نزدیک ان فرائض وواجبات اور امورِ مسنونہ ومستحبہ واعمالِ حسنہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ کوئی ذی ہوش ایسی بات کی جرأت نہیں کرسکے گا معلوم ہوا کہ اختلافِ اقوال عدم رواج یا عدم اہتمام کی وجہ سے نہیں بلکہ اختلافِ روایات کی وجہ سے ہے۔

رجبی شریف

روح البیان اور ماثبت بالسنۃ کی عبارت سے واضح ہے کہ لوگوں میں شب برات منانے کا دستور تھا۔ بالخصوص دیارِ عرب کے باشندے اس مبارک رات کی قدر واہمیت کے قائل تھے۔ دیکھئے روح البیان میں ہے

وھی لیلۃ سبع وعشرین من رجب لیلۃ الاثنین و علیہ عمل الناس. (روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۳)

شب معراج رجب کی ۲۷ تاریخ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔

معلوم ہوا کہ لوگ اس رات کچھ نہ کچھ کرتے تھے اور ماثبت بالسنۃ میں ہے

اعلم انہ قد اشتھر بدیار العرب فیما بین الناس ان معراجہ ﷺ کان لسبع وعشرین من رجب وموسم الرجبیۃ فیہ متعارف بینھم الخ. (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۹۱)

جاننا چاہیے کہ دیارِ عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی معراج شریف ۲۷ رجب کو ہوئی اور رجبی کا موسم عرب میں اہلِ عرب کے درمیان مشہور متعارف ہے۔

اظہارِ افسوس

ہمارے دور میں محافل میلاد شریف کے خوب چرچے ہیں اور ہونے چاہئیں ایک وقت تھا کہ اہل سنت میں معراج شریف کے جلسے رجبی شریف کے نام سے خوب چرچے تھے لیکن افسوس ہے کہ آج کل جلسہ ہائے رجبی شریف

متروک نہیں تو چرچے بھی نہیں۔ خدا کرے اہل سنت میں محافل میلاد شریف کی طرح رجبی کے بھی چرچے ہوں۔ (آمین)

منکرین کے اعتراضات کے جوابات

فلسفیوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک بشر لحہ بھر اتنی طویل مسافت کرے۔ ہم اس کے جوابات عرض کرتے ہیں۔

کنڈی ہلتی رہی اور بستر بھی رہا گرم

محققین نے سیرِ معراج کی توجیہ سرعت سیر سے کی ہے یہاں تک کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی تھے اور یہ بات واضح ہے کہ وہ مسافت جس کو حضور اکرم ﷺ نے معراج کی رات طے فرمایا نہایت دراز تھی حتیٰ کہ حقائق الحقائق میں ہے کہ مکہ شریف سے مقامِ "مَـــا اُوحـــیٰ" تک تین لاکھ سال کی مسافت تھی اور بعض نے پچاس ہزار وغیرہ ذالک کا قول کیا ہے اور بعض نے زمان و مکان بحالہ مان کر مسافت کی طی (سمٹ جانے کا) قول کیا ہے جیسا کہ روح المعانی میں ہے ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایت کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں فقہاء نے بھی اولیاءِ کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ امر شرعاً ممکن ہے فلاسفہ اس کو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت جو مبداء اور منتہی کے درمیان واقع ہے اس سے محاذات واقع نہ ہو اور بعض حضرات نے مسافت برحال اور زمان کی نشر (پھیل جانے) کا قول کیا ہے اور اس سے قائل کا قول ہے کہ ازل سے ابد تک ایک نقطہ ہے حتیٰ کہ ازل اور ابد دونوں میں اس لحاظ سے اعتباری فرق ہے کیونکہ ایک نقطہ میں تجزیہ کیسے ہوسکتا ہے۔

ولیس یفهم ذالک عندی الا المتجرون من جلا بیب اهدانهم وقلیل ما هم

(روح المعانی جلد ۱۵، صفحہ ۱۱)

سید محمد آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ اس عبارت اور مطلب کی حقیقت کو اجسام کے لباس سے متجرد حضرات سمجھ سکتے ہیں اور وہ بہت قلیل لوگ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو کرامات اور معجزات کی حقیقت پرکھنا چاہیے اور کیفیت کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے اس کا باری تعالیٰ جانتا ہے۔ قاعدۂ شرعیہ ہے کہ طی مکان، نشر مکان کی طرح نشر زمان اور طی زمان بھی ہیں تمام تر واقعات کو صوفیہ کرام نے تسلیم کیا ہے۔

آج کل کے سائنسی دور میں معراج کی تائیدات جتنا اجاگر ہورہے ہیں اتنا ہی اس میں شکوک وشبہات بڑھ رہے ہیں۔اسی لئے فقیر ایسے چند حقائق علمیہ پیش کرتا ہے۔

سکونِ نظامِ عالم

مالک الملک کے عرشی مہمان ﷺ جب معراج سے واپس آئے تو وہی آن باقی تھی حتی کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا، وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی تھی۔اس بات کا اندازہ نہیں ہوسکتا کہ فی الحقیقت آپ کو معراج میں کتنا عرصہ لگا ہاں ایک مشہور قول ہے کہ ۱۸ ہزار سال کے عرصہ تک نظامِ عدل سکون میں رہ گیا گو جدید اور قدیم فلسفہ میں منہمک اور نئی روشنی کے خیال کے لوگ اس کو بعید از عقل کہہ دیں مگر معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے کیونکہ معجزہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں انسان عاجز ہوجائے اور عقل حیران رہ جائے خاص کر معراج کے واقعات اول سے آخر تک انوکھے اور نرالے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات حضور اکرم ﷺ کو دکھائے مگر کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر نظامِ عالم کو کس طرح بدستور رہا۔نہ پودے اپنی مقدر سے بڑھ گئے، نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا، نہ کسی زہرو مسافر کی قطع مسافت میں زیادتی، نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے، نہ ناخنوں اور بالوں میں تغیر اور تراخی زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اگر وہ اس میں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جس طرح گھڑی کئی سال بند پڑی رہے تو اس کی سوئیاں اور پُرزے برقرار رہتے ہیں یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے دوست کی آمد پر بند کارخانہ کو چالو کردیتا ہے اسی وقت سب پرزہ جات ملنے شروع ہوتے ہیں اور ریاض الازہار صفحہ ۲۰۶ پر لکھا ہے کہ اس رات کو رب العالمین کا خطاب مستطاب ہوا کہ جبریل علیہ السلام تسبیح وتہلیل موقوف کرکے زاویہ طاعت کو چھوڑ دے اور میکائیل علیہ السلام بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھردے اور اسرافیل علیہ السلام صور اُٹھانا موقوف کردے اور عزرائیل علیہ السلام روحوں کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کردے۔رضوانِ جنت کو چاہیے کہ بہشت کو آراستہ وپیراستہ کرے، دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر وگردش سے باز رہ جائیں حتی کہ جب قربِ تمام جناب خالق انام و حصولِ کلام ودیدار ودیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مراجعت فرمائی تو ہنوز وضو کا پانی بہہ رہا تھا، حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی، بستر مبارک بدستور گرم تھا۔علامہ اقبال فرماتے ہیں

ہو نہ پھول تو بلبل کو ترنم بھی نہ ہو ۔۔۔ چمن میں دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو ۔۔۔ بزمِ توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے　　　　فیض ہستی کی تمش آمادہ اسی نام سے ہے

وقوفِ قمر

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مصر سے جب کنعان واپس جانے کا ارادہ ہو تو چلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانا ان کی وصیت تھی کہ ان کو آبا ؤاجداد کے گورستان میں دفن کیا جائے اور اس وصیت کو مصری لوگوں نے پورا نہ ہونے دیا۔ آپ جب تک اس کو ہمراہ نہ لوگے آپ کو کنعان کا راستہ نہ ملے گا اور سارا قافلہ اس میں پریشان رہ جائے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ کوئی واقف ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کر دے تو اس کو انعام ملے گا۔ ایک بڑھیا حاضر ہو کر کہنے لگی میری چند شرائط قبول ہوں تو میں قبر کا نشان بتلا دوں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرائط دریافت کیئے تو کہنے لگی ایک تو میں نابینا ہوں میری بینائی درست ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں جوان ہو جاؤں، تیسری بات یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی رفاقت میں شاملِ حال رکھنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی سب شرائط کو قبول فرمالیا۔ وہ بوڑھی جوان اور بینا ہوگئی دریائے نیل کے کنارے پر جا کر درمیانِ دریا کے ایک جگہ کی نشان دہی کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق یہاں ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کنارے دفن کیا جاتا تھا وہ کنارہ آباد و شاداب ہو جاتا اور دوسرا کنارہ بالکل برباد اور خراب ہو جاتا تھا اس لئے یہ طے ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریا کے درمیان مدفون کیا جائے تا کہ دریا کے دونوں کنارے آباد ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام تا حال دریا کے درمیان میں مدفون ہیں بڑھیا کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صندوق کی تلاش ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی الٰہ العالمین! چاند کو اسی جگہ ٹھہرا اور غروب ہونے سے روک دے تاوقتیکہ ہم اس کام سے فارغ ہولیں کیونکہ بنی اسرائیل سے ہمارا وعدہ ہے کہ چاند غروب ہوتے وقت سب اکٹھے ہو کر مصر سے کنعان کو چل پڑیں گے اگر چاند پہلے غروب ہو گیا تو لوگوں کو چلنے کے وقت میں ایک تشویش لاحق ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے چاند غروب ہونے سے باز رہ گیا حتیٰ کہ دریائے نیل کے پانی کو ایک طرف کر کے خشکی ظاہر کی گئی پھر کھدائی کی تو ایک ستون برآمد ہوا اس کے ساتھ ایک زنجیر بندھا ہوا نظر آیا پھر اس زنجیر کے بعد ایک آہنی صندوق ظاہر ہوا اس کے بعد سنگ مرمر کا صندوق نمودار ہوا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود مسعود ودیعت تھا پھر وہ صندوق اُٹھا کر چلے تب چاند غروب ہونے لگا۔ (سیرتِ حلبیہ جلد ا صفحہ ۴۲۵)

فائدہ

یہ دس محرم کی رات تھی چاند غروب ہونے سے موقوف رہا۔ اتنی ہی مقدار تک بقایا تہائی رات برقرار رہی اس لئے کہ دسویں شب کا چاند دو تہائی رات کے وقت غروب ہوتا ہے صبح دیر سے نمودار ہوئی سورج کو اپنی حرکت سے باز رکھا گیا اہلِ زمین نیند کے نشہ میں مخمور رہ گئے گویا تمام نظامِ عالم ہی سکون پذیر تھا۔

سفرِ معراج کی تمثیل

یہ عالم کارخانہ قدرت ہے اللہ تعالیٰ اس کا مالکِ حقیقی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے محبوب۔ اگر کوئی شخص کسی بڑے کارخانے کا مالک ہو جس میں ہر قسم کی مشینری لگی ہوئی ہو اور اس سے ہر قسم کا کام ہو رہا ہو کہیں کپاس سے بنولے نکل رہے ہوں، کہیں روئی دھنی جا رہی ہو، کسی مشین میں سوت کا تا جا رہا ہو اور کسی میں کپڑا بُنا جا رہا ہو، کسی حصہ میں آٹا پس رہا ہو اور کارخانہ تیزی سے چل رہا ہو، ہر مشین کا ہر پرزہ اپنا کام کر رہا ہو کہ یکا یک مالک کا محبوب مالک کے بلانے پر آجائے اور اس وقت مالک حکم دے کہ میرے محبوب کے اعزاز میں کارخانہ بند کر دیا جائے اور اسی وقت کارخانہ بند ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ہر مشین اسی وقت بند ہو جائے گی اور سارا کام یکدم رک جائے گا۔ کارخانہ بند ہوتے وقت جتنے بنولے کپاس سے نکل کر نیچے گر چکے تھے وہ اسی طرح پڑے رہیں گے اور جو کپاس کے اندر تھے وہ اس کے اندر ہی رہیں گے۔ بنولہ کا جو دانہ کچھ نکل چکا تھا اور کچھ باقی تھا وہ اسی حال میں ٹھہرا رہے گا۔ روئی، سوت، آٹا اور دانہ ہر چیز اپنے حال پر ٹھہری رہے گی اگر وہ کارخانہ ہزار برس بھی بند پڑا رہے تو کوئی چیز اپنے اس حال سے نہ بدلے گی اور جب کارخانہ دوبارہ چالو ہوگا تو پھر ہر چیز اپنے حسبِ حال تغیر پذیر ہونے لگی جو دانہ درمیان میں ٹھہرا ہوا تھا وہ نیچے گرنے لگے گا، سوت کا جو تار ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تھا آگے بڑھنے لگے گا، روئی کا جو حصہ درمیان میں رکا ہوا تھا باہر آنے لگے گا اسی طرح شب معراج جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بلایا تو اس کارخانہ عالم کو یکدم بند کر دیا سوائے اپنے حبیب ﷺ اور ان چیزوں کے جنہیں حضور اکرم ﷺ نے متحرک پایا۔ تمام کائنات کو اسی طرح ٹھہرایا جس طرح کارخانہ بند ہونے سے اس کی ہر چیز ٹھہر جاتی ہے، چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا، سورج اپنی جگہ رک گیا، زمانے اور زمانیات کی حرکت بند ہو گئی (سوائے ان کے جن کا استثناء ہم عرض کر چکے ہیں) حرارت و برودت اس درجہ پر ٹھہر گئی جس پر وہ بند ہوتے وقت پہنچی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے بستر مبارک کی حرارت بھی ٹھہر گئی جہاں وضو فرمایا تھا وہاں وضو شریف کے پانی کا بہنا بند ہو گیا، حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلتے ہوئے جس جگہ پہنچی تھی وہیں رک گئی جب حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو کارخانہ قدرت بحکم مالک حقیقی فوراً

چالو ہوگیا اور ہر چیز از سرنو اپنے مراحل کو طے کرنے لگی۔ چاند، سورج اپنے اپنے منازل پر چلنے لگے، حرارت و برودت اپنے درجات طے کرنے لگی، جو چیزیں حرکت سے سکون میں آگئی تھیں مائلِ بہ حرکت ہونے لگیں، وضو شریف کا پانی بہنے لگا، بستر مبارک کی حرارت اپنے درجات طے کرنے لگی، حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلنے لگی، کائنات میں کوئی تغیر آیا اور نہ کسی کو احساس ہوا کیونکہ تغیر اور احساس دونوں حرکت کے بغیر ناممکن ہیں اور حرکت کا وجود ہی نہ تھا تو احساس و تغیر کیسے ہوتا؟ (روح المعانی پارہ ۱۵، صفحہ ۱۲، روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۵)

بلال ادھر بھی اُدھر بھی

حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے بلال تیری جوتیوں کی آہٹ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں اس وقت نہ تھے مگر زمین کی آواز حضور اکرم ﷺ نے سنی حضور اکرم ﷺ کے لئے دور کی آواز سننا ثابت ہوا۔ اگر قیامت کے بعد اُن کے چلنے کی آواز مراد ہو تو آواز پیدا ہونے سے پہلے سننا ثابت ہوگا یہ پہلے سے بھی زیادہ کمال کا موجب ہے یا یوں کہوں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر بھی تھے اور حضور اکرم ﷺ کی غلامی کے طفیل اس وقت جنت میں بھی حضور اکرم ﷺ کے آگے چلے جس کی حضور اکرم ﷺ نے آواز سنی تو حضور اکرم ﷺ کے غلاموں کے لئے بیک وقت دو جگہ موجود ہونا ثابت ہوا جن کے غلاموں کی یہ شان ہو ان کے آقا کی شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام مزار میں بھی اور بیت المقدس اور آسمان پر

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب قبر موسیٰ سے گذرے تو موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم شریف) یونہی ہر نبی کا حال ہے کہ ہر نبی اپنی قبر میں زندہ ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ (بیہقی) اور یہی نبی بیت المقدس میں بھی حاضر ہوئے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

قال جبریل صلی خلفک کل شی بعث اللہ عزوجل (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶)

جبریل علیہ السلام نے کہا ہر نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

لیکن جب حضور اکرم ﷺ آسمانوں پر پہنچے تو ساتوں آسمانوں پر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوائد معراج شریف بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ فوائدِ معراج میں سے ایک فائدہ یہ ہے

شھود الجسم الواحد فی مکانین فی ان واحد. (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۶)

یعنی آنِ واحد میں ایک ہی جسم کا دو جگہ حاضر ہونا۔

دوشنبہ مصطفیٰ کا جمعۂ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تامل کو

حل لغات

دوشنبہ، پیر کا دن۔ خوئے عادت، خصلت۔

شرح

سوموار حضور اکرم ﷺ کا حضرت آدم علیہ السلام کے جمعہ سے بہتر اور افضل ہے سوچ والی کو عادت کی حیثیت کے لحاظ سے سکھانے سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ پیر (سوموار) کو امام الانبیاء علیہم السلام سے نسبت ہے اور جمعہ کو آدم علیہم السلام سے اور ظاہر ہے کہ کہاں آدم اور کہاں سید و امام آدم علیہ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

جمعة المبارک

رسول کریم ﷺ نے جمعۃ المبارک کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ کے دن کو اس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

میلادِ حضرت آدم علیہ السلام

جب حضرت آدم علیہ السلام کے یومِ ولادت کی نسبت سے جمعہ کو شرف و فضل حاصل ہے تو اس دن کو فضیلت و عظمت، بزرگی اور برتری کیوں نہ حاصل ہوگی جس میں سید الانبیاء والمرسلین، جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ نیز یہ عظمت و بزرگی ولادتِ باسعادت کے صرف اسی پیر کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یومِ جمعہ کی طرح عام ہوگی (یعنی ہر پیر کا دن بزرگی وعظمت کا حامل قرار پائے گا جیسے ہر جمعہ اپنے اندر خیر وبرکت رکھتا ہے) تاکہ نعمت عظمیٰ کا شکر یہ ادا کیا جاسکے اور فیضانِ نبوت سے بہرہ ور ہوں نیز تاریخ انسانی میں جن واقعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے انہیں زندہ رکھا جائے۔

نکتہ

حضور اکرم ﷺ کی جمعہ کو ولادت نہ ہوئی اس لئے کہ اگر آپ کی ولادت جمعہ کو ہوتی تو سمجھا جاتا کہ آپ کی فضیلت جمعہ کی وجہ سے ہوئی اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ آپ کسی کے طفیل بزرگی سے منسوب ہوں اسی لئے پیر کا انتخاب

ہوا تا کہ معلوم ہو کہ جمعہ کی فضیلت حضور اکرم ﷺ کے طفیل ہے اسی لئے ربیع الاول شریف میں ولادت ہوئی رمضان شریف میں نہ ہوئی تا کہ یقین ہو کہ آپ کے طفیل ہی رمضان المبارک کو فضیلت ہے نہ کہ اس کے برعکس۔

تردید المنکرین

کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ کے منکرین کی عادت کا تجربہ کرلیں کہ وہ آپ کی ہر منسوب بات سے ناخوش ہوں گے مثلاً اسی ولادتِ مبارکہ کے امورِ منسوبہ کو دیکھ لیں اہل سنت اسی دن کو بڑا دن مانتے ہیں اسی لئے اس دن خوشی مناتے ہیں تو اس کا نام عید میلادالنبی ﷺ رکھا تو منکرین کو اعتراض ہوا۔ فقیر نے اس موضوع پر کتاب لکھی "عید میلادالنبی ﷺ عید کیوں"

عید میلادالنبی کے لئے لفظ عید کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اگر عید ہے تو نماز کیوں نہیں؟

جواب

مخالفین کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ عید کا لفظ عیدین کے سوا نہیں اس لئے کہ خود قرآن و سنت میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی عید کا اطلاق موجود ہے کیونکہ عید کا معنی خوشی کا دن ہے اور مسلمانوں کے لئے آپ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر کون سی عید (خوشی) ہو سکتی ہے؟ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ . (پارہ ۷، سورۃ المائدہ، آیت ۱۱۴)

اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن کو اپنی تمام قوم کے لئے عید قرار دے رہے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت خوان کی صورت میں نازل ہوگی۔ آپ تصور کیجئے اس دن کے بارے میں جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رحمۃ للعالمین اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے وہ دن اگر عید کا نہیں تو کون سا دن عید کا ہوگا جب کہ باقی عیدیں اسی دن کے صدقے نصیب ہوئی ہیں

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

فیصلہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام

فقیر نے پہلے عرض کردیا ہے اور آئندہ بھی چند حوالہ جات عرض کرے گا کہ دوشنبہ (سوموار) جمعہ سے افضل ہے اور احادیث مبارکہ میں واضح الفاظ میں جمعہ کو عید بتایا گیا ہے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

یوم الجمعة عید فلا تجعلوا عید کم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبله او بعده.

(المستدرک جلد ۱ صفحہ ۶۰۳)

جمعہ کا دن عید ہے لہٰذا تم اس عید کے دن روزہ نہ رکھو البتہ اس صورت میں جب اس سے پہلے یا بعد روزہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عید جمعہ کے روز ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا

قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان. (المستدرک کتاب الجمعہ)

آج کے دن تمہارے لئے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں۔

فائدہ

مذکورہ حدیث پر شیخ عبدالقادر عطا امام ذہبی کے حوالے سے لکھتے ہیں

قال فی التلخیص صحیح غریب — یہ حدیث صحیح اور غریب ہے

حضرت ایاس بن ابی رملہ الشامی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت معاویہ کے پاس گیا تو ان کے پاس حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے حضرت معاویہ نے ان سے پوچھا

هل شهدت مع رسول الله ﷺ عیدین اجتمعافی یوم ؟قال نعم. قال کیف منع؟قال صلی العید ثم رخص فی الجمعة

کیا آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسی دو عیدوں میں حاضر ہوئے ہیں جو ایک ہی دن میں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں میں حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا آپ نے کیسے کیا تھا؟ انہوں نے بتایا آپ ﷺ نے عید کی نماز ادا کی اور جمعہ میں رخصت عطا کی۔

فائدہ

امام حاکم اس روایت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں

هذا حدیث صحیح الاسناد وان لم یخرجاه وله شاهد علی شرط مسلم. (المستدرک، کتاب الجمعہ)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس کی تائید میں شرائط مسلم کے مطابق شاہد بھی موجود ہے۔

امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے امام حاکم کی تائید کی ہے۔

مسئلہ مسلمہ

یہ مسئلہ مخالفین یعنی منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ کو بھی مسلم ہے کہ جمعہ عید ہی نہیں بلکہ دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) سے افضل بھی ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ان یوم الجمعة سید الایام واعظمها عندالله من یوم الاضحی و یوم الفطر

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الجمعہ)

جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے ہاں تمام سے عظیم سے ہے اور یہ اللہ کے ہاں عید الاضحیٰ اور یوم الفطر دونوں سے افضل ہے۔

آدم علیہ السلام اور جمعہ

جمعہ کی فضیلت کو مخالفین بڑھ چڑھ کر بیان کرتے ہیں اور احادیث مبارکہ میں اس چیز کو بھی واضح کہہ دیا گیا ہے کہ جمعہ کو یہ فضیلت اس لئے ملی ہے کہ اس میں عباداتِ الٰہی کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی باقی دنوں میں دیگر ان اشیاء کو پیدا کیا گیا جن سے انسان استفادہ کرتا ہے اور اس روز خود انسان کو پیدا کیا گیا تو نعمتِ وجود (جو تمام نعمتوں کی اصل ہے) پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا زیادہ اہم ہے لہٰذا اس روز کی عبادت بھی دوسرے ایام سے اولیٰ ہوگی۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فضیلت جمعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

ان من افضل ایاکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض. (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کا وصال ہوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ سے پوچھا گیا

لای شی سمی یوم الجمعة   جمعہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟

آپ نے فرمایا

لان فیھا طبعت طینة ابیک آدم وفیھا الصعقة والبعثة وفی آخر ثلث ساعان منھا ساعة من دعا الله فیھ استجیب لہ. (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد)

اس میں تمہارے باپ آدم کا خمیر تیار ہوا یعنی تخلیق ہوئی اسی میں قیامت برپا ہوگی اور اسی میں دوبارہ اُٹھایا جائے گا اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔

فائدہ

جس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی وہ دن تمام ایام حتیٰ کہ دونوں عیدوں سے افضل قرار پا گیا پھر اس میں ہمیشہ ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔ ظاہر ہے وہ گھڑی وہی ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو آپ خود غور فرمالیں اس دن اور اس ساعت کا کیا عالم و مرتبہ ہوگا جس میں تمام اولین و آخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

حقیقی فضیلت جمعہ

جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ اس رات نبی کریم ﷺ کا نور مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں منتقل ہوا تھا۔

شیخ فتح اللہ بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام احمد بن حنبل کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں

ان لیلة الجمعة افضل من لیلة القدر لانہ فی لیلتھا ھل النور الباھر الشریف فی بطن المکرمة آمنہ. (مولد خیر خلق اللہ صفحہ ۱۵۸)

جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے اس لئے افضل ہے کہ اس رات سرورِ عالم ﷺ کا مقدس و مطہر نور آپ کی والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں جلوہ افروز ہوا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

از امام احمد منقول است کہ گفت شب جمعہ فاضل تراست از شب قدر کہ دردے علق آنحضرت دررحم آمنہ درآمدہ وموجب چندیں خیرات وبرکات دردنیا و آخرت وبرکات در دنیاد آخرت کہ

از حد وحصر خارج ست گشته۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ ۵۷۷)

امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ شب جمعہ شب قدر سے افضل ہے کیونکہ اس رات سرورِ عالم ﷺ کا وہ نور مبارک اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک رحم میں منتقل ہوا جو دنیا و آخرت میں ایسی برکات وخیرات کا سبب ہے جو کسی گنتی وشمار میں نہیں آ سکتا۔

گھر کی گواھی

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی شیخ ہی کے حوالے سے لکھا کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شب جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے بعض وجوہ سے اس لئے کہ اس شب میں رسول عالم ﷺ اپنی والدہ کے شکم طاہر میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کر سکتا۔ (جمعہ کے فضائل واحکام، صفحہ ۴)

فائدہ

جب جمعہ کی رات جس میں نورِ مصطفوی رحمِ مادر میں منتقل ہو رہا ہے وہ شب قدر سے افضل ہے تو اس دن کی فضیلت کا عالم کیا ہوگا جس دن وہ نورِ مبارک آپ کے وجودِ مسعود کی صورت میں دنیا میں ظہور پذیر ہوا کیا اسے عید سے بھی افضل قرار نہیں دیں گے۔

حکایت

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ ابوالطیب محمد بن ابراہیم البستی المتوفی ۳۹۵ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں وہ بارہ ربیع الاول کو ایک مدرسہ کے پاس سے گذرے تو وہاں کے انچارج کو مخاطب کرکے فرمایا

یا فقیه هذا الیوم سرور اصرف الصبیان. (الحاوی للفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۹۷)

اے فقیہ آج خوشی کا دن ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو۔

فائدہ

امام قسطلانی شارحِ بخاری ربیع الاول میں امت مسلمہ کے معمولات محافل میلاد کا انعقاد، صدقہ وخیرات کرنا، تذکرۂ ولادتِ نبوی اور اس کی برکات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں

فرحم الله امر ا اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیاداً فیکون اشد علة علی من فی قلبه

مرض. (المواہب الدنیہ جلد ا صفحہ ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سلامت رکھے جس نے آپ کی میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید منا کر ہر اس شخص پر شدت کی جس کے دل میں (مخالفت کا) مرض ہے۔

شیخ فتح اللہ بنانی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیلۃ المیلاد کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے اسلاف کا یہ قول نقل کرتے ہیں

یجب علی امۃ التی رفعھا اللہ بہ علی الامم ان یتخذوا لیلۃ ولادتہ عیداً من اکبر الاعیاد.

(مولد خیر خلق اللہ صفحہ ۱۶۵)

اس دن کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا کی لہٰذا امت پر لازم ہے کہ وہ اس رات کو سب سے بڑی عید کے طور پر منائیں۔

امام ابن الحاج المتوفی ۷۳۷ھ ماہِ ربیع الاول کی عظمت و شان اور اس میں خلافِ شرع امور پر تنبیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین کی صورت میں ہمیں جس عظیم نعمت سے نوازا ہے اس پر ضروری تھا کہ بطورِ شکر ہم پر کوئی عبادت لازم قرار دی جاتی مگر یہ رحمت مصطفویٰ کا صدقہ ہے کہ ہمیں اس کا مکلّف نہیں ٹھہرایا گیا۔

وما ذاک الا لرحمۃ ﷺ بامۃ ورفقۃ بھم لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یترک العمل خشیۃ ان یفرض علی امۃ رحمۃ منہ کما وصفہ المولی سبحانہ وتعالیٰ فی کتابہ حیث قال

”بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ“ (المدخل جلد ۲ صفحہ ۲)

اس کی وجہ امت پر نبی کریم ﷺ کی رحمت و شفقت ہے اسی لئے آپ بہت سے معاملات کو ترک کر دیتے تھے کہ کہیں امت پر لازم نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی شفقت کا تذکرہ قرآن میں یوں کیا ہے ہے کہ آپ مومنین پر نہایت ہی مہربان اور رحیم ہیں۔

اس کے بعد خود مذکورہ سوال ذکر کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہوئے اپنی سابقہ عبادت کا حوالہ دیتے ہیں۔

سوال و جواب امام صاحب کی زبانی ملاحظہ کیجئے

فان قال قائل قد خص یوم الجمعۃ بصلاۃ الجمعۃ والخطبۃ وغیر ذالک مما ھو مختص بہ فالجواب

ما تقدم من انه علیه الصلاۃ والسلام ما یخصه فی نفسه الکریمة یخفف فیه الامر عن امته فلا یکلفهم فیه زیادة عمل لان المولی سبحانه وتعالی لما اخرجه الی الوجود فی ھذا الیوم المعین لم یکلف الامة فیه زیادة عمل اکراما لنبیهﷺ بالتخفیف عن امته بسبب عنایة وجوده فیه قال اللہ سبحانه وتعالی فی محکم التنزیل ومآارسلناک الا رحمة للعالمین فھو علیه الصلاۃ والسلام رحمة للعالمین عموما ولامته خصوصا ومن جملة ذلک وعدم التکلیف کما تقدم(المدخل جلد۲صفحہ۳۰)

اگر کوئی یہ سوال اُٹھائے کہ جمعہ کے دن تو نمازِ جمعہ اور خطبہ وغیرہ لازم ہے اگر یہ اس سے افضل ہے تو اس میں کوئی اضافی عبادت کیوں نہیں؟ اس کا جواب وہی ہے جو گذر چکا کہ نبی کریمﷺ نے اپنی امت پر تخفیف فرماتے ہوئے اس دن میں کسی عبادت کا اضافہ نہیں کیا اور نہ امت کو مکلّف بنایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب اس مبارک دن میں آپ کی ذاتِ اقدس کو وجود بخشا تو آپ کے اکرام واحترام کی خاطر امت پر تخفیف فرماتے ہوئے کسی اضافی عمل کو لازم نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک وجود کو سراپا رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا اے حبیب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت تمام مخلوق کے لئے خصوصی ہے آپ کی رحمتوں اور شفقتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن اللہ تعالیٰ نے کسی اضافی عبادت کا حکم نہیں دیا۔

امام احمد قسطلانی لیلۃ المیلا د کی فضیلت اور اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

واذاکان یوم الجمعة الذی خلق فیه آدم علیه السلام خص بساعة لا یصاد فیھا عبدالمسلم یسال اللہ فیھا خیرا لا اعطاہ ایاہ فما بالک بالساعة التی ولدفیھا سید المرسلین ولم یجعل اللہ تعالیٰ فی یوم الجمعة المخلوق فیه آدم من الجمعة والخطبة وغیر ذالک اکراماً لنبیه ﷺ . بالتخفیف عن امة بسبب عنایة وجودہ قال تعالیٰ ”وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ “ ومن جملة ذلک وعدم التکلیف . (المواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۱۴۲)

وہ جمعہ کا دن جس میں آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس میں ایک خصوصی گھڑی ہے جس میں کوئی مسلمان جس شے کی دعا کرے وہ اسے عطا کی جاتی ہے تو اس گھڑی کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا جس میں تمام رسولوں کے سردار کی تشریف آوری ہوئی اور یومِ میلاد میں یومِ جمعہ کی طرح جمعہ یا خطبہ وغیرہ لازم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے وجودِ رحمت کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اسی رحمت کا

ایک اظہار یہ بھی ہے کہ کسی عبادت کا مکلّف نہیں بنایا۔

وفورِ شانِ رحمت کے سبب جرأت ہے اے پیارے
نہ رکھ بہر خدا شرمندہ عرض بے تامل کو

حل لغات

وفور،وافر ہونا۔کثرت،زیادتی۔

شرح

اے محبوب پیارے ﷺ اپنی رحمت بے پایاں کے صدقے فی سبیل اللہ غلام کے بے سوچے عرض کو شرمندہ نہ فرما اسے اپنے مقاصد میں بہرہ ور فرما۔اگر مقاصد میں کامیابی نہ ہوئی تو میری شرمندگی کے علاوہ مخالفین بھی ہنسیں گے کہ لو دیکھو فلاں غلامی کا دم بھی بھرتا ہے لیکن مقاصد میں ناکام ہے۔

پریشانی میں نام ان کا دل صد چاک سے نکلا
اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے توسل کو

شرح

دل سو ٹکڑے ہونے سے پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مَیں نے جب اس پیارے محبوب ﷺ کا نامِ اقدس لیا تو دعا کی قبولیت اس وسیلہ کو کنگھا کرنے یعنی سنوارنے کے لئے استقبال کو آئی یعنی بارگاہ خداوندی میں جو نہی وسیلہ حبیب خدا ﷺ پیش کیا جائے تو یقیناً دعا مستجاب ہوتی ہے۔

اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے یہاں چند اور حوالے عرض کر دوں۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت حاتم اصم بلخی (بہت بڑے مشہور بزرگ ہیں انہوں نے تیس برس ایک قبہ میں چلہ کیا اور اس عرصہ میں بے ضرورت کسی سے بات نہیں کی) جب حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو عرض کیا

یارب انا زرنا قبر نبیک فلا تردنا غائبین فنودی یاھذا ما اذ فالک فی زیارۃ قبر حبیبنا الا وقد قبلناک فارجع انت ومن معک من الزوار مغفورالکم (زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۳۰۷)

اے رب! ہم نے تیرے نبی کی قبر انور کی زیارت کی ہے تو اب ہمیں نامراد نہ لوٹانا! غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تمہیں اپنے حبیب کی قبر کی زیارت نصیب ہی اس لئے کی کہ تمہیں قبول کریں۔ جاؤ ہم نے تمہیں اور جتنے زوار اس وقت

تمہارے ساتھ ہیں سب کو بخش دیا۔

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری وصاحب مواہب الدنیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اس قدر سخت بیمار ہوا کہ طبیب علاج سے عاجز ہو گئے اور کئی سال تک مسلسل بیمار رہا تو مورخہ ۲۸ جمادی الاول ۸۹۳ھ کو میں نے حضور اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا اسی دن خواب میں دیکھا کہ

رجل معه قرطاس يكتب فيه هذا دواء لداء احمد ابن القسطلانی من الحضرة الشريفة بعد الاذن الشريف النبوی ثم استيقظت فلم اجدبی والله شيئا مما كنت اجده وحصل الشفا ببركة النبی المصطفیٰ ﷺ . (زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۳۱۸)

ایک آدمی ہے جس کے ہاتھ میں کاغذ ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ دوا احمد بن القسطلانی کی بیماری کے لئے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے آپ کے ارشاد عالی کے بعد عطا ہوئی ہے جب میں بیدار ہوا تو ایسا تندرست تھا کہ مرض کا اثر تک بھی نہ پاتا تھا برکتہ النبی المصطفیٰ ﷺ۔

اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ ایک واقعہ سے پہلے بھی مجھے ۸۸۵ھ میں پیش آیا تھا جب کہ میں زیارتِ قبر شریف کے بعد واپس جارہا تھا۔ وہ یہ تھا کہ راستہ میں ایک حبشی ہرن نے میری خادمہ کے ٹکر ماری جس سے وہ گر گئی اور کئی دن تک سخت تکلیف میں مبتلا رہی

فاستغثت به ﷺ فی ذلک فاتانی اٰت فی منافی ومعه الجنی الصارع لها فقال لقد ارسله لک النبی ﷺ فعا تبته وحلفته لا یعود الیها ثم استیقظت لیس بها قلبة. (زرقانی جلد ۸ صفحہ ۳۱۸)

تو میں نے اس معاملہ میں حضور اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ہیں جن کے ساتھ ایک جن ہے جس نے بصورتِ ہرن خادمہ کو ٹکر ماری تھی وہ آدمی کہنے لگے کہ اس جن کو حضور اکرم ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور میں نے اس کو ملامت کی ہے اور قسم دی ہے کہ پھر کہیں ایسی حرکت نہ کرنا پھر میں بیدار ہوا تو اس خادمہ پر کچھ بھی تکلیف کا اثر نہ تھا۔

حضرت محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے باپ کے پاس اسی دینار بطورِ امانت رکھ کر جہاد کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ اگر تمہیں ضرورت پیش آئے تو خرچ کر لینا میں واپس آ کر لے لوں گا۔ میرے باپ نے اشد ضرورت پیش آنے پر وہ سب کے سب خرچ کر ڈالے۔ جب وہ شخص واپس آیا تو اس نے مطالبہ کیا اور باوجود

اس کے کہ میرے باپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا کل ادا کرنے کا وعدہ کرلیا۔

وشب در مسجد شریف نبوی ﷺ بیتوتت کردوزمانے در حضورشریف و گاھے پیش منبر استغاثہ نمود وفریاد کردناگاہ درتاریکیٔ شب مردے پیداشد وصرۂ ھشتاد دینار بدست دے داد مبلغ رابآں مرد بداد وازرجت مطالبہ خاص یافت۔ (جذب القلوب صفحہ ۲۲۲، وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۱۳۸۰)

اور رات مسجد نبوی شریف ﷺ میں اس طرح گذاری کہ کبھی تو قبر انور کے پاس اور کبھی منبر شریف کے پاس استغاثہ و فریاد کرتے۔ ناگاہ رات کی تاریکی میں ایک مرد ظاہر ہوئے اور اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دے کر چلے گئے۔ صبح کو میرے باپ نے ادائیگی کر کے خلاصی پائی۔

امام ابوبکر المقری فرماتے ہیں کہ میں اور (امام) طبرانی اور ابوالشیخ تینوں حرم مدینہ طیبہ میں تھے دو دن روزہ رکھا اور کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب بھوک نے رات کو ہم پر غلبہ کیا تو میں نے قبر انور پر حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ "الجوع" (بھوک) اور واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک علوی مرد دو غلاموں کے ساتھ دو زنبیلوں میں کھانا لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے ہم نے کھایا جو بچا تھا وہ بھی انہوں نے ہمارے پاس چھوڑ دیا۔

وگفت اے قوم شما شکایت پیش رسول اللہ ﷺ کردید ھمیں ساعت آنحضرت رادر خواب دیدم کہ مرا فرمود تاچیزے برشما حاضر آوردم۔ (جذب القلوب صفحہ ۲۲۲، وفا الوفا جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

اور فرمایا تم لوگوں نے (جس وقت) حضور اکرم ﷺ نے سامنے (اپنی بھوک کی) شکایت کی اسی وقت میں نے حضور کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے فرمایا کہ کچھ کھانا میں تمہارے پاس پہنچاؤں۔

رضا یہ سبزۂ گردوں ہیں کوتل جس کے موکب کے
کوئی کیا لکھ سکے اس کی سواری کے تجمل کو

حل لغات

کوتل، بن سوار کا گھوڑا، جلو کا گھوڑا، خاص گھوڑا۔ موکب، شکر، فوج۔ تجمل، حسن کی آرائش، ٹھاٹ بھاٹ، دھوم دھام۔

شرح

اے امام احمد (رضا) قدس سرہ یہ آسمان حضور اکرم ﷺ کے لشکر کے بن سوار گھوڑا ہے پھر آپ کی سواری خاص جس

پر خود سوار ہوں اس کے ٹھاٹ بھاٹ اور حسن و آرائش کا بیان کون کر سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سواریاں اقدس

حضور اکرم ﷺ کی دنیوی سواریوں کی تعداد اور اسماء مشہور ہیں۔ شب معراج کی سواری براق کا ذکر فقیر نے اسی شرح کی جلد سوم میں تفصیل سے عرض کیا ہے۔

رفرف

اس کا لغوی معنی بچھونا ہے شب معراج بھی رفرف ایک سبز رنگ بچھونا جو سورج سے زیادہ روشن اور تخت رواں کی طرح اڑنے والا تھا اور اتنا گرجدار آواز سے تسبیح و تہلیل کرتا جو ملکوت میں گونجتا۔ جب حضور اکرم ﷺ تنہا روانہ ہوئے اور حجاباتِ ظلمت و نور قطع فرماتے ہوئے مقامِ ستوی میں پہنچے اس وقت براق برق رفتار چلنے سے عاری ہوا اور رف رف آ کر عرش تک حضور اکرم ﷺ کی سواری ہوا

پاؤں جو براق سے اتارا ۔۔۔۔۔ رف رف وہیں آنکر پکارا

گر برسر وچشم من نشینی ۔۔۔۔۔ نازت بکشم کہ نازنینی

دوسری روایت میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے اس مقام پر حضور کی رفاقت چھوڑی۔ میکائیل نے آ کر زمین ادب چومی اور شرط تحیۃ بجالا کر عرض کیا یا رسول اللہ اب وقت میری خدمت کا آیا اور حضور کو اپنے پروں پر بٹھا کر دریاہائے ناپیدا کنار و آتشیں بجا کر طے کرتا ہوا حجاباتِ عرش تک پہنچا اور وہاں سے آگے نہ بڑھ سکا عذر خواہی کر کے رخصت ہوا کہ اسرافیل نے آ کر شرائط و تسلیم و مراسم تعظیم ادا فرمائے اور حضور کو اپنے بازوؤں پر بٹھا کر اُن پردوں اور ان کو دریاؤں میں قطع کر کے تا حجاب قدرت و عظمت پہنچا اور آگے جانے سے عذر خواہ ہوا کہ رف رف آیا اور اُس نے ایک آن میں حضور کو ساقِ عرش کے پاس پہنچایا۔

عرش کے قریب

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں ساقِ عرش کے قریب پہنچا بیشمار حجاب آئے منجملہ ان کے ستر ہزار پردہ سونے اور ستر ہزار چاندی اور ستر ہزار مروارید سفید اور ستر ہزار زمرد سبز کے اور ستر ہزار یاقوت سرخ کے اور ستر ہزار ظلمت اور ستر ہزار پانی اور ستر ہزار ہوا اور ستر ہزار آگ کے تھے اور بعد ہر پردے کا دوسرے سے ہزار سالہ راہ تھی پس رف رف نے ان سب حجابوں کو طے کر کے پردہ دارانِ عرش تک پہنچایا اور ہر پردے کے ستر ہزار سلسلے اور ہر سلسلے کو ستر

ہزار فرشتے اپنی گردنوں پر اُٹھائے ہوئے تھے اور بزرگی ہر فرشتے کی اتنی تھی کہ ایک کاندھے سے دوسرے کاندھے تک ہزار سالہ راہ تھی اور ان پردوں میں بعض یاقوت سرخ کے بعض مروارید کے بعض جواہر کے تھے اور ہر پردے پر ایک ایک فرشتہ ملازم تھا اور ہر فرشتے کے ستر ہزار فرشتے اور تابع تھے۔ رف رف نے ان پردوں کو بھی طے کیا یہاں تک کہ مجھ میں اور عرش میں صرف ایک پردہ باقی رہ گیا کہ رف رف قدم کے نیچے سے غائب ہوگیا اور ایک جانور مثل گھوڑے کی ایک دانہ مروارید کا نور اُس کے منہ سے ٹپکتا ہوا نظر آیا اور اس نے کاندھا دے کر عرشِ معلیٰ تک پہنچایا۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاندھا دیا

حضرت محبوبِ سبحانی، قطب یزدانی، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو معراج ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کی ارواح کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا جب حضور اکرم ﷺ عرشِ مجید کے پاس پہنچے تو اس کو بہت اونچا پایا جس پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کا ہونا ضروری تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری روح کو بھیجا میں نے سیڑھی کی جگہ اپنے کندھے رکھ دیئے جب آپ نے میرے کندھوں پر اپنے قدم مبارک رکھنے کا ارادہ کیا تو میرے بارے میں دریافت کیا تو الہام ہوا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اس کا نام عبدالقادر ہے اگر آپ خاتم النبیین نہ ہوتے تو تیرے بعد عہدۂ نبوت انہیں عطا ہوتا اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

نیز حضور محبوبِ سبحانی، قطب یزدانی، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی نے ارشاد فرمایا کہ جب نبی پاک ﷺ کو معراج ہوئی اور سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو جبریل امین علیہ السلام پیچھے رہ گئے اور عرض کی اے محمد ﷺ اگر میں ذرہ برابر بھی آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہوجاؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ میری روح کو حضور اکرم ﷺ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے بھیجا تو میں نے زیارت کی اور نعمت عظمیٰ اور ولایت اور خلافت کبریٰ سے بہرہ اندوز ہوا میں حاضر ہوا تو مجھے براق کی جگہ کھڑا کیا گیا اور میرے نانا رسول اللہ ﷺ میری لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ کر سوار ہوئے حتی کہ مقامِ "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی" پہ جا پہنچے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے یہ قدم تیری گردن پر ہیں اور تیرے قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا

جس کی منبر بنیں گردنِ اولیاء　　اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

یہ تمام بیانات گلزارِ کرامات میں ہیں۔

انتباہ

یہ کشفی روایات ہیں یہ ایسے ہے جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اور اپنے والد گرامی کے مکشوفات ''الدر ثمین فی مبشرات النبی الامین'' میں جمع فرمائے ہیں۔

نعت شریف ۴۷

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھلا دے وہ رُخ اے مہر فروزاں ہم کو

شرح

ہمیں تو آپ کی یاد میں اب تن بدن اور جان کی ہوش تک نہیں۔ محبوب کریم ﷺ پھر وہی چہرۂ انور مہر افروز کی زیارت سے سرفراز فرمادو۔

زیارتِ حبیب ﷺ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مصرعۂ ثانی پر دکھلا دے میں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو حبیب کریم ﷺ کی زیارت کا شرف بارہا نصیب ہوا بیداری میں بھی خواب میں بھی ان میں سے ایک آپ کی کرامت کے ابواب میں ہے کہ ''جبلپور قیام کے زمانے میں ایک بار اعلیٰ حضرت محفلِ میلاد شریف میں سرورِ عالم ﷺ کے فضائل و کمالات بیان فرما رہے تھے اسی دوران یکا یک منبر سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور صلوٰۃ و سلام کرنے لگے لوگوں کو حیرت ہوئی کہ بیچ تقریر میں اچانک یہ کیا ہو گیا؟ تھوڑی دیر کے بعد پھر تقریر شروع کی اور جلسہ ختم ہوا۔ بعد اجلاس مولانا مفتی برہان الحق صاحب اور ایک مرد صالح دو بزرگوں نے الگ الگ نشستوں میں بیان کیا درمیانِ تقریر ہماری آنکھ لگ گئی ہم نے ایک عجیب جلوۂ نور دیکھا جو پوری فضا کو محیط کرتا ہو جا رہا تھا اسی میں ہم محو تھے کہ صلوٰۃ و سلام کی آواز کانوں میں آنے لگی جسے سن کر آنکھ کھل گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا یہ سرکار کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی لوگوں نے اب سمجھا کہ درمیانِ تقریر اچانک منبر سے اتر کر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا سبب کیا تھا؟''

ان عرفانی آنکھوں نے بیداری میں جلوۂ نورانی ملاحظہ فرمایا باادب کھڑے ہو کر نذرانہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے لگے ایسا ہی واقعہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک وعظ میں پیش آیا تھا۔

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

شرح

بڑی مدت تک آپ کے حضور حاضری کا ہمیں موقعہ نصیب نہیں ہوتا لیکن ہماری خوش قسمتی ہی ہے کہ جلوۂ محبوب ﷺ نے ہمیں خودرفتہ بنا دیا کہ اب ہمیں بغیر آپ کی یاد کے اور کوئی کام نہیں ہے۔

جس تبسم نے گلستان پر گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گُلِ خنداں ہم کو

شرح

جس تبسم گرامی نے ہمیں آپ کا گرویدہ کیا اور ہماری زندگی بہار آپ کے عشق میں قربان ہوئی آرزو تمنا ہے کہ وہی ادائے گُلِ خنداں پھر دکھایئے۔

تبسم کی عادت پر لاکھوں سلام

حضور اکرم ﷺ عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔ تبسم مبادیٔ ضحک سے ہے اور ضحک کے معنی چہرہ کا انبساط ہے یہاں تک کہ خوشی سے دانت ظاہر ہو جائیں اگر آواز کے ساتھ ہو اور دور سے سنا جائے اسے قہقہہ کہتے ہیں اگر آواز تو ہو اور دور سے نہ سنا جائے تو ضحک کہتے ہیں اگر بالکل آواز نہ پائی تو اسے تبسم کہتے ہیں۔ پس یوں سمجھئے کہ حضور اکثر اوقات تبسم کی حد سے تجاوز نہ فرماتے شاذ و نادر ضحک کی حد تک پہنچتے کیونکہ کثرتِ ضحک دل کو ہلاک کر دیتی ہے اور قہقہہ کبھی نہ مارتے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ (سیرتِ رسول عربی)

احادیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنیتین اذا تکلم رءی کالنور یخرج من بین ثنایاہ.

(دارمی مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۸)

کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کے دندانِ مبارک کشادہ تھے جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ان النبی ﷺ اذا ضحک یتلا لؤ فی الجدر(بزار وبیہقی)

کہ جب نبی کریم ﷺ خندہ فرماتے (تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں) جن سے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ماکان ضحک رسول اللہ ﷺ الا تبسماً (ترمذی کتاب المناقب)

کہ رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا سوائے تبسم کے نہ تھا۔

گم شدہ سوئی

سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کنت اخیط فسقطت منی الابرة فطلبتها فلم اقدر علیها فدخل رسول اللہ ﷺ فبنت الا برة یساع نور وجهه فاخبرته. (رواہ ابن عساکر، ابن عساکر جلد ۱ صفحہ ۶۲)

اسی حدیث کا ترجمہ فرمایا امام احمد رضا قدس سرہ نے

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے ‏ ‏ ‏ ‏ شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

انتباہ

حضور اکرم ﷺ حسی نور بھی تھے اور معنوی بھی اور حسی نور بطورِ خرق عادت واضح طور پر نمایاں محسوس ہوتا اور یہ صرف دندانِ مبارک یا چہرۂ اقدس کی تخصیص نہیں بلکہ آپ کا تمام جسم نور علیٰ نور تھا۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

وفی شمائل محمدیه قالت حلیمه ماکنا نحتاج الیٰ سراج من یوم اخذناه لان نور وجهه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکان جئنا به فتنورت الامکنه ببرکة ﷺ انتهی

(تفسیر مظہری جلد ۶ صفحہ ۵۴۸)

اور شمائل محمدیہ میں ہے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جس دن سے ہم نے حضور اکرم ﷺ کو لیا اس دن سے ہمیں چراغ کی حاجت نہ رہی اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کا نور چراغ سے زیادہ روشن تھا چنانچہ جب کسی جگہ ہمیں چراغ کی ضرورت ہوتی تو وہاں ہم حضور اکرم ﷺ لے آتے اور اس مکان کی ہر جگہ حضور اکرم ﷺ کی برکت سے روشن و منور ہو جاتی۔

کاش آویزہ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

حل لغات

آویزہ، بندا، کان میں پہننے کا ایک زیور۔قندیل، ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ کو لٹکاتے ہیں۔

شرح

کاش قندیل مدینہ اقدس کا بندا ہو وہ دل جس کے عشق کی سوزش نے ہمیں رشکِ چراغاں بنایا ہے یعنی ہمارے قلوب جب کے عشق حبیب ﷺ سے سرشار ہوئے تو اب ہمارا یہ حال ہے جملہ عالم کے چراغ ہمارے قلوب کی نورانیت کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں۔

عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

شرح

اے محبوبِ سرورِ دو عالم ﷺ جیسے آپ عرشِ معلیٰ پہ تشریف لے گئے اور اسے اپنی پیاری اور نازنین رفتار سے اپنے قدموں سے نوازا۔اے سروِ خراماں اسی طرح دو قدم چل کر ہمارے سامنے بھی نظارہ دکھائیے۔

نعلین سمیت

حضور اکرم ﷺ عرش پر نعلین سمیت تشریف لے گئے اس بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کہنا عرش کی ہتک اور توہین ہے میں کہتا ہوں اس طرح کہنا عشق کی دل آزاری ہے اسی لئے عاشق کو تو محبوب کی ہر شے پر اس کی ہر شے قربان ہوتی ہے۔اگر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتے سے بہشت کی توہین نہیں تو ان کے آقا ﷺ کے جوتے سے عرش کی توہین کیوں جبکہ جنت کوئی معمولی مقام نہیں۔علماءِ و مشائخ نے اس بارے میں صراحۃً فرمایا ہے۔روح البیان جلد ا صفحہ ٦ ا سورۃ طٰہٰ میں آیۃ کریمہ ہے "فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ا اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی" کی تفسیر میں لکھا ہے

وقیل للحبیب تقدم علی بساط العرش بنعلیک لیتشرف العرش بغبار لغال قدمیک ویصل نور العرش یا سید الکونین الیک

حبیب کو کہا گیا آپ ﷺ عرش کی بساط پر اپنے نعلین سمیت آئیں تا کہ عرش آپ کی جوتیوں کے غبار کے ساتھ شرف

وعزت حاصل کرے اور اے سید الکونین ﷺ عرش کا نور بلا واسطہ آپ تک پہنچے۔

اس کے آگے علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ مقامِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام مقامِ موسوی سے از بس بلند ہے اسی لئے بادشاہوں کے دربار کے آداب کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا اس لئے کہ بادشاہوں کے دربار میں غلام برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں اسی لئے حضور اکرم ﷺ کو جوتا اتارنے کا حکم نہ ہوا کیونکہ آپ محبوب ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نعلین سمیت عرش پر تشریف لے گئے۔

ازالۂ وھم

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نفس مسئلہ کا انکار نہیں کیا حدیث کی سند پر تنقید فرمائی ہے اور آپ اپنے اسلاف کے خلاف کیسے انکار کر سکتے ہیں جب کہ اسلاف اس کے منکر نہیں جیسا کہ اوپر حوالہ گذارا اور مزید تفصیل فقیر کی کتاب ''معراج مصطفیٰ'' میں ملاحظہ ہوں۔

نکتہ

فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے کہ معراج کی حیثیت اسی خصوصیت سے تھی جو حضور اکرم ﷺ کی صورِ مبارکہ پر مبنی تھی مثلاً بشریت، ملکیت، حقیقت، عرش کی معراج صورۃ ملکی تھی تو جو کیفیت جسم مبارک کی صورتِ ملکی کی ہوگی نعلین اقدس کی بھی وہی ہوگی اس میں عرش کی توہین کا تصور ایک غلط تصور ہے ہاں نعلین کا ذکر احادیث میں صراحۃً نہیں بقاعدہ عدم ذکر ''الشئی لاینا فی وجودہ'' کے مقصد کے خلاف نہیں۔ اگر یہی بات تسلیم کر لی جائے تو بہشت میں بھی حضور اکرم ﷺ کے جوتے سمیت جانے کا انکار کیجئے کیونکہ وہاں بھی جوتے شریف کا ذکر نہیں مثلاً حدیث میں ہے

حتی دخلت الجنة فاذا فیھا مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر الحدیث. (ابن جریر، پارہ ۵، صفحہ ۱۱)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو یکا یک اس میں وہ تمام نعمتیں تھیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا۔

دوسری حدیث میں ہے

واللہ مانزل عن البراق حتی رای الجنة والنار وما اعداللہ فی الاخرة اجمع

یعنی حضور اکرم ﷺ براق سے نہیں اترے یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ نے جنت و نار اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو کچھ

تیار کررکھا ہے سب کچھ نہ دیکھ لیا آخرت کی ہر شے حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمائی۔

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلادے شرِر آتش پنہاں ہم کو

شرح

میں محبوب پاک کا پروانہ ہوں لیکن دور رہوں نا معلوم یہ دوری کب تک رہے گی اس کا حل یوں ہے کہ مخفی آگ کی چنگاریاں آکر ہمیں جلا دیں اس کی ترجمانی کسی شاعر نے یوں کی ہے

یا دل مدینہ جا پہنچے یا دل میں مدینہ آجائے

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ پاک کی حاضری کی آرزو کرتے ہیں عرض کی بہتر ہے کہ مدینہ اقدس کی حاضری ہو جائے ورنہ پھر محبوب کریم ﷺ چپکے سے زیارت سے نوازیں بیداری میں یا خواب میں اور یہ آرزو پوری ہوئی کہ آپ مدینہ پاک بھی دو بار حاضر ہوئے اور دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھی نوازے گئے بیداری میں بھی جیسا کہ ابھی گذرا اور خواب میں تو بار ہا۔ واللہ اعلم

خوف ہے سمع خراشی سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو

حل لغات

سمع خراشی (مونث فارسی عربی مرکب) کان چٹی، کان کھانا۔ نالۂ فریاد، واویلا۔ افغان، فریادزاری۔

شرح

طیبہ پاک کی سمع خراشی کا خوف نہ ہوتا تو میں مدینہ پاک میں جا کر خوب چیختا چلاتا صرف سگانِ طیبہ کا ادب مانع ہے ورنہ کیا ہمیں آہ وزاری اور فریاد کے طریقے معلوم نہیں۔ خوب معلوم ہیں لیکن ہم دکھ و مشقت برداشت کر سکتے ہیں لیکن ادب کا دامن نہیں چھوڑتے۔

سگانِ طیبہ

اہل سنت کا شیوۂ ادب سارے ملکوں میں مشہور ہے یہاں تک آج کے دور میں حرمین طیبین جا کر آنکھوں سے دیکھیں کہ پاک و ہند کے زائرین نمایاں نظر آئیں گے۔ ہر ملک کا باشندہ ان کی طرزِ ادا (ادب) کو دیکھ کر خود بخود سمجھ جاتا

ہے کہ یہی ہندو پاک سے تعلق رکھتا ہے بلکہ ہمارے مخالفوں کے سردار داؤد غزنوی کے ملفوظات شاہد ہیں کہ وہ بر ملا کہتا تھا کہ عشق وادبِ رسول ﷺ سیکھنا ہو تو بریلوی (سنی مسلمان) کی صحبت اختیار کرو۔ اسی قاعدہ پر ہمیں مدینہ پاک کی ہر شے محبوب ہے اور ''سگانِ طیبہ'' سے خصوصیت اس لئے ہے کہ وہ بھی موذی ہو کر مدینہ پاک میں رہ کر بہت بڑا با ادب ہے۔

حکایت

سابق دور میں باب السلام کے قریب ہی بازاریں تھیں یہاں ایک کتے پر کسی کا پاؤں پڑا تو وہ کتا بجائے کاٹنے یا چیخنے چلانے کے آرام سے پڑا رہا جس کا کتے پر پاؤں پڑا وہ ولی اللہ تھا۔ کتے سے کہا کہ کمال ہے کہ میرے ایذاء سے تم چونکے تک نہیں کتے نے جواب دیا آپ حضرات حبیب خدا ﷺ کے مہمان ہیں اس لئے میرا فرض بنتا ہے کہ میں مہمانِ مصطفیٰ ﷺ کا ادب کروں۔ آج بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ مدینہ پاک کی آبادی بڑھ جانے کے باوجود گلی کوچوں میں سگانِ طیبہ کی زیارت ہو جاتی ہے لیکن غور فرمائیں کہ وہ زائر مدینہ پاک کو ایذا تو بجائے خود آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھیں گے صرف اس خیال پر کہ یہ زائر نہ سمجھے کہ اسے کچھ اذیت کا پروگرام ہے۔

خاک ہو جائیں درِ خاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سرو ساماں ہم کو

شرح

ہم محبوبِ خدا ﷺ کے درِ اقدس کے خاک ہو جائیں یہی حسرت ہے کہ ہم یہاں یونہی مٹ جائیں ہمارا یہی دارین کا سرمایہ ہے۔ اے اللہ ایسے سرمایہ سے ہمیں بے سرو سامان نہ لوٹا بلکہ ہماری آرزو کے مطابق ہمیں ایسا سرمایہ عطا فرما دے اور درِ مصطفیٰ ﷺ میں ہمیں مٹنا نصیب ہو جائے۔

خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشتِ دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

شرح

مدینہ پاک کے صحرا مبارک کے کانٹے کہیں ختم نہ ہو جائیں کہ ہزاروں عشاق انہیں دل پر سجانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اس لئے اب وحشتِ دل تو گھبرا کر طیبہ کے جانے کے بجائے کوہ و بیابانوں میں مجھے نہ پھرا بلکہ جلد از جلد مجھے مدینہ طیبہ پہنچا دے تا کہ میں بھی صحرائے مدینہ کے کانٹے اقدس لے کر دل پر سجاؤں۔

تنگ آئے ہیں دوعالم تری بیتابی سے
چین لے دے تب سینۂ سوزاں ہم کو

شرح

اے حبیب ﷺ دونوں عالم آپ کے ہجروفراق کی بے تابی سے بے چین ہے ہمارے سینے جوعشق کی تپش سے جل رہے ہیں انہیں دیدار سے مشرف فرما کر چین وسکون سے بہرہ ور فرمائیں۔

پاؤں غربال ہوئے راہ مدینہ نہ ملی
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو

حل لغات

غربال (عربی، بکسرالعین) چھلنی، آٹا چھاننے کی چھلنی۔

شرح

محبوب کریم ﷺ کے دیس اقدس کی زیارت کو ہم گھر سے چل پڑے لیکن پاؤں چھلنی ہو گئے، چھالے پڑ گئے لیکن افسوس وہاں تک پہنچنے کا راستہ نہ ملا۔ اے عشق کا جنون اب تو اس ہجر کے قید خانہ سے رخصت مل جائے یعنی دیدار نصیب ہو۔

عاشقانہ چال

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اس شعر میں عشاق کی ایک چال کا ذکر فرمایا ہے کہ جب انہیں مدینہ پاک کی یاد ستاتی ہے تو پھر وہ اپنی بے سروسامانی کو نہیں دیکھتے اور نہ دور کے سفر پیدل چلنے کو۔

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیح عربی کر دے نمکداں ہم کو

حل لغات

صدا، آواز، گونج۔ ملیح نمکیں، نمک آلودہ۔ نمکدان، نمک رکھنے والا برتن۔

شرح

میرے جگر کے ہر زخم سے یہ آواز آرہی ہے اے حبیب عربی ملیح رنگ والے ﷺ ہمیں تو اپنا نمک دان بنادے

کہ ہر وقت ہی آپ کے حسن و جمال کے مزے لوٹتا رہوں گا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے حسنِ طلب کو بھی غور میں رکھیئے اور نہ صرف یہی شعر بلکہ متعدد مقامات پر آپ نے اپنے حسنِ طلب کو ایسے رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے چونکہ میرا موضوع صرف مذہبی، اسلامی دلائل ونقول صحیحہ بیان کرنا ہے اسی لئے صرف اور صرف اپنے موضوع کو نبھا رہا ہوں ورنہ حدائق بخشش شریف کی ہر صنعت کو معرضِ تحقیق میں لایا جائے تو دفتر نہیں دفاتر ضخیمہ وشروحِ عظیمہ تیار ہوں۔

سیرِ گلشن سے اسیرانِ چمن کو کیا کام
نہ دے تکلیفِ چمن بلبل بستان ہم کو

حل لغات

سیرِ گلشن سے بہشت وغیرہ اور اسیرانِ چمن سے مدینہ پاک کے عشاق اور چمن ثانی سے بہشت وغیرہ اور بلبل عاشق اور بستان مدینہ پاک مراد ہے۔

شرح

جو چمنستان مدینہ کے قیدی ہیں انہیں دیگر باغات کی سیر کیا غرض اسی لئے عاشقِ مدینہ کو کسی باغ میں جانے کی تکلیف نہ دو یعنی جو لوگ مدینہ طیبہ کے پروانے ہیں انہیں دوسرے باغات کی یہاں تک کہ جنت کی کیا ضرورت ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا

کون ہے جو طلبگارِ جنت نہیں　　　یہ بھی تسلیم کی جنت ہے باغِ حسین

حسنِ جنت کو جب سمیٹا گیا تو مدینہ کی گلی بن گئی۔

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

شرح

جب سے ہماری آنکھوں میں مدینہ پاک کی بہار سما گئی ہے اب ہمیں جملہ عالم کے باغات ویران نظر آتے ہیں۔

بہارِ مدینہ

جو بھی ایک بار عشق ومحبت اور سچی عقیدت سے مدینہ پاک کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے پھر اسے ہر منظر اعلیٰ

سے اعلیٰ بھی پیارا نہیں لگتا۔ ایک زائر مدینہ مجھ سے کہنے لگا کہ جب سے مدینہ پاک سے واپس آیا ہوں میرا کسی بھی دربار پر جی نہیں لگتا میں نے اسے سمجھایا کہ یہ بھی عشق ومحبت میں کمی کی دلیل ہے اگر چہ تیرے ذوق کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا اس لئے تیز میٹھا کھانے سے اس سے کم درجہ کی مٹھائی پھیکی محسوس ہوتی ہے تیز روشنی کے بعد مدہم روشنی تاریکی محسوس ہوتی ہے لیکن اب اپنے ذوق کا علاج یوں کیجئے کہ ہر ولی کے دربار پر جاتے وقت مدینہ پاک کا تصور سامنے لائیں اس پر مداومت کرنے سے تجھے ہر دربار مدینہ کا دربار محسوس ہوگا۔

گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوشش عصیاں ہم کو

شرح

اگر چہ لب اقدس سے شفاعت کا اقرار سن لیں تو پھر ہمیں گناہوں کا جوش بے چین نہ رکھے گا اس لئے کہ قیامت میں ہمارے جیسوں کو صرف اور صرف آپ کی شفاعت کا ہی سہارا ہے۔

دراصل طلبِ شفاعت سے دیدار پُرانوار کا مطالبہ ہے اس لئے کہ جسے بھی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوگئی اس کے خاتمہ ایمان پر ہونے کا یقین ہے اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ یقیناً جنتی ہے۔

نیّرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ہے سایۂ داماں ہم کو

حل لغات

نیّر، آفتاب۔ داماں، دامن۔

شرح

حشر کے آفتاب نے ایک سخت آگ لگا رکھی ہے اور اس کی دھوپ بھی تیز ہے ہمیں آپ کے دامنِ اقدس کا سایہ نصیب ہو تو پھر نیر حشر کی تمام گرمی نہ صرف ٹھنڈی پڑ جائے گی بلکہ کُلی طور پر ہمیں سکون وراحت نصیب ہو جائے گی کیونکہ قیامت میں جسے بھی سایۂ دامنِ رسول (ﷺ) ہو گا اسے نیر حشر بلکہ حشر کے جملہ ہولناک امور راحت وسرور سے بدل جائیں گے۔

رحم فرمائیے یا شاہ کہ اب تاب نہیں
تابکے خون رلائے غم ہجراں ہم کو

حل لغات

تابکے، کب تک۔

شرح

اے شہِ کونین ﷺ ہمارے حال پر رحم فرمائیے کب تک ہمیں ہجر وفراق کا غم رلائے گا۔ یہ آرزوئے دیدار ہے اور کون ہے جو دیدارِ مصطفی ﷺ کا پیاسا نہ ہو لیکن قسمت ونصیب اس کے جسے خود سرکارِ کریم ﷺ نوازیں۔

چاکِ داماں میں نہ تھک جائیو اے دشتِ جنوں
پرزے کرتا ہے ابھی جیب وگریباں ہم کو

شرح

اے دشتِ جنوں چاک دامن میں تھک نہ جانا ہم کو بھی جیب وگریباں کو پرزے پرزے کرنا ہے۔

اس شعر میں ہجر وفراق پر دل کو تسلی دی ہے بلکہ اور ہمت بندھوائی ہے کہ دیدار نہیں ہو رہا تو پھر مایوسی سے تھک ہار بیٹھنا کچے عاشقوں کا کام ہے ہمت کر کے قدم آگے بڑھانا لازمی اور ضروری ہے بالآخر دیدار ہو ہی جائے گا۔

امام شعرانی قدس سرہ لواقح الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ باوضو ایک لاکھ بار درود شریف پڑھا جائے دیدار نہ ہو تو پھر دوبارہ اسی طرح جب تک دیدار کی دولت سے نہ نوازا جائے درود شریف پڑھا ہی رہے۔

پردہ اس چہرۂ انور سے اُٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہ تاباں ہم کو

شرح

چہرۂ انور سے پردہ ہٹا کر اے مہر تاباں محبوب ﷺ ہمیں اپنے چہرہ کا آئینہ بنائیے۔

اس شعر میں تمنائے دیدار کو کس حسین اسلوب سے بیان فرمایا ہے اس اسلوب کو اہل علم بدیع سمجھیں یا چوٹی کے شعراء۔

اے رضا وصف رُخ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

شرح

اے رضا حضور اکرم ﷺ کے رُخ اقدس کے اوصاف بیان کرنے کے لئے باغات کے غزل خواں پرندے (بلبل وغیرہ) ہمیں نذرانہ دیتے ہیں۔

نعت پر انعام یا نذرانہ

دورِ حاضر میں نعت خوانی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہے (الحمدللہ) خوش بخت ہیں وہ آقائے کونین ﷺ کے کمالات ومعجزات سن کر پڑھنے والے کو تحسین وآفرین کے کلمات کے ساتھ نقد انعام یا نذرانہ سے خدمت کرتے ہیں۔ نعت منظوم سنانا سنت صحابہ کرام ہے اوراس پر تحسین وآفرین کے کلمات کہنا اور انعام سے نوازنا سنت مصطفی ﷺ ہے جیسا کہ مشکوۃ شریف وغیرہ میں ہے کہ سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر بٹھا کر ان سے اشعار خوانی کا فرماتے۔ کیا خوب سماں ہوگا مثلاً جب سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا کہا ہوگا۔

ماان مدحت محمدا بمقالتی ولکن مدحت مقالتی بمحمد

کہ میں نے اپنے مقالے کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی مدح اور تعریف نہیں کی ہے بلکہ حضرت محمد ﷺ کے نام سے میں نے اپنے مقالے کی توصیف کی ہے اوراس کی عظمت بڑھائی ہے۔

اور کبھی پڑھا ہوگا

واحسن منک لم ترقط عینی واجمل منک لم تلدالنساء
خلقت مبرأ من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

آپ سے حسین ترین ہماری آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ ہی جمیل ترین آپ سے بڑھ کر کسی ماں نے جنا ہے۔ آپ ہر عیب سے منزہ ومقدس ہیں گویا آپ اسی طرح پیدا ہوئے جیسے آپ چاہتے تھے۔

اس طرح کے متعدد واقعات احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔

روایت سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت سمعت رسول اللهﷺ يقول لحسان ان روح القدس لايزال يويدک مانافحت عن الله ورسوله وقالت سمعت رسول اللهﷺ يقول هجا هم حسان فشفي والستشفي. (رواه مسلم)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ تمہاری تائید کرتے ہیں جب تک تم اللہ (جل جلالہ) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مقابلہ کرتے ہو اور فرمایا حسان نے کفار کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کو شفا ہوئی اور خود بھی شفا پائی۔

حضرت كعب بن زهير رضى الله تعالىٰ عنه كو انعام

مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں ہے کہ

(فقام) اے كعب ابن زهير صاحب قصيده بانت سعاد (حتى جلس الى رسول اللهﷺ فوضع فى يده) فى رواية ابن ابى عاصم فاسلم كعب وقدم المدينة وكان ﷺ لا يعرفه فقال يا رسول اللهﷺ ان كعب بن زهير قد جائك ليتا منك تائبا مسلما فهل انت قابل منه ان انا جئتك به فقال اللهﷺ نعم قال انا يارسول الله كعب بن زهير قال ابن اسحق فحدثني عاصم ابن عمر بن قتادة انه وثب عليه رجل من الانصار فقال ﷺ وعه عتك فقد جاء تائبا نازعاً قال فغضب كعب على هذا الحى من الانصار لم صنع به صاحبهم وذلك انه لم يتكلم فيه رجل من المهاجرين الا يخير ثم قال قصيدته الملايته التى اولها بانت سعاد فقلبى اليوم بتول يتم اثرها لم يفد مكبول انبئت فيها ان رسول الله اوعدنى والعفوعند رسول الله مامول (وفى رواية ابى بكر الانبارى) وابن قانع انه لما وصل الى قوله ان الرسول لنور يستضاء به . مهند من سيوف الله مسلول رمى عليه الصلاة والسلام اليه بروة كانت عليه وان معاوية بذل فيها عشرة الاف فقال ماكنت لاوثر بثوب رسول اللهﷺ احدا فلما مات كعب رضى الله تعالىٰ عنه بعثت معاوية اے روثة بعشرين الفافاً فاخذها منهم قال وهى البروة التى عند السلاطين اليوم . كذا فى المواهب للدنيه وشرحه للزرقانى ، وقال الشيخ ابو الشيخ ابو محمد جمال الدين عبدالله بن هشام الانصارى فى شرح قصيدة بانت سعادوكان من خيرقول كعب رضى الله تعالىٰ عنه هذه القصيدة فيما روى محمد بن اسحق و

عبدالملک بن هشام وابوبکر محمد ابن القاسم بن بشار الانباری وابوالبرکات عبدالرحمن بن محمد بن ابی سعید الانباری دخل حدیث بعضھم فی حدیث بعض ان کعباً الحدیث وذکر الزرقانی انه روی الحاکم ان کعباً انشده من سیوف الھند فقال ﷺ من سیوف الله.

یعنی مواہب لدنیہ میں قصہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا پورا پورا مذکور ہے مگر یہاں مختصر لکھا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر جو بھاگے ہوئے تھے مسلمان ہوکر مدینہ طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کعب بن زہیر تائب مسلمان ہوکر اس غرض سے آیا ہے کہ امن پائے اگر میں اس کو حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اس کی عرض قبول فرمائیں گے۔ ارشاد ہوا ہاں عرض کی میں ہی کعب بن زہیر ہوں یارسول اللہ۔ یہ سنتے ہی ایک شخص انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ حکم دیجئے کہ میں اس دشمنِ خدا کی گردن ماروں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں چھوڑ و توبہ کر کے اشتیاق میں آیا ہے چونکہ مہاجرین سے کسی نے سوائے خیر کے ان کے بارے میں کچھ نہ تھا انصاری کی اس حرکت سے وہ برہم ہوئے (اسی سبب سے وہ قصیدہ میں انصار پر کسی قسم کی تعریض بھی کی ہے) پھر قصیدہ لامیہ پڑھا جس کا اول بانت سعاد ہے یعنی معشوقہ کی جدائی سے دل میرا بیمار ہے اور ذلیل اور غلام ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دے کر چھوٹ نہ سکا بلکہ پا بزنجیر ہے کہ اس کے قید خیال سے نہیں نکل سکتا اور اس میں یہ بھی شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے خبر پائی میں نے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں وعید وتخویف کی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے عفو کی امید ہے۔ روایت ہے کہ جب وہ اس شعر پر پہنچے "ان الرسول لنور" یعنی رسول اللہ ﷺ نور ہیں جس سے روشنی لی جاتی ہے اور شمشیر ہند برہنہ ہیں اللہ کے شمشیرون سے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف اپنی چادر مبارک پھینکی جو جسم شریف پر تھی۔ پھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چادر پر دس ہزار درہم لگائے مگر کعب راضی نہ ہوئے اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی چادر میں کسی کو نہ دوں گا پھر جب کعب کا انتقال ہوا تو معاویہ نے بیس ہزار درہم ان کے ورثہ کے پاس بھیجے اور ان سے وہ چادر لے لی۔ عاصم کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطین کے پاس آج تک چلی آتی ہے اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ حاکم نے روایت کی ہے کہ کعب نے "من سیوف الھند" پڑھا تھا حضور اکرم ﷺ نے اصلاح فرمائی اور فرمایا "من سیوف اللّٰہ" کہو۔

فائدہ

اس سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ اشعارِ نعتیہ سن کر خوش ہوتے تھے چنانچہ چادر مبارک عطا کرنا نعت خوانی پر انعام بخشنا اسی امر کی دلیل ہے۔

انتباہ

منکرین کمالات مصطفیٰ ﷺ کو خود نعت خوانی ہی بدعت نظر آتی ہے اس پر کچھ عطیہ دیا تو ان کے نزدیک حرام ہی ہے لیکن انہیں کون سمجھائے کہ حدیث سننے پر انعام دینا لینا جائز ہے تو حدیث والے کی مدح وثنا پر کیوں ناجائز۔

حدیث سنانے پر انعام

جب پہلی مرتبہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کو پختہ کروایا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اعتراض کیا آپ نے ان کے اعتراض کی پرواہ نہ کی اس لئے آپ رموزِ دین سے زیادہ واقف تھے اس واقعہ کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ آپ کو حالات کا علم ہوا تو آپ نے ایک حدیث صراحۃً سنائی جس میں تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے پیشینگوئی فرمائی کہ ایک دن آئے گا کہ میری مسجد پختہ بنیادوں پر تعمیر ہوگی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کو اپنے دورِ خلافت میں ذاتی خرچہ سے پختہ کروایا تھا اور جب آپ کو یہ حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنائی تو خوش ہو کر آپ نے اپنی جیب سے پانچ سو دینار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے۔ (تفہیم البخاری از ظہور الباری دیوبندی جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

ثنائے یزدان پر انعام

شوکانی نے شرح حصن حصین شریف میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک ڈھیلہ سونے کا اس لئے عطا فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی مدح وثناء کے بہترین الفاظ ادا کئے اور اسے فرمایا کہ یہ سونا اسی کا بدلہ ہے۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''نعت خوانی پر انعامِ نبوی کا ثبوت'' میں پڑھیئے۔

مردِ مومن کی تلاش

یہ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کرامت سمجھیں یا محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رحمہما اللہ کی نظر شفقت کہ فقیر جیسے گنوار سے حدائق بخشش جیسے دقیق کلامِ رضا کی ۲۰ جلدوں کی شرح لکھوا ڈالی۔ نعتوں کی شروح ۸ جلد، شرح قصیدۂ نور، بشرح شرحِ معراجیہ، روائدادِ حج رضا، شرح مثنوی رضا، شرح رباعیات، شرح کلامِ رضا فارسی، شرح درود وسلامِ رضا، شرح مناقبِ غوثِ اعظم، شرح قصیدہ اکسیرِ اعظم، شرح قصیدہ معظم معطر، شرح شجرہ قادریہ رضویہ، شرح مناقب مختلفہ۔

ان کی طباعت پر لاکھوں پر لاکھوں روپیہ درکار ہوگا کوئی بندۂ خدا اپنے حلال مال سے تمام جلدیں یا ایک ایک علیحدہ جلد پر کمر بستہ ہو تو مطلع فرمائے۔

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان